

الصلوة والسلام عليك يا نور الله

صَلَّى  
عَلَيْهِ

# معجزات مصطفى

مختص

شرح القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

عمدة البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور

# معجزات مصطفیٰ ﷺ

تصنیف

شیخ القرآن

ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

ناشر

عمدة البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)

سنٹرل کمرشل مارکیٹ C/O جامعہ رضویہ ماڈل ٹاؤن لاہور

042-8428922-0300-4826678-0300-7991693



جملہ حقوق بحق عُمدة البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) محفوظ ہیں

نام کتاب :	معجزات مصطفیٰ علیہ الخیر و الثناء الی یوم الجزاء
نام مصنف :	شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری
نظر ثانی و تخریج :	مولانا محمد سلیمان قادری، سید محمد عاکف قادری
سن اشاعت اول :	1402ھ / 1982ء
سن اشاعت بار دوم :	1428ھ / 2008ء
تعداد :	1100
ڈیزائننگ و کمپوزنگ :	محمد عاصم قادری
قیمت :	220 روپے
ناشر :	عُمدة البیان پبلشرز (رجسٹرڈ)
	ہیڈ آفس جامعہ رضویہ سنٹرل کمرشل مارکیٹ
	ماڈل ٹاؤن لاہور

042-8428922

www.jamiarizviatrust.org

نمبر شمار	مضامین	صفحہ نمبر
1	معجزہ اور اس کی حقیقت و فلسفہ	1
2	معجزہ کا لغوی معنی	1
3	معجزہ کا اصطلاحی معنی	1
4	معجزہ	2
5	معجزہ و کرامت میں فرق	3
6	ضرورت معجزات	4
7	فلسفہ معجزات	8
8	بشریت انبیاء کا فلسفہ	14
9	بعثت انبیاء کا فلسفہ	16
10	معجزات کے انواع و اقسام	18
11	علم غیب کی نفیس تحقیق	18
12	نبوت کا معنی	19
13	معجزہ پر قدرت رکھنے کی نفیس تحقیق	22
14	فعل الہی	24
15	امام غزالی کی تحقیق نفیس	25
16	ایک سوال	29
17	جواب	29
18	ازالہ شبہ	32
19	ایک اور شبہ کا ازالہ	33
20	ایک شبہ کا ازالہ	35
21	نقی علم سے نفی التفات مراد ہے	36
22	معجزات کی شرعی حیثیت	37

94	عامر بن اکوع کی شہادت	48
96	ابوالیسر کیلئے آنحضرت ﷺ کی دعا	49
97	زہریلا گوشت	50
99	اسود نامی چرواہا	51
100	حضرت سلمان فارسی کا بارغ	52
102	ابوعیاش کا گھوڑا	53
104	ابوعامر فاسق	54
105	عمیر کا اسلام لانا	55
110	دواؤنٹ	56
112	سازش کا علم	57
113	چراغہائے نبوت	58
115	حضرت عتبہؓ کی خوشبو	59
116	أحد پہاڑ کا کانپنا	60
116	آنکھیں ٹھیک کر دیں	61
117	ایک دیران کنواں	62
119	مشکیزہ پانی	63
122	مبارک انگلیوں سے پانی بھٹوٹ پڑا	64
123	قباث الکفانی کے دل کی بات	65
124	نجاشی کا انتقال	66
125	زندہ شہید	67
127	آگے پیچھے برابر دیکھنا	68
127	استن جنانہ	69
129	بادل	70
131	قرضے اتر گئے	71
132	بحری سفر	72

38	شبلی نعمانی کی کتاب ”سیرت النبی“، گمراہ کن کتاب ہے	23
41	ابو جہل کا پتھر	24
44	حضرت علیؓ کی آنکھ	25
45	حضرت طفیلؓ کا چراغ	26
49	چاند کا دو ٹکڑے ہونا	27
50	ابولہب کی بیوی حضور اکرم ﷺ کو نہ دیکھ سکی	28
52	بکری کا دودھ اتر آنا	29
54	ایک گستاخ کا انجام	30
56	واقعہ معراج شریف	31
67	شب ہجرت	32
69	ام مہدیؓ کی بکری	33
72	سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا	34
77	عکاشہ کی تلوار	35
78	حضرت نوفلؓ کے نیزے	36
79	کنائہ ہوا بازو	37
81	مسلمہ بن حریش کی تلوار	38
81	حضرت عباسؓ کا فدیہ	39
84	حضرت قتادہؓ کی آنکھ	40
85	رسول اللہ ﷺ کا مقتول	41
88	حضرت عبداللہؓ کی تلوار	42
89	لعاب مبارک	43
90	پتھر کی سخت چٹان	44
90	تھوڑی سی کھجور	45
91	حضرت جابرؓ کا کھانا	46
93	خندق کی ایک بہت بڑی چٹان	47



73	عبداللہ بن عتیک کا پاؤں	133
74	محمد بن حاطب کا ہاتھ	134
75	سوسال سے زائد عمر تک کالے بال	135
76	امت کی خفیہ باتوں کا علم	135
77	ایک خفیہ برکت	136
78	گستاخ رسول ﷺ کا قاتل	138
79	خفیہ خط	142
80	خفیہ گفتگو	144
81	تھر تھرا کر گر گئے	145
82	سینے پر ہاتھ مارا کا یا پلٹ گئی	146
83	سب کو کافی ہو گیا	147
84	شفادے دی	148
85	سب کا پیٹ بھر دیا	149
86	نفرت محبت میں بدل دی	150
87	انتقام کی آگ گلزار محبت بن گئی	152
88	زخم ٹھیک کر دیا	154
89	بادل آ گیا	155
90	منافق کی خفیہ باتیں	175
91	ابوذر کے بارے میں پیش گوئی	158
92	پانی پھوٹ پڑا	159
93	بلا کی کھجوریں	160
94	بنی سعد میں پانی نے کیسے جوش مارا	162
95	پانچ انگلیوں کو روشن کر دیا	164
96	حفاظت خداوندی	166
97	حال و مستقبل کا علم	167

98	ثعلبہ دولت مند ہو گیا	169
99	بادی و مہدی	173
100	گھٹی کا عطیہ	174
101	دلوں کے بھید	175
102	غیب کی بات	177
103	قیامت کی یادگار	178
104	دعاے تمکین	179
105	غیب سے دفاع	180
106	کنکریوں کی تسبیح	182
107	ایک عجیب جادوگر	183
108	مقام سہیل بن عمرو	184
109	حضرت فاطمہؓ سے راز گفتگو	186
110	اؤٹ کی شکایت	187
111	ابو جہل اور راشی	188
112	رکانہ پہلوان سے کشتی	191
113	ہرنی کی ضمانت	193
114	امیہ بن خلف کا قتل	195
115	چہرے پر زخم کا نشان	197
116	بکری کی کلجی	199
117	سید الغلین کے والدین کریمین اعز از زندہ کئے گئے اور ان دونوں نے تفصیلی ایمان قبول کیا	201
118	آئمہ حدیث اور علماء اعلام کے تاثرات	204
119	علامہ حقی کا ارشاد گرامی	205
120	علامہ ابن حجر کا ارشاد گرامی	205
121	امام تلسمافی کا ارشاد گرامی	206

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

معجزہ اور اس کی حقیقت و فلسفہ

معجزہ کا لغوی معنی

معجزہ عجز سے ماخوذ ہے بمعنی قادر نہ ہونا، طاقت نہ رکھنا، نہ ہوسکنا، عجز، کمزوری، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے۔

”ولا تلتشوا بدار معجزة ای لا تقيموا ببلدة تعجزون فيها

عن الاکتساب والتعیش (يعجزكم فيها الرزق

والکسب) (لسان العرب ج ۵ ص ۳۶۹ وتاج العروس ج ۱ ص ۶۳۲)

دار معجز میں نہ ٹھہرو یعنی ایسے شہر میں رہائش اختیار نہ کرو جس میں کسب

ومعاش کے سلسلے میں کمزور ہو جاؤ۔ جہاں رزق و کمائی کا سلسلہ تمہیں

عاجز کر دے اور تم معاشی معاملہ میں کمزور ہو جاؤ۔“

معجزہ کا اصطلاحی معنی

شریعت کی اصطلاح میں معجزہ کی تعریف یوں کی گئی ہے۔

”ان المعجزة هي الامر الخارق للعادة المقرون

بالتحدي الدال على صدق الانبياء عليهم الصلوة

والسلام“ (المواهب اللدنیہ ج ۱ ص ۳۲۶)

206	علامہ اسماعیل حنفی کا ارشاد گرامی	122
207	ایک محبت نبی کا قول مبارک	123
208	حب رسول علامہ نبہائی کا ارشاد مبارک	124
208	امام جلال الدین سیوطی	125
209	اہل جمود کا واقعہ	126
210	زبان پاک سے دعا فرمائی تو دیوانہ پتہ تندرست ہو گیا	127
211	زبان مبارک سے دعا کی تو مولیٰ علی شیر خدا سے سردی گرمی بھاگ گئی	128
212	صحابی کا نام سفینہ رکھنے سے وہ سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا لیتے	129
212	منہ مبارک کا لقمہ کھانے سے زبان دراز عورت باحیا اور نیک ہو گئی	130
213	گوہ کی گواہی	
214	سید الانبیاء ﷺ نے اپنی زندگی میں دیکھ لیا کہ کون کہاں دفن ہوگا	131
	خدائے ذوالجلال جل جلالہ نے جان دو عالم ﷺ کے کندھوں کے	132
	درمیان دست قدرت رکھا تو سارا جہاں روشن ہو گیا اور رحمت	
214	کائنات ﷺ نے ہر چیز کو جان لیا	
217	حضرت جابرؓ کی بکری زندہ ہو گئی	133
219	درخت کی اطاعت	134
220	بوڑھی عورت کا بیٹا زندہ ہو گیا	135
224	حضور ﷺ ہر وقت اللہ کی حفاظت میں ہیں	136
224	بھیڑیا نے حضور ﷺ کی آمد کی چرواہے کو خبر دی	137
226	حضور ﷺ نے خلافت عباسیہ کی سو سال سے بھی پہلے خبر دی	138
227	حضور ﷺ کے لعاب مبارک کی برکت سے صحابی کا حافظہ مضبوط ہو گیا	139
228	حضور ﷺ کے پھونک مارنے سے اندھا آدمی ٹھیک ہو گیا	140
228	حضور ﷺ کے غلام کی شیر نے حفاظت و مدد کی	141
	حضرات حسنین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بچپن میں روشنی گھرتک	142
	چھوڑنے لگی	
229	حضور ﷺ کی قبر انور سے اذان کی آواز آتی رہی	143
230		



اس چیز کو کہتے ہیں جو عادت انسانی سے مافوق ہو اور ایسے شخص سے صادر ہو جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے، اس سے اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ انبیاء اپنے دعویٰ میں سچے ہیں۔“

اس تعریف سے معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ اس وقت تک معجزہ نہیں کہلا سکتا جب تک کہ اس میں یہ چار چیزیں نہ پائی جائیں۔

۱۔ ایک یہ کہ وہ چیز انسانی عادت و فطرت سے بالاتر ہو جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کو چیر دیا اور ڈوبے سورج کو واپس لوٹا دیا اپنی مبارک انگلیوں سے پانی جاری فرما دیا اگر انسانی عادت و فطرت سے مافوق نہ ہو تو اسے معجزہ نہ کہا جائیگا۔

۲۔ دوسری یہ کہ مافوق الفطرة یا مافوق العادة چیز ایک ایسے شخص سے صادر ہو جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو۔

۳۔ تیسری یہ کہ اس کے مقابلے میں کوئی دوسرا ویسی چیز پیش نہ کر سکے اور اگر کوئی غیر مدعی نبوت صاحب نبوت کے مقابلہ کی بجائے اس کی اطاعت کر کے ویسی مافوق العادة چیز پیش کرے تو اسے کرامت کہا جائے گا۔

۴۔ چوتھی یہ کہ اس چیز کا ظہور مدعی نبوت کے دعویٰ کے مطابق ہو لیکن وہ چیز دعویٰ کے برعکس نہ ہو جائے جیسے مسیلمہ کذاب نے ایک آنکھ

والے شخص کی اندھی آنکھ ٹھیک کرنا چاہی تو اس کی صحیح آنکھ بھی ضائع ہو گئی۔

### معجزہ و کرامت میں فرق

پھر یہ مافوق العادة چیز نبی کے دعوائے نبوت سے پہلے اس

سے صادر ہو تو اسے ارہاص کہتے ہیں اور ارہاص کے معنی ہیں بنیاد رکھنا چونکہ آگے چل کر اس (نبی) کو نبوت پر فائز کرنا مقصود ہوتا ہے اس لئے

یہ مافوق العادة کام اس کے لئے بنیاد قرار پاتا ہے اور اگر وہ نبی کے کسی پیروکار صالح اور فرمانبردار امتی سے صادر ہو تو اسے کرامت کہتے ہیں

اور یہ کرامت بھی دراصل اس نبی کا معجزہ ہی ہوتا ہے جو اس کے پیروکار صحیح العقیدہ امتی سے صادر ہوتا ہے کیونکہ یہ اس نبی کے عقیدہ و عمل میں

اتباع کی برکت سے ہوتا ہے اور اگر امتی گنہگار سے ایسی بات سرزد ہو تو اسے معونت کہتے ہیں اور جھوٹے مدعی نبوت سے اس کی مرضی کے

برعکس بات صادر ہو تو اسے اہانت کہتے ہیں جیسے مسیلمہ کذاب کا واقعہ گذر چکا اور اگر کسی کافر سے اس کی مرضی کے مطابق کوئی چیز سرزد ہو تو

اسے استدراج کہتے ہیں جس کے معنی ڈھیل دینے کے ہیں ان چھ (اقسام) میں سے معجزہ وارہاص کا تعلق نبی سے اور کرامت و معونت کا

تعلق مسلمان امتی سے اور استدراج و اہانت کا تعلق کفار سے ہے (شرح عقائد و حاشیہ خیالی و عصام علی شرح العقائد مطبوعہ

مصر۔ ص ۱۲۹) اور اگر مافوق الفطرة کی بجائے حیلہ و سبب فطری کی بناء



پر ناظرین کو حیران و متعجب کر دینے والا کام کسی سے سرزد ہو تو وہ جادو کہلاتا ہے اور جادو مافوق الفطرۃ کا رنامہ نہیں ہوتا زرقانی شرح مواہب میں الامام محمد بن عبد الباقی الزرقانی الماسکی م ۱۱۲۲ھ فرماتے ہیں۔ ”الحق ان السحر ليس من الخوارق“ (حاشیہ زرقانی علی المواہب ج ۵ ص ۷۷) ”یعنی حق بات یہ ہے کہ جادو مافوق الفطرۃ چیزوں میں سے نہیں ہے۔“

### ضرورت معجزات

اللہ تعالیٰ کا یہ دستور مبارک رہا ہے کہ وہ لوگوں کی اصلاح کے لئے اپنے پیغمبروں کو معجزات دے کر بھیجتا رہا ہے تاکہ لوگ ان معجزات کے ذریعے ایمان لے آئیں کیونکہ لوگ اس حد تک موٹی عقل اور سادہ ساشعور رکھتے تھے کہ جب تک پیغمبروں کی کوئی، غیر معمولی یا انوکھی بات ان کے مشاہدہ یا علم میں نہ آجاتی وہ ان پر ایمان نہیں لاتے تھے اور ان ہی غیر معمولی، غیر عادی یا مافوق الفطرۃ باتوں کو معجزے کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک لاٹھی کا معجزہ دیا گیا آپ اسے پھینکتے تو وہ لاٹھی سانپ بن کر دوڑنے لگتی اور دوسرا معجزہ یہ دیا گیا کہ اپنی (بغل میں) جیب میں ہاتھ ڈال کر اسے باہر نکالتے تو وہ خوب چمکنے لگتا۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے حکم سے اندھوں کو آنکھوں والا، سفید داغ کی بیماری والے کو

تندرست اور مردوں کو زندہ کر دیتے تھے اور جس زمانہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا اس زمانہ کی صورت حال پہلے زمانوں سے کہیں مختلف تھی۔ لوگوں کے دل رقیق و نرم، عقل ترقی اور شعور لطافت میں ڈھل چکے تھے۔ فصاحت و بلاغت کا زور تھا۔ عرب کا بچہ بچہ قوت گویائی کی نعمت سے مالا مال نظر آتا تھا۔ لوگ اسی خوبی کو انسانیت کا کمال سمجھتے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں دوسرے معجزات عطا کئے وہاں فصاحت و بلاغت کی خوبیوں اور قوت گویائی کا وہ بے مثال کمال بھی بخشا کہ عرب بھر کے مثالی فصیح و بلیغ اور قوت گویائی کے امام بھی آپ ﷺ کے سامنے عاجز ہو کر رہ گئے۔

آپ ﷺ نے جب خدا تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید اہل عرب پر پیش کی اس کی فصاحت و بلاغت نے تو بڑے بڑے فصیح و بلیغ لوگوں کو اس حد تک مجاہد کر دیا کہ اسے سن کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکتے اور بے ساختہ سجدے میں گر جاتے چنانچہ شفاء شریف میں ہے کہ ایک اعرابی نے کسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد سنا ”فاصدع بما تؤمر“ تو سجدے میں جا گرا اور بول اٹھا ”سجدت لفصاحتہ“ کہ مجھے اس کی فصاحت نے سجدہ ریز کر دیا۔ (شرح شفاء شریف ج ۱ ص ۱۶۹)

اور اُمتی ہونے کے باوجود خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت کا یہ عالم تھا کہ سلیم الطبع اور ذی شعور لوگ آپ کی



گفتگو سننے کے بعد کسی دوسرے معجزہ کو طلب کئے بغیر آپ پر ایمان لے آتے ہیں چنانچہ ضاد بن ثعلبہ جو پڑھے لکھے اور بلند ذہانت کے مالک تھے، نے آپ ﷺ کا کلام سن کر اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ! ”لقد سمعت قول الكهنة وقول السحرة وقول الشعراء فما سمعت مثل كلما تك هو لاء“ (شرح شفاء شریف ملا علی قاری ج ۱ ص ۵۲۲)۔

”میں نے کانہوں، جادوگروں اور شاعروں کا کلام سنا ہے لیکن آپ کے اس کلام جیسا کلام کبھی نہیں سنا۔“

تیرے آگے یوں ہیں دبے لپے  
فصحاء عرب کے بڑے بڑے  
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں  
نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

چونکہ وہ زمانہ فصاحت و بلاغت اور قوت گویائی کے کمال عروج کا زمانہ تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فصاحت و بلاغت اور قوت گویائی کے اعجاز نے عموماً اور قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کے کمال اعجاز نے خصوصاً سب کو عاجز کر کے رکھ دیا حتیٰ کہ اس کی چھوٹی سے چھوٹی سورت جیسا کلام لانے سے بھی لوگ عاجز آگئے اور چودہ سو سال ہو چکے ”فَاتُوا بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ“ (کہ اس کی چھوٹی سی چھوٹی سورت جیسا کلام بنا کر لے آؤ) کے چیلنج کی صدا بھی تک فضاؤں میں

گوںج رہی ہے اور تا قیامت گونجتی رہے گی لیکن منکرین بدستور چپ دم سادھے اپنے عملی عجز و قصور کا اعتراف کئے آرہے ہیں اور کئے جائیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم الشان معجزہ ایک چیلنج کی صورت میں اپنے و پرائے دوست و دشمن سب کے پیش نظر ہے اور تا قیامت رہے گا۔ اس لئے اس معجزہ کو ایسی اہمیت و شہرت حاصل ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے معجزات اس کے سامنے یوں مدھم سے دکھائی دینے لگے جیسے ستاروں کا نور چودہویں کے چاند کے سامنے مدھم سا نظر آتا ہے جب کہ اپنی اپنی جگہ ہر ستارہ کامل نور بلکہ نور کی ایک وسیع کائنات اپنے اندر سموئے ہوئے ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی معجزہ عظمیٰ کو ایمان کی طرف دعوت کی ابدی بنیاد قرار دیا کیونکہ اس معجزہ عظمیٰ نے رہتی دنیا تک باقی رہنا تھا اس کے برعکس چونکہ دوسرے معجزے جو دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات سے مشابہت رکھتے تھے وہ وقتی تھے جن کے وجود نے آئندہ کے لئے خارج کے (بجائے صفحہ تاریخ میں محفوظ ہو کر رہ جانا تھا اس لئے اس معجزہ کو) دیگر تمام معجزات سے فوقیت حاصل ہے۔ چنانچہ امام شرف الملتہ والدین بوصیری علیہ الرحمۃ ۶۹۴ھ فرماتے ہیں۔

دامت لدنیا ففاقت کل معجزة

من النبیین اذ جاءت ولم تدم



ہیں ہمارے پاس باقی آج تک وہ آیتیں

معجزے اور انبیاء کے ہو گئے سب کا عدم

اور یہ معدوم ہونے کا حکم اکثر معجزات کی نسبت ہے کیونکہ

صدیوں کے گذر جانے کے باوجود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

دونوں پاؤں کے نشان کعبہ معظمہ کے پاس مقام ابراہیم میں اب تک

باقی ہیں جو تاقیامت رہیں گے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے

مبارک پاؤں کے نشان بھی بعض مقامات پر پتھروں پر محفوظ ہیں۔

### فلسفہ معجزات

اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں کو نبوت اور پیغمبری کے لئے منتخب

فرماتا رہا ہے وہ ظاہر کے اعتبار سے بشر اور باطن کے اعتبار سے نور

ہوتے تھے اس لئے ان سے ماتحت العادة اور مافوق العادة، دوسرے

لفظوں میں ماتحت الفطرۃ اور مافوق الفطرۃ دونوں قسم کی باتوں کا ظہور

ہوتا تھا۔ کھانا پینا، شادی کرنا ماتحت العادة و ماتحت الفطرۃ بشری تقاضے

تھے اور معجزات شریفہ یعنی مافوق الفطرۃ باتوں کا ان سے ظاہر ہونا ان کی

نورانیت کے تقاضے تھے وہ اس نور باطن کے لحاظ سے خدا تعالیٰ سے

فیض پاتے اور بشریت کی مناسبت سے لوگوں کو فیض پہنچاتے۔ یعنی

انبیاء علیہم السلام بہ ظاہر بشر اور درحقیقت نور الہی کا جلوہ ہوتے ہیں یا

یوں کہیے کہ نور الہی شکل بشر میں رونق افروز ہوتا ہے تاکہ اس بشریت

کے ذریعے لوگ اس نور مقدس سے روشنی حاصل کر سکیں یہ انبیاء کی

بشریت نور الہی سے روشنی حاصل کرنے کا واسطہ ہے اس واسطہ کے بغیر

نور الہی سے روشنی حاصل کرنا لوگوں کے لئے ناممکن ہے یہی وجہ ہے کہ

جب منکرین کہنے لگے کہ!

”وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ط وَلَوْ أَنزَلْنَا مَلَكَ لَفُضِيَ

الْأَمْرُ ثُمَّ لَا يَنْظُرُونَ ۝ وَلَوْ جَعَلْنَاهُ مَلَكَ لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا

وَلَلْبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَائِلَبِسُونَ ۝“ (انعام آیت نمبر ۹، ۸)

”اور کہتے ہیں پیغمبر پر ایک فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا (جو ہمارے سامنے آ

کر انکی تصدیق کرتا) اور اگر ہم فرشتے کو اتارتے تو کام تمام ہو گیا ہوتا

پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔ اور اگر ہم نبی فرشتے کو بناتے تو اس کو بھی

آدمی ہی بناتے (کیونکہ ان کو فرشتوں کے دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں)

اور جوشبہ یہ لوگ اب کر رہے ہیں وہی شبہ ہم (اس وقت بھی) ان (کے

دلوں) پر طاری کر دیتے۔“

یعنی منکر کہتے کہ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک

نبی نہیں مانیں گے جب تک کہ ایک فرشتہ ان پر اتر کر ہمارے سامنے

آ کر یہ نہ کہے کہ یہ اللہ کے نبی ہیں اس کے جواب میں فرمایا گیا کہ اگر

ہم فرشتے کو اس کی اصلی نورانی صورت میں بھیجیں تو قصہ ہی تمام ہو

جائے یعنی یہ لوگ فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں دیکھنے کی طاقت و



اہلیت نہیں رکھتے اگر دیکھ لیں تو مرجائیں اس آیت کے تحت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ!

”لَا يَقْدِرُونَ أَنْ يَرَوْا الْمَلَكَ فِي صُورَتِهِ“ (تفسیر ابن جریر طبری ج ۷ ص ۹۷) ”لوگوں کی یہ طاقت نہیں کہ وہ فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں دیکھ سکیں۔“

اور امام ابو محمد حسین بن مسعود فراء بغوی م ۵۱۶ھ نے اپنی تفسیر معالم التنزیل شریف میں سیدنا امام ضحاک مفسر متوفی ۱۰۵ھ سے اس آیت کی تفسیر میں نقل فرماتے ہیں کہ!

”قَالَ الضَّحَّاكُ لَوْ اتَّاهَمَ مَلَكٌ فِي صُورَتِهِ لَمَا تَوَأَّ“ (تفسیر معالم التنزیل امام بغوی بہامش علی الخازن ج ۲ ص ۱۲۰) ”امام ضحاک علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر فرشتہ انکے پاس اپنی صورت میں آتا تو وہ مرجاتے۔“

اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ!

انبیاء علیہ السلام فرشتوں کو ملاحظہ فرماتے اور ان سے باتیں کرتے ہیں لیکن انہیں کچھ نہیں ہوتا اس کی صرف اور صرف یہ وجہ ہوتی ہے کہ ان کا باطن نور ہوتا ہے جس کی قوت سے وہ فرشتوں کو دیکھتے اور اسی نور کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے فیضان پاتے ہیں پھر بشری مناسبت سے لوگوں کو فیض پہنچاتے ہیں اس طرح وہ اللہ تعالیٰ سے بھی نسبت رکھتے ہیں اور مخلوق سے بھی چنانچہ اپنے زمانے کی مثالی شخصیت علامہ

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں م ۱۲۲۵ھ کہ!

”لَاِنَّ الْقُوَّةَ الْبَشَرِيَّةَ لَا يَقْوَى عَلَى رُؤْيَا الْمَلَكِ فِي صُورَتِهِ وَ اِنَّمَا رَأَوْهُمْ كَذَبِكُ الْاَفْرَادُ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ اَحْيَانًا بِقُوَّتِهِمُ الْقُدْسِيَّةِ وَلَاِنَّ الرَّسُوْلَ بَرَزَخَ بَيْنَ الْخَالِقِ وَالْمَخْلُوْقِ وَلَا بُدَّ فِي الْبَرَزَخِ مِنَ الْمُنَاسَبَتَيْنِ مُنَاسَبَةً بِالْخَالِقِ كَمَا يَتَلَقَّى الْفِيْضُ مِنَ جَنَابِهِ الْمُقَدَّسِ وَمُنَاسَبَةً بِالْمَخْلُوْقِ كَمَا يُفِيْضُ عَلَيْهِمْ مَا اسْتَفَاضَ مِنَ الْجَنَابِ الْمُقَدَّسِ فَإِنَّ الْاِفَادَةَ وَالْاَسْتِفَادَةَ لَا يُتَصَوَّرُ مِنْ غَيْرِ مُنَاسَبَةٍ فَالرَّسُوْلُ لَهُ مُنَاسَبَةٌ بِاطْنِيَّةٍ بِالْخَالِقِ فَإِنَّ مَبْدَأَ تَعْيْنِهِ صِفَةً مِنْ صِفَاتِ اللّٰهِ بِخِلَافِ سَائِرِ الْخَلَائِقِ سِوَى الْاَنْبِيَاءِ وَ الْمَلَائِكَةِ فَإِنَّ مَبَادِي تَعْيْنَاتِهِمْ ظِلَالُ الصِّفَاتِ فَلَا بُدَّ أَنْ يَكُوْنَ لِلرَّسُوْلِ مُنَاسَبَةٌ صُوْرِيَّةٌ بِاللَّائِسِ الْمُرْسَلِ إِلَيْهِمْ“ (التفسير

المظہری ج ۷ ص ۲۱۸ طبع دہلی)

”قوت بشری کے بس میں نہیں کہ وہ فرشتے کو اس کی اصلی صورت میں دیکھے فرشتوں کو تو انبیاء علیہ السلام نے کبھی کبھی ان کی اصلی صورت میں دیکھا کیونکہ انبیاء نوری قوت رکھتے ہیں اس لئے بھی کہ خدا کا نبی خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور وسیلے میں دو مناسبتوں کا ہونا ضروری ہے ایک تو خالق سے مناسبت ہوتا کہ اس کی جناب مقدس سے فیوض حاصل کر سکے اور دوسری مخلوق سے مناسبت ہوتا کہ وہ انہیں وہ فیض عطا فرمائے جو اس نے خدا کی بارگاہ سے حاصل کیا۔ کہ فائدہ



پہنچانا اور فائدہ حاصل کرنا مناسبت کے بغیر متصور نہیں ہو سکتا۔ لہذا رسول کی خالق کے ساتھ ایک باطنی مناسبت ہوتی ہے کیونکہ رسول کا مبدأ تعین خدا تعالیٰ کی صفات میں سے ایک صفت ہے اس کے برعکس انبیاء اور فرشتوں کے علاوہ باقی مخلوق کے مبادی تعینات صفات نہیں بلکہ صفات کے پرتو ہیں پس (جس طرح رسول کی باطنی مناسبت خالق کے ساتھ ہوتی ہے اسی طرح) ضروری ہے کہ رسول کی ظاہری مناسبت لوگوں کے ساتھ ہو جن کی طرف اسے بھیجا گیا۔“

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی اس اجمالی تقریر کی تفصیل یہ ہے کہ عام لوگ چونکہ بشر محض ہیں اس لئے وہ فرشتوں کو نہیں دیکھ سکتے ان میں فرشتوں کو دیکھنے کی قوت و صلاحیت ہی نہیں لیکن انبیاء علیہم السلام چونکہ بشر محض نہیں ہوتے بلکہ بشریت کے ساتھ ان میں نورانیت بھی ہوتی ہے اس لئے وہ نورانیت کی قوت سے فرشتوں کو دیکھ سکتے ہیں اور ان میں نورانیت اس لئے رکھی جاتی ہے کہ رسول و پیغمبر خالق و مخلوق کے درمیان واسطہ ہوتا ہے اور یہ حقیقت ناقابل انکار ہے کہ دو کے درمیان جو واسطہ ہوتا ہے اس میں دو طرح کی مناسبت کا ہونا ضروری ہوتا ہے تا کہ اس کا دونوں سے کما حقہ تعلق ہو اور وہ واسطہ ہونے کا کردار ادا کر سکے۔ رسول پیغمبر کو نورانیت کی بنا پر خدا سے جو مناسبت ہوتی ہے وہ اس کے ذریعے احکام و فیض پہنچاتا ہے کیونکہ مناسبت کے بغیر احکام و فیض لینے دینے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا

اور انبیاء و فرشتے نور ہوتے ہیں اگرچہ فرشتوں کا نور ظاہر ہے جبکہ انبیاء کا نور ان کے جامہ بشریت میں مستور ہوتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی صفات کے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ذات سے پیدا کئے گئے جیسا کہ حدیث ”جَابِرُ خَلَقَ نُورَ نَبِيِّكَ مِنْ نُورِهِ“ (المصنف ۱: ۲۲) سے ظاہر ہے ابی بکر عبدالرزاق الصنعانی م ۱۲۱ ج ۱ ص ۲۲ سے ظاہر ہے چنانچہ امام عبدالباقی زرقانی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ من نورہ میں من بیان یہ ہے اے من نور ہو ذاتہ (شرح المواہب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۶) یعنی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا کیا ذات کے نور سے مراد خود اس کی ذات مقدس ہے اور انبیاء و فرشتوں کے سوا باقی مخلوق اس کی صفات کے پرتو سے پیدا کی گئیں لیکن بواسطہ نور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تو اصل وجود آدمی از نخست

دگر ہر چہ موجود شد فرع تست

انبیاء اجزاء ہیں تو بالکل ہے جملہ نور کا

اس علاقے سے ہے ان پر نام سچا نور کا

اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جامہ بشریت میں آنے کی

بجائے نورانی صورت میں تشریف لاتے تو فیض پانا تو کجا ہالوگوں میں

ان کے دیکھنے کی بھی تاب و ہمت نہ ہوتی۔ امام اہلسنت عارف باللہ



حضرت شاہ احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ (م ۱۳۴۰ھ) کا مندرجہ ذیل شعر اسی تفصیل کا حسین اجمال ہے۔

شکل بشر میں نور الہی اگر نہ ہو

کیا قدر اس خمیرہ ماوہد کی ہے

اور یہ ایک ایسی حقیقت مسلمہ ہے جس کا اعتراف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو مدرسہ دیوبند کے بانی نانوتوی صاحب کو بھی کرنا پڑا۔ ان کے قصائد قاسمی میں ہے۔

رہا جمال پہ تیرے حجاب بشریت

نہ جانا کسی نے کون ہے جز ستار

یعنی چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مبارک بشریت کے پردے میں تھا اس لئے آپ کی حقیقت نوزیہ کو خدا تعالیٰ کے سوا کوئی معلوم نہ کر سکا۔

بشریت انبیاء کا فلسفہ

انبیاء علیہم السلام کی بشریت کا فلسفہ اسی سائنسی تمثیل سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ بجلی جسے ہم استعمال کرتے ہیں جب ہائیڈرو الیکٹرک سٹیشن کے ذریعے ہمارے شہر تک پہنچتی ہے تو اس کا وولٹیج (VOLTAGE) بہت زیادہ ہوتا ہے دس پانچ ہزار وولٹ سے کم نہیں ہوتا۔ اتنا زیادہ وولٹیج نہایت خطرناک ہوتا ہے ہمارے برقی

آلات اسے برداشت بھی نہیں کر سکتے اس لئے بجلی کو کارخانوں اور گھروں تک بھیجنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے کہ اس کا وولٹیج کم کر دیا جائے وہ مشین جو اس کام کے لئے استعمال ہوتی ہے ٹرانسفارمر (TRANSFORMER) کہلاتی ہے یہ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو کم وولٹیج کو زیادہ کرتا ہے اور جسے سٹپ اپ ٹرانسفارمر کہتے ہیں اور دوسرا وہ جو زیادہ وولٹیج کو کم کرنے کے لئے کام میں لایا جاتا ہے اسے سٹپ ڈاؤن ٹرانسفارمر کہتے ہیں۔ اصول دونوں کا ایک ہے جو شہروں اور قصبات میں چھوٹے چھوٹے پاور ہاؤس ہم دیکھتے ہیں جن میں ایک بڑی سی کالی مشین دن رات گھن گھن کیا کرتی ہے یہی ٹرانسفارمر ہے وہ پاور سٹیشن سے بجلی لیتا ہے اور اس کا وولٹیج کم کر کے اسے ہمارے گھروں تک پہنچاتا ہے۔ ہمارے گھروں میں جو بجلی آتی ہے اس کا دباؤ ۲۰۰ سے ۲۵۰ وولٹ ہوتا ہے اسی مسئلہ کو اب یوں سمجھئے کہ انبیاء علیہ السلام اپنی حقیقت کے اعتبار سے نور ہوتے ہیں اور ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انوار کے منبع اور خزانہ ہیں اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو جو درحقیقت اس کا نور ہیں بشریت کے ذریعے عوام کی طرف بھیجتا ہے جب وہ نور بشریت کے ٹرانسفارمر میں پہنچتا ہے تو اس کی تیزی کم ہو کر اس قدر رہ جاتی ہے کہ جسے عوام برداشت کر لیں اور بشریت کے ذریعے سے نور الہی سے استفادہ کریں، ہدایت پائیں اور تعلیم حاصل کریں یہ صورت حال



سٹپ ڈاؤن ٹرانسفارمر تمثیل کی روشنی میں واضح ہو جاتی ہے اور کبھی انبیاء کا نور باطن جو نور خداوندی ہے حکمت ایزدی کے مطابق موجزن ہوتا ہے تو اس کی قوتوں کا ظہور ایسے کمالات کی صورت میں ہوتا ہے یا حضرات انبیاء علیہم السلام اپنے باطن میں موجود نور الہی کے کمالات کا اظہار ایسے خوارق و مافوق الفطرۃ امور کی صورت میں فرماتے ہیں جنہیں لوگ دیکھ کر سراپا حیرت و استعجاب بن کر رہ جاتے ہیں اصطلاح شریعت میں ان کمالات کو معجزہ کا نام دیا جاتا ہے یہ صورت حال اس تمثیل کی روشنی میں واضح ہو جاتی ہے جسے مندرجہ بالا سطور میں بیان کیا جا چکا ہے۔ غرضیکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے جو معجزات یا ان کی اتباع کی بنا پر علماء کرام سے جو کرامات ظہور پذیر ہوتی ہیں وہ ان کے اس نور باطن کے برکات و فیوضات ہوتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ ان کی ذات میں ودیعت فرماتا ہے۔

### بعثت انبیاء کا فلسفہ

یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے کہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا فلسفہ یہ ہے کہ وہ خالق و مخلوق میں باہمی تعلق پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی شان اس بات سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ خود مخلوق کے سامنے نمایاں اور ظاہر ہو کر اس کے ساتھ اپنے تعلق کو استوار کرے کیونکہ وہ ذات لطیف ہے اور مخلوق اس قابل نہیں کہ وہ کسی واسطہ کے بغیر بارگاہ

الہی تک رسائی پا سکے کیونکہ اس میں کثافت ہے لہذا دونوں کے درمیان ایک برزخ اور واسطہ کی ضرورت تھی جو مخلوق کو خالق سے واصل کرے اور ملائے اور یہ بات بھی مسلم ہے کہ دو متضاد و مخالف چیزوں کے درمیان برزخ اور واسطہ وہ ہوتا ہے جو دونوں کے ساتھ کچھ نہ کچھ مناسبت رکھتا ہو چونکہ ذات باری تعالیٰ نور ہے اور انبیاء بھی باطن کے اعتبار سے نور ہیں اور اس نورانیت و لطافت کی بناء پر وہ ذات باری تعالیٰ سے مناسبت رکھتے اور اس سے فیض یاب ہوتے ہیں اور جن کی طرف وہ نبی رسول بن کر آئے ہیں وہ چونکہ آدمی اور بشر ہیں اس لئے انبیاء بھی ظاہر کے اعتبار سے آدمی اور بشر بنا کر بھیجے جاتے ہیں اور اس بشریت کی بنا پر وہ آدمیوں سے مناسبت رکھتے اور ان کو فیض پہنچاتے ہیں گویا وصل و ایصال ان کا منصب ہوتا ہے جس پر فائز ہونا نورانیت اور بشریت دونوں سے متصف ہوئے بغیر ممکن نہیں۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ اس تفصیل کی طرف اجمالاً اشارہ کر رہے ہیں۔

تو برائے وصل کردن آدمی

نے برائے فصل کردن آدمی

انبیاء علیہم السلام کا کھانا، پینا، شادی کرنا ان کی بشریت کے تقاضے ہیں اور معجزات کا ظہور ان کی حقیقت نورانیہ و کمالات نبویہ کی بناء پر ہے۔



## معجزات کے انواع و اقسام

معجزات کی دس انواع و اقسام ہیں۔ (۱)۔ ایک تو معجزہ کی وہ قسم ہے جو تھنہ کسی بشر کی قدرت میں نہیں جیسے جسم کی تخلیق اور کسی ایک ماہیت کو دوسری ماہیت میں بدل دینا جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مٹی سے پرندہ کا مجسمہ بنا کر اس میں پھونک مار کر اسے واقعی پرندہ بنا دینا اور مردوں کو زندہ کر دینا۔ اس قسم کا کام خواہ تھوڑا سا ہو یا زیادہ بہر صورت معجزہ ہی ہے۔

۲۔ دوسرا وہ معجزہ ہے جو اپنی جنس کے اعتبار سے تو معجزہ قرار نہیں پاتا بلکہ وہ قدرت انسانیہ میں ہے لیکن اس کی ایک خاص مقدار قدرت انسانیہ اور طاقت بشریہ میں نہیں آتی جیسے دور دراز کا سفر اسباب عادیہ معمول کے بغیر تھوڑے سے وقت میں طے کر لینا جیسے معراج کا بعید ترین سفر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کے تھوڑے سے وقت میں طے فرمایا۔

۳۔ ایسے علم کا ظہور جو معلومات بشر میں نہیں آ سکتا جیسے غیب کا جاننا اور گزشتہ، حال اور مستقبل کی وہ خبریں دینا جن کا تعلق غیب سے قرار پاتا ہے۔ اسے علم غیب کہتے ہیں۔

## علم غیب کی نفیس تحقیق

انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ غیب کا علم عطا فرماتا ہے اس لئے

وہ غیب کا علم رکھتے ہیں۔ باب کا علم نبوت کے کمالات میں شامل ہے بلکہ نبوت کا معنی غیب سے مطلع ہونا اور غیب کی بات جاننا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ غیب کا علم خدا تعالیٰ کی خاصیت ہے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی شخص غیب نہیں جانتا بلاشبہ ذاتی طور پر اور از خود یا اپنے طور پر کسی کے بتائے بغیر غیب جاننا اللہ تعالیٰ کی خاصیت ہے خدا تعالیٰ کے سوا کوئی شخص ذاتی طور پر اور از خود یا اپنے طور پر غیب نہیں جانتا لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی و پیغمبر پھر ان کے وسیلے سے علماء و اولیاء حق غیب جانتے ہیں جس کا ظہور گا ہے گا ہے ان سے ہوتا چلا آیا ہے۔ یہ دراصل انبیاء کا معجزہ اور بہ ظاہر اولیاء کی کرامت ہے مگر درحقیقت یہ بھی نبی کا معجزہ ہے۔

## نبوت کا معنی

معرض لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے یا بھول جاتے ہیں یا ہٹ دھرمی سے اس پر پردہ ڈالتے ہیں کہ لفظ نبی کا ایک لغوی معنی غیب کی خبر دینے والے کا بھی ہے کہ یہ انبیاء سے ماخوذ ہے جس کا معنی خبر دینے کے ہیں۔ نبی چونکہ خدا تعالیٰ سے غیب کی خبر معلوم کر کے لوگوں کو بتاتا ہے اس لئے اسے نبی کہتے ہیں۔ اور امام قاضی عیاض متوفی ۵۴۴ھ اپنی مشہور کتاب شفاء شریف میں فرماتے ہیں۔

”إِنَّ اللَّهَ أَطَّلَعَهُ عَلَى غَيْبِهِ (إِلَى أَنْ قَالَ) النَّبِيُّ هِيَ إِلَّا أَطْلَاعُ



عَلَى الْغَيْبِ“ (الشفاء - ج ۱ - ص ۱۶۱ - طبع مصر)

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے غیب سے باخبر کیا اور نبوت غیب سے باخبر ہونے کا نام ہے۔“

رہا یہ سوال کہ جب اللہ تعالیٰ نے بتا دیا تو غیب کہاں رہا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ غیب اسے نہیں کہتے جو کسی کے بتائے بغیر ہو بلکہ اللہ تعالیٰ جو انبیاء و اولیاء کے دلوں پر معلومات کا القاء فرماتا یا الہام کرتا ہے وہ بھی غیب ہی کہلاتا ہے چنانچہ قاضی بیضاوی نے غیب کی تعریف یوں کی ہے۔

”الَّذِي لَا يَذَرُكَهَ الْحِسُّ وَلَا تَقْتَضِيهِ بَدَاهَةُ الْعَقْلِ“

(بیضاوی - ج ۱ - ص ۵۵ - طبع مصر)

”یعنی وہ پوشیدہ بات جو حواس خمسہ ظاہرہ اور عقل و قیاس کے زور سے معلوم نہ ہو سکے۔“

اور علوم انبیاء علیہم السلام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کے دلوں پر القاء و الہام کئے جاتے ہیں وہ غیب کی تعریف میں آتے ہیں اس لئے وہ غیب ہی کہلائیں گے چنانچہ حدیث میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں وَعَلَّمَناهُ مَنْ لَدُنَّا عِلْمًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

”وَ كَانَ رَجُلًا يَعْلَمُ عِلْمَ الْغَيْبِ“ (تفسیر ابن جریر طبری ج ۱۵ - ص ۱۸۱)

”یعنی حضرت خضر علیہ السلام غیب جانتے تھے۔“

۴۔ معجزات کی چوتھی قسم وہ ہے جس کا نوع خاص قدرت بشریہ میں نہ ہو اگرچہ اس کی جنس قدرت بشریہ سے خارج نہ ہو جیسے قرآن کریم کہ یہ ایک طرح کا کلام ہے اور جنس کلام قدرت بشریہ سے خارج نہیں ہے بلکہ اس نوع کا کلام جس طرح کہ قرآن مجید ہے قدرت بشریہ سے خارج ہے بلکہ جن و انس دونوں کی بلکہ ایسا کلام لانا کائنات کے کسی بھی فرد کی قدرت میں نہیں ہے۔

۵۔ معجزات کی پانچویں قسم وہ ہے جو افعال و اعمال بشریہ میں نہ ہو جیسے بیماری سے شفایاب ہونا اور زمین میں بیج بونے کے بعد کسی سبب عادی کے بغیر وقت معین سے قبل اس کا پھل حاصل کرنا انسان کے بس میں نہیں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیماروں کو شفاء دینے اور وقت سے پہلے باغات کے پھل حاصل ہونے کے معجزات ثابت ہیں۔

۶۔ معجزات کی چھٹی قسم وہ ہے جس کا تعلق زیر قدرت چیز سے کسی کی قدرت کے سلب کرنے سے ہے جیسے بولنے اور لکھنے کی قدرت رکھنے والوں کا آپ ﷺ کے مقابلے میں بولنے اور لکھنے سے عاجز و قاصر رہ جانا ہے جیسا کہ امام اہلسنت فرماتے ہیں کہ!

”تیرے آگے یوں ہیں دبے لپے فصحاء عرب کے بڑے بڑے

کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، بلکہ جسم میں جان نہیں

۷۔ معجزات کی ساتویں قسم جانوروں کا کلام کرنا اور بے جان چیزوں کا حرکت کرنا ہے۔



۸۔ معجزات کی آٹھویں قسم ایک ایسی چیز کا اظہار ہے جس کا موسم نہیں جیسے گرمی کے پھلوں کا سردی اور سردی کے پھلوں کا گرمی کے موسم میں ظاہر کرنا۔

۹۔ معجزات کی نویں قسم منقطع (خشک) شدہ پانی کو جاری اور جاری پانی کو منقطع کر دینا جب کہ یہ اسباب عادیہ کے بغیر ہو۔

۱۰۔ معجزہ کی دسویں قسم تھوڑی سی چیز میں برکت پیدا فرمانا کہ وہ کثیر تعداد کے لئے کافی ہو جائے۔

معجزہ پر قدرت رکھنے کی نفیس تحقیق

آخر میں اس مسئلہ پر بھی روشنی ڈالنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معجزات و کرامات پر انبیاء و اولیاء کو قدرت ہوتی ہے؟ یعنی وہ معجزہ و کرامت کے اظہار پر قدرت رکھتے ہیں یا وہ اس سلسلے میں کوئی قدرت نہیں رکھتے بلکہ عاجز و بے بس ہوتے ہیں؟ اس سلسلے میں صحیح اور مدلل موقف یہ ہے کہ معجزہ و کرامت انبیاء علیہم السلام و اولیاء کرام کی قدرت کے تحت ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت سے معجزہ و کرامت کو ایسے ہی ظاہر کر دیتے ہیں جیسے ہم خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت کے ساتھ اپنی زبان سے بولتے، آنکھ سے دیکھتے، ہاتھ سے پکڑتے اور پاؤں سے چلتے ہیں چنانچہ صاحب مواقف (قاضی عضد الدین عبدالرحمن بن احمد ۵۶۱ھ) حقیقت معجزہ میں بحث کرتے

ہوئے فرماتے ہیں۔

”وَشَرَطَ قَوْمٌ فِي الْمُعْجَزِ أَنْ لَا يَكُونَ مُقْدُورًا لِلنَّبِيِّ وَ لَيْسَ بِشَيْءٍ إِلَّا أَنَّ قُدْرَتَهُ مَعَ عَدَمِ قُدْرَةِ غَيْرِهِ عَادَةً مُعْجَزٌ“ (مواقف مع شرح مواقف ج. ۸، ص ۲۲۲)

”اور ایک قوم نے شرط کی ہے کہ معجزہ نبی کا مقدور نہ ہو اور یہ شرط کچھ نہیں کیونکہ نبی کا مافوق العادة کام پر قادر ہونا جب کہ کوئی دوسرا عادتہ اس پر قادر نہ ہو یہی معجزہ ہے۔“

پھر امام حسن چلپی بن محمد شاہ فناری علیہ رحمۃ اللہ الباری حاشیہ شرح مواقف میں فرماتے ہیں۔

”أَنْ كُونَ ذَلِكَ الْفِعْلُ مُقْدُورًا لِلنَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ دُونَ غَيْرِهِ مُعْجَزَةٌ“ (حاشیہ شرح مواقف ج. ۸، ص ۲۲۲) ”یعنی اس فعل کا نبی علیہ السلام کی قدرت میں ہونا اور غیر کی قدرت میں نہ ہونا معجزہ ہے۔“

اس طرح نبر اس شرح، شرح عقائد پھر اس کے حاشیہ میں موجود ہے کہ معجزہ نبی کی قدرت میں ہوتا ہے۔ علامہ پرہاروی فرماتے ہیں۔

”الْمُعْجَزَةُ مِنْ جِهَةِ كَوْنِهَا خَارِقَةً لِلْعَادَةِ مَخْلُوقَةٌ لِلَّهِ تَعَالَى وَ انْكَانَتْ مُقْدُورَةً لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (حاشیہ نبر اس شرح، شرح عقائد، ص ۲۲۱)

ان مذکورہ بالا تینوں عبارتوں کا خلاصہ یہ ہوا کہ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ معجزہ میں شرط یہ ہے کہ وہ مقدور نبی نہ ہو غلط ہے اور یہ کوئی قابل توجہ بات نہیں ہے کسی فعل کا معجزہ ہونا یوں ہی ہو سکتا ہے کہ وہ فعل نبی کی قدرت میں ہو کوئی دوسرا اس پر قادر نہ ہو اور یہ معجزہ مافوق العادة یا مافوق الفطرة بات ہونے کے اعتبار سے خدا تعالیٰ کی تخلیق اور نبی کی قدرت سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ معجزہ میں تین چیزیں ملحوظ ہیں ایک تو نبی کا مافوق الفطرة چیز پر قادر ہونا اور دوسری چیز اس کے مقابلے میں کسی دوسرے شخص کا عاجز رہ جانا یعنی اللہ تعالیٰ اس مافوق العادة چیز پر نبی کو قدرت عطا کرتا اور اس کے مقابلے میں دوسرے شخص کو عاجز رکھتا ہے وہ اپنے نبی میں قدرت اور غیر میں عجز کی تخلیق فرماتا ہے اس اعتبار سے یہ اللہ تعالیٰ کا فعل قرار پاتا ہے یا یوں کہنا چاہیے کہ معجزہ کے دو پہلو ہیں ایک ظاہر اور دوسرا باطن بظاہر یہ نبی کا فعل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی قدرت بخشی اور اس کو نبی کا مقدور کیا اور باطن و حقیقت میں یہ خدا کا فعل ہے کیونکہ جس قدرت سے نبی نے اس معجزہ کو ظاہر کیا وہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق ہے چنانچہ امام شہاب الملتی والدین احمد الحنفی المصری علیہ الرحمۃ متوفی ۱۰۶۹ھ میں فرماتے ہیں کہ!

”بحسب لظاہر فعلہ“ وهو فی الحقیقة من فعل اللہ تعالیٰ

(نسیم الرياض ج ۲ ص ۸۹۱)

”معجزہ ظاہر کے اعتبار سے نبی کا فعل ہے اور درحقیقت اللہ تعالیٰ کا فعل ہے۔“

اور اس میں شک نہیں کہ جب وہ ظاہر کے اعتبار سے نبی کا فعل ہے تو اسی کا مقدور بھی ہوگا اور یہی صحیح ہے کہ یہ نبی کی قدرت میں ہوتا ہے اور اس کے صادر کرنے میں خدا تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت کو عمل میں لاتا اور اسے اپنے ارادہ سے ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ امام عبد الوہاب الشمرانی رضی اللہ عنہ الیواقیت والجواہر میں فرماتے ہیں ”الْمُعْجَزَةُ تَقَعُ عِنْدَ قَضَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ (ج ۱ ص ۱۶۱) ”یعنی معجزہ اس وقت واقع ہوتا ہے جب نبی اس کا قصد و ارادہ کرتا ہے۔“ سیدی عبد الوہاب الشمرانی علیہ الرحمۃ کے اس کلام سے بھی واضح ہو گیا کہ معجزہ کے ظاہر کرنے میں نبی کو قدرت و اختیار ہوتا ہے اور وہ جب قصد فرمائے تو معجزہ واقع ہو جاتا ہے۔

### امام غزالی کی تحقیق نفیس

اس سلسلے میں آخر پر ہم امام محمد بن غزالی علیہ الرحمۃ متوفی ۵۰۵ھ کا ارشاد نقل کرتے ہیں جس کے بعد مزید وضاحت و تشریح کی حاجت نہیں رہ جاتی۔ امام صاحب کے اس ارشاد کو تحقیق نفیس اور حرف آخر کہنا بجا ہوگا۔ علامہ امام محمد بن عبد الباقی ذرقانی علیہ الرحمۃ متوفی ۱۱۲۲ھ شرح مواہب میں فرماتے ہیں۔



”قَالَ الْغَزَالِيُّ النَّبُوَّةُ عِبَارَةٌ عَمَّا يَخْتَصُّ بِهِ النَّبِيُّ وَيُفَارِقُ بِهِ غَيْرَهُ، وَهُوَ يَخْتَصُّ بِأَنْوَاعٍ مِنَ الْخَوَاصِّ أَحَدُهَا أَنَّهُ يَعْرِفُ حَقَائِقَ الْأُمُورِ الْمُتَعَلِّقَةِ بِاللَّهِ وَصِفَاتِهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَالْأَخِرَةُ عِلْمًا مُخَالِفًا لِعِلْمِ غَيْرِهِ بِكَثْرَةِ الْمَعْلُومَاتِ وَزِيَارَةِ الْكُشْفِ وَالتَّحْقِيقِ وَثَانِيهَا أَنَّ فِي نَفْسِهِ صِفَةً بِهَا تَتِمُّ الْأَفْعَالُ الْخَارِقَةُ لِلْعَادَةِ كَمَا أَنَّ لَنَا صِفَةً تَتِمُّ بِهَا الْحَرَكَاتُ الْمَقْرُونَةُ بِإِرَادَتِنَا وَهِيَ الْقُدْرَةُ ثَالِثُهَا أَنَّ لَهُ صِفَةً بِهَا يُبْصِرُ الْمَلَائِكَةُ وَيُشَاهدُهُمْ كَمَا أَنَّ لِلْبَصِيرِ صِفَةً بِهَا يُفَارِقُ الْأَعْمَى رَابِعُهَا أَنَّ لَهُ صِفَةً بِهَا يُذَرِّكُ مَا سَيَكُونُ فِي الْغَيْبِ فَهَذِهِ كَمَالَاتٌ وَصِفَاتٌ يَنْقَسِمُ كُلُّ مِنْهَا إِلَى أَقْسَامٍ. انتهى“

(شرح الزرقانی علی المواہب ج ۱ ص ۲۰/۱۹)

”امام غزالی فرماتے ہیں کہ نبوت اس خصوصیت سے عبارت ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبی اس کے سبب سے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہے اور کئی قسم کی خصوصیات ہیں جن سے نبی مختص ہوتا ہے ایک یہ کہ جو امور اللہ عزوجل کی ذات و صفات اور فرشتوں اور آخرت سے متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا ایسا علم رکھتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے علم زیادہ معلومات و زیادہ تحقیق و انکشاف میں ان سے نسبت نہیں رکھتے دوم یہ کہ نبی کی ذات میں ایک ایسی وصف ہوتی ہے جس سے مافوق الفطرۃ کام جنہیں معجزہ کہتے ہیں کامل اور پورے ہوتے ہیں جس طرح ہم میں ایک ایسی وصف ہے جس سے ہماری حرکات ارادیہ پوری

ہوتی ہیں جسے قدرت کہتے ہیں سوئم یہ کہ نبی میں ایک ایسی وصف ہوتی ہے جس سے فرشتوں کو دیکھتا ہے جس طرح آنکھوں والے میں دیکھنے کی ایک صفت ہے جس کی وجہ سے وہ اندھے شخص سے امتیازی شان رکھتا ہے چہارم یہ کہ نبی میں ایک ایسی صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جانتا ہے پس یہ نبی کے کمالات اور صفات ہیں جن میں سے ہر ایک پھر متعدد اقسام میں تقسیم ہوتی ہیں۔“

حجت الاسلام امام غزالی علیہ الرحمۃ کے اس ارشاد نے متعلقہ مسئلہ کو نہایت روشن کر کے رکھ دیا کہ حق مذہب یہی ہے کہ انبیاء کی ذات میں رب تعالیٰ نے ایک ایسی صفت رکھی ہے جس سے وہ مافوق الفطرۃ اور مافوق العادۃ کام یعنی معجزات ظاہر کرتے ہیں اور وہ صفت قدرت ہے جیسے ہم ارادہ سے چلتے پھرتے ہیں حرکت کرتے ہیں اور ایک ایسی صفت بھی رکھی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتے ہیں۔ اور ایسی صفت بخشی ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں بھی جانتے ہیں۔ امام غزالی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے مندرجہ ذیل امور صراحت سے ثابت ہو گئے۔

- ۱۔ اہل حق کا یہی عقیدہ و مسلک ہے کہ انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کی عطاء سے معجزات پر قدرت رکھتے ہیں۔
- ۲۔ اور وہ معجزات کے ظاہر کرنے میں بہ عطاءِ خدائے قدوس قادر و مختار ہیں۔



۳۔ انبیاء علیہم السلام بہ عطاء الہی آئندہ غیب کی باتیں جاننے کی قدرت و اختیار رکھتے ہیں۔

۴۔ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو مافوق الفطرۃ و مافوق العادۃ کاموں یعنی معجزات اور آئندہ غیب کی باتوں کے جاننے کی قدرت و اختیار بخشا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو آئندہ غیب کی باتیں جاننے اور معجزات کی قدرت و اختیار ایسے ہی بخشا ہے جیسے اس نے لوگوں کو ظاہری حرکات و ظاہری ادراکات کے اختیارات بخشے ہیں کہ وہ جب چاہیں ہاتھ پاؤں کو حرکت دیں چاہیں تو نہ دیں اور جب چاہیں آنکھ کھول کر کسی چیز کو دیکھ لیں چاہیں تو نہ دیکھیں اگرچہ خدا تعالیٰ کے چاہے بغیر وہ کچھ نہیں چاہ سکتے اور اگر خدا تعالیٰ نہ چاہے تو لوگوں کے چاہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور ان کے عطائی اختیارات اللہ تعالیٰ کے ذاتی حقیقی اختیار کے سامنے کچھ نہیں چل سکتے بعینہ معجزات اور غیب کے جاننے میں انبیاء علیہم السلام کی یہی حالت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ظاہری اعضاء کان اور آنکھ کی طرح وہ باطنی صفتیں عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں معجزات ظاہر فرمائیں۔ غیب کی باتوں کو معلوم فرمائیں چاہیں تو نہ فرمائیں اگرچہ وہ خدا تعالیٰ کے چاہے بغیر نہیں چاہ سکتے اور نہ ہی ارادۃ الہیہ کے بغیر ان کا ارادہ کام دے سکتا ہے۔ جیسے ہمارا حال ہے۔

## ایک سوال

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علامہ فہامہ عارف کامل بحر العلوم مولانا عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمۃ م ۱۲۳۵ھ شرح مثنوی جلد اول صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں جس کا اردو خلاصہ یہ ہے کہ!

معجزہ کو اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر ظاہر فرماتا ہے بغیر اس کے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارادہ، عمل اور قدرت کا کوئی دخل ہو بلکہ نبی کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا طریقہ کون سا ہے اگرچہ وہ اس کی دعایا اشارہ سے ظاہر ہوتا ہے جیسے شق قمر کہ آپ کی مبارک انگلی سے حاصل ہوا لہذا نبی اس پر قادر نہیں ہوتا لیکن ولی کی کرامت اکثر و بیشتر اس کے ارادہ و تصرف اور قدرت سے ظاہر ہوتی الخ (بحر العلوم شرح مثنوی مولانا روم ج ۱ ص ۳۰) اس سے معلوم ہوا کہ معجزات انبیاء کی قدرت میں نہیں ہوتے اور یہ مذکورہ بالا تحقیق کے خلاف ہے۔

## جواب

اس کا جواب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قطعاً و یقیناً اللہ تعالیٰ کے نائب ہیں اسی لئے ان کا حکم اللہ تعالیٰ کا حکم، ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت، ان کی ناراضگی اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور ان کی خوشی اللہ تعالیٰ کی خوشی ہے اور ان کا فعل اللہ تعالیٰ کا فعل ہے چنانچہ ”وَمَا رَمَيْتْ اِذْ



رَمِيتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ اور إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ  
 “ان دونوں آیات قرآنیہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 کنکر پھینکنے کو اپنا پھینکنا اور حضور کی بیعت ہونے کو اپنی بیعت قرار دیا۔  
 چنانچہ علامہ ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ اپنی مشہور کتاب الصارم المسلول  
 علی شاتم الرسول میں لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کے حقوق ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم ہیں اور یہ کہ اللہ تعالیٰ  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام کی جہت ایک ہی ہے تو جس  
 نے اللہ کے رسول کو ایذا دی اس نے اللہ تعالیٰ کو ایذا دی اور جس نے  
 رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی۔ اس کے بعد  
 لکھتے ہیں کہ!

”لَإِنَّ الْأُمَّةَ لَا يَصْلُونَ مَا بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ رَبِّهِمْ إِلَّا بِوَسْطَةِ الرَّسُولِ  
 لَيْسَ لِأَحَدٍ مِنْهُمْ طَرِيقٌ غَيْرُهُ وَلَا سَبَبٌ سِوَاهُ وَقَدْ أَقَامَهُ اللَّهُ  
 مَقَامَ نَفْسِهِ فِي أَمْرِهِ وَنَهْيِهِ وَأَخْبَارِهِ وَبَيَانِهِ فَلَا يَجُوزُ أَنْ يُفَرِّقَ  
 بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ فِي شَيْءٍ مِنْ هَذِهِ الْأُمُورِ“

(الصارم المسلول علی شاتم الرسول ص ۲۱)

”کیونکہ امت اپنے پروردگار تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے  
 کے بغیر رسائی نہیں پاسکتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ان کے لئے  
 خدا تک پہنچنے کا نہ کوئی راستہ ہے اور نہ ہی آپ کے بغیر کوئی دوسرا ذریعہ  
 ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے امر و نہی، اخبار و بیان میں رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اپنا قائم مقام کیا ہے لہذا ان باتوں میں اللہ تعالیٰ اور اس کے  
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کوئی فرق کرنا جائز نہیں۔“

علامہ ابن تیمیہ کی مذکورہ بالا عبارت سے بھی یہ بات واضح ہو  
 گئی کہ پیغمبر اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغمبر ہونے کی حیثیت سے ہر قول  
 و فعل، قدرت و معجزہ قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کا ہی قول و فعل اور اس کی  
 قدرت ہے اور وہی معجزہ ہے چنانچہ امام شہاب الدین خفاجی م ۷۲۹ھ  
 فرماتے ہیں: ”الْمُعْجَزُ فِي الْحَقِيقَةِ هُوَ اللَّهُ“ (نسیم الرياض  
 ج ۲، ص ۲۹۳) ”کہ درحقیقت معجزہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔“

اور اس لئے بھی کہ نبی کا معجزہ دراصل اللہ تعالیٰ کی طرف سے  
 اس بات کی تصدیق ہوتی ہے کہ یہ میرے نبی ہیں لہذا مذکورہ بالا  
 توجیہات، تعبیرات اور حیثیات کے اعتبار سے معجزہ انبیاء علیہم السلام کا  
 نہیں اللہ تعالیٰ کا مقدور ہے اور بحر العلوم مولانا عبدالمعلیٰ صاحب کی  
 عبارت اسی اعتبار سے تعلق رکھتی ہے لیکن اگر انبیاء علیہم السلام کی  
 دوسری حیثیت کا اعتبار کیا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ماذون (اجازت  
 یافتہ) و مختار بندے ہیں انہی کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت،  
 اعجاز اور دیگر کمالات کا ظہور ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا اذن  
 و اختیار دے رکھا ہے کہ وہ جب چاہیں معجزے کا اظہار فرمائیں، غیب  
 کو معلوم فرمائیں۔ چاہیں تو نہ فرمائیں اس اعتبار سے معجزہ ان کا مقدور  
 ہے لیکن یہ بات ہرگز درست نہیں کہ انبیاء کرام پھر کی مانند عاجز و مجبور



ہوں کہ بلانے والا ان کے عطائی اختیار کے واسطہ و خواہش کے بغیر اپنے قسری ارادے سے انہیں ہلائے تو وہ ہل جائیں ورنہ مجبور پڑے رہیں بلکہ وہ اس سلسلہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے اذن و اختیار و قدرت رکھتے ہیں جس سے وہ معجزہ کا اظہار فرماتے ہیں جیسا کہ ہم امام غزالی علیہ الرحمۃ کے حوالے سے نقل کر چکے ہیں اور حضرت بحر العلوم صاحب کی عبارت میں جو علم کی نفی کی گئی ہے کہ نبی کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اس کا طریقہ کون سا ہے یہاں علم کی نفی سے التفات و توجہ کی نفی مراد ہے جو انوار الہیہ میں استغراق کی وجہ سے انہیں عارض ہوتی ہے۔

#### ازالہ شبہ

رہا یہ شبہ جسے تقویۃ الایمان میں اسمعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ ”پیغمبر کو بارہا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات معلوم نہ ہوئی پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتا دی الخ“ اس کا جواب یہ ہے کہ مولوی اسمعیل دہلوی اور ان کے ہمנוاؤں کو اگر اختیار ذاتی و عطائی میں فرق کی تمیز ہوتی تو وہ اس شبہ میں نہ پڑتے انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ ایسے اتفاقات اختیار عطائی کے بالکل منافی نہیں۔ مراد و مطلوب کا اختیار سے مختلف نہ ہونا یعنی اختیار کے ساتھ ہی مراد و مطلوب کا فوراً موجود ہو جانا یہ قدرت ذاتیہ الہیہ کا خاصہ و خصوصیت ہے۔ قدرت انسانیہ میں بارہا ایسا ہوتا ہے کہ آدمی

ایک کام کرنا چاہتا ہے یا اسے اختیار و پسند کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کام نہیں بنتا اس سے انسان نہ تو پتھر ہو گیا اور نہ ہی مجبور محض اور نہ ہی اس کے ان اختیارات کی نفی ہو گئی جو خدا تعالیٰ نے اسے بخشے ہوئے ہیں۔ عطائی اور بخشش کئے ہوئے اختیار کی شان ہی یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کا ارادہ ذاتیہ حقیقیہ شامل حال نہ ہو کام نہیں بنتا۔

شیخ الاسلام و المسلمین شاہ احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی طرح توضیح فرمائی ہے ملاحظہ ہو

(الاسن و اعلیٰ مطبوعہ کامیاب دار التلیغ لاہور۔ ص۔ ۲۱۱)

اور وہ اپنے مشہور نعتیہ کلام حدائق بخشش میں اس مسئلہ کو ایک شعر میں یوں واضح فرماتے ہیں۔

سورج اُلٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

(حدائق بخشش شریف)

#### ایک اور شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ یہ بھی وارد ہو سکتا ہے کہ قرآن کریم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے اگر معجزہ نبی کا مقدور ہو تو کہنا پڑے گا کہ قرآن نبی کا مقدور ہے حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر جن و انس سب مل کر اس کی مثال لانا چاہیں تو نہیں لاسکتے اس سے معلوم ہوا کہ قرآن معجزہ ہونے کے باوجود نبی کا مقدور نہیں لہذا معجزہ کا مقدور نبی



ہونا محل نظر ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امی ہونے کے باوجود اس کتاب کو پڑھنا اور قوم کو پیش کرنا ہی معجزہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس کلام مبارک کو امی ہوتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھوا کر اسے آپ کا قول قرار دیا ”اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ“ (سورہ الحاقہ ۴۰) کہ یہ رسول کریم کا قول ہے۔ امام حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (تفسیر ابن کثیر ج ۲- ص ۴۱۷) یعنی یہ رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے کیونکہ آپ اس کی تبلیغ پر مامور ہوئے اس لئے یہ آپ کا قول قرار پایا جیسا حضرت جبریل علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا ”اِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ“ (سورہ تکویر: ۱۹) کہ یہ ہمارے کریم فرشتے کا قول ہے کہ وہ اس کو قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کرنے پر مامور ہوئے جب کہ یہ کلام، کلام خداوند قدوس ہے، لیکن اسے خدا تعالیٰ نے ”وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ“ (سورہ النجم ۳، ۴) کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نطق و قول قرار دیا اس لحاظ سے یہ مقدور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرا۔ یعنی قرآن کریم کی ایک تو کلام الہی ہونے کی حیثیت سے اس جیسا یا اس سے بھی بڑھیا (عمدہ) کلام اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی قدرت میں نہیں اور اس کی دوسری حیثیت یہ ہے کہ اس سے ایک نبی امی صلی اللہ

علیہ وسلم نے تکلم کیا اور ان کی زبان اقدس پر آکر ان کا قول و نطق قرار پایا اور انہیں اس کے نطق و قول کی قدرت عطا کی گئی اور وہ اس پر قادر ہوئے اس حیثیت سے یہ معجزہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرا اور آپ کا مقدور ہوا چنانچہ امام ابوالبرکات نسفی متوفی ۷۱۰ھ تفسیر مدارک شریف میں فرماتے ہیں ”اَيُّ يَقُوْلُهُ“ وَيَتَكَلَّمُ بِهِ عَلٰی وَجْهِ الرِّسَالَةِ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ“ (مدارک التنزیل - ج ۲ - ص ۲۸۹) یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے رسول ہونے کی حیثیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے کہتے اور اس سے تکلم فرماتے ہیں غرضیکہ اس دوسری حیثیت سے کہ آپ ایک نبی امی ہیں اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ پر فرشتہ وحی نے اسے نازل کیا اور آپ نے فرشتہ وحی سے سن کر اس سے تکلم و نطق فرمایا اس اعتبار سے یہ آپ کا مقدور و معجزہ ٹھہرا۔ اور اس کے برعکس اولیاء کا معاملہ ہے اس لئے ان سے کرامت کے مقدور ہونے کی نفی کسی بھی پہلو سے نہیں کی جاسکتی۔

### ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت سیدی بحر العلوم عبد العلی لکھنوی علیہ الرحمۃ کے ارشاد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ کرامات اولیاء اولیاء کی مقدور اور ان کے اختیار میں ہوتی ہیں لیکن امام نووی علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ ”قَدْ تَقَعُ كَرَامَاتُ الْاَوْلِيَاءِ بِاِخْتِيَارِهِمْ“ یعنی



کرامات کبھی اولیاء اللہ کے اختیار سے واقع ہوتی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر کرامت اولیاء کی قدرت و اختیار میں نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ بعض اولیاء کی کرامات ان سے غلبہ حال و استغراق کی حالت میں سرزد ہوتی ہیں اس صورت میں ان کی کرامات غیر اختیاری ہوتی ہے اور عالم صحو و شعور میں ان سے جو کرامات سرزد ہوتی ہیں وہ ان کی قدرت و اختیار میں ہوتی ہیں جیسا کہ رُسل کرام روز قیامت اللہ تعالیٰ کے حضور غلبہ حال و استغراق کے عالم میں ”لَا عِلْمَ لَنَا“ کہیں گے اور غلبہ حال و استغراق سے افاقہ پا کر وہ شہادت دیں گے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے۔ ”وَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَىٰ هَٰؤُلَاءِ شَهِيدًا“ اور شہادت علم کے بغیر نہیں دی جاسکتی۔

### نفی علم سے نفی التفات مراد ہے

اور تحقیق یہ ہے کہ ”لَا عِلْمَ لَنَا لَا اِلْتِفَاتَ لَنَا“ کے معنی میں ہے یعنی رُسل کرام عرض کریں گے کہ خدایا ہم تیرے انوار و تجلیات کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں اس لئے اس وقت ہماری توجہ میں تیرے انوار و تجلیات کے سوا کچھ نہیں۔ غرضیکہ جب اولیاء کرام کی توجہ و التفات اللہ تعالیٰ کے انوار و تجلیات کی طرف ہوتی ہے اور وہ انوار کے مشاہدہ میں مستغرق ہوتے ہیں اس حالت میں ان سے جو کرامت سرزد ہوتی ہے وہ غیر

اختیاری ہوتی ہے اور جو عالم صحو و شعور میں سرزد ہوتی ہے وہ ان کی قدرت و اختیار میں ہوتی ہے۔

### معجزات کی شرعی حیثیت

ہمارے شیخ الشیخ علامہ عارف امام یوسف بن اسمعیل النہانی علیہ الرحمۃ حجتہ اللہ علی العالمین میں اپنے شیخ المشائخ الامام ابراہیم الباجوری علیہ الرحمۃ سے نقل فرماتے ہیں کہ انہوں نے حاشیہ علی الجوہرہ میں لکھا ہے کہ (ترجمہ پر اکتفاء کیا جاتا ہے)

معلوم ہونا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو معجزہ قطعاً و یقیناً معلوم اور تواتر سے منقول ہے جیسے قرآن کریم ”فَلَا شَكَّ فِيْ كُفْرِ مُنْكَرُہ“ کے اس کے منکر کے کفر میں شک نہیں اور اگر قطعاً و یقیناً معلوم نہ ہو اور نہ ہی تواتر سے منقول ہو بلکہ مشہور و معروف حد تک منقول ہو جیسے آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی کا چشمہ کی طرح جاری ہونا ”فُتِسِقَ مُنْكَرُہ“ تو اس کے منکر کو بد عقیدہ قرار دیا جائے گا اور اگر مشہور حد تک بھی منقول نہ ہو بلکہ صحیح یا سند حسن سے منقول ہو تو ”عُزِرَ مُنْكَرُہ“ اس کے منکر کے خلاف تادیبی کارروائی کی جائے گی۔ اس کے بعد علامہ امام نبہانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام علامہ ابراہیم لقانی علیہ الرحمۃ کی کتاب ”ہدایۃ المرید شرح جوہرۃ التوحید“ میں اسی طرح لکھا دیکھا ہے (حجتہ اللہ علی العالمین۔ ص ۱۴)۔



## شبلی نعمانی کی کتاب سیرت النبی گمراہ کن کتاب ہے

معجزات شریفہ کے سلسلے میں قارئین کرام کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ مولوی شبلی نعمانی اور سلیمان ندوی کی کتاب ”سیرت النبی“ صلی اللہ علیہ وسلم گمراہ کن کتاب ہے کیونکہ اس میں معراج شریف ایسے عظیم الشان معجزہ پر جس طرح تبصرہ کیا گیا ہے اس سے لادین اور مادہ پرست عناصر کے باطل خیالات اور فاسد افکار کو تقویت پہنچائی گئی ہے اس کے علاوہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد مبارک سے قبل و بوقت میلاد اور بعد از میلاد کے بے شمار ارہاسات و کرامات اور معجزات کو بھی جاہلانہ و متعصبانہ تنقید کا ہدف بنا کر ناقابل تسلیم قرار دیا گیا ہے۔

مولانا اشرف علی تھانوی صاحب کی رائے

اس سلسلے میں شبلی صاحب سے متعلق علماء دیوبند کے نامور عالم اور ان کے پیرومرشد جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی رائے قارئین کی خدمت میں پیش کی جاتی ہے۔

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں (تھانوی صاحب نے) فرمایا کہ فلاں صاحب نعمانی یہ نعمانی خوب لگایا جس سے دھوکا ہوتا ہے کہ شاید امام صاحب (ابوحنیفہؒ) کی اولاد میں سے ہوں یہ بھی سرسید احمد خاں کے قدم بہ قدم ہی ہیں۔ سیرت نبوی لکھی ہے جس پر آج کل کے نیچری فریفتہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو

شانیں ہیں۔ نبوت، سلطنت۔ ان میں سے صرف ایک شان سلطنت کو ان لوگوں نے لیا۔ اس کو شبلی نے بھی لیا ہے دوسری شان کو قریب قریب چھوڑ دیا۔ یہ لوگ اسی کو بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ اصل شان نبوت ہے ملکیت (سلطنت) اس کی تابع ہے مگر اس کا ان کے عقائد اور تحریرات میں کہیں نام و نشان نہیں یہ سب نیچریت کا اثر ہے ان لوگوں کے قلوب میں نہ دین ہے اور نہ کسی کی دینی عظمت، خود انبیاء علیہم السلام کی نہیں، اولیاء کی تو کیا ہوتی۔ نمونہ کے طور پر معراج ہی کو لیجئے۔ اس میں کس قدر گڑ بڑ مچا رکھی ہے۔ حالانکہ واضح بات ہے اگر حضور ﷺ کو خواب ہی میں معراج ہوئی حالت بیداری میں نہ ہوئی تو جس وقت کفار نے تکذیب کی اور کہا کہ بیت المقدس کا نقشہ بیان کرو اور فلاں فلاں چیزیں بتلاؤ تو حضور ﷺ فرمادیتے کہ وہ تو ایک خواب تھا اس سوال سے آپ کو خاص اہتمام کیوں ہوتا اور یہ اختلاف ہی نہ پڑتا اس حالت میں ان لوگوں کا اقرار شائع ایسا ہی ہے جیسے کسی سرپڑی چیز کا نبھانا پڑ جاتا ہے جو جی میں آیا لکھ مارا۔ نہ اصول ہیں نہ نقول، محض ناکافی عقل سے کام لینا چاہتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ جب سلف صالحین کا اتنا بڑا طبقہ اسی چیز کا قائل ہے یہ اتنا ہی سمجھ لیتے۔ خدا معلوم ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے جسکو اس قدر فہم اور عقل اور سمجھ نہیں تو پھر اپنے منصب سے زیادہ مباحث میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ عقلاً و نقلاً محقق ہے کہ نصوص اپنے ظاہر پر محمول ہوتے ہیں جب تک کہ کوئی قوی صارف نہ ہو۔ ورنہ پھر



نصوص کوئی چیز ہی نہ رہیں گے جو جس کے خیال میں آیا یا اپنی رائے میں آیا کہہ دیا۔ پھر یہ تمہاری کوئی کس طرح ماننے لگا جب کہ سلف کے اتنے بڑے طبقہ کی تم نہیں مانتے۔ پھر تو سب معاملہ ہی درہم برہم ہو جائے گا۔ پھر جب بزعم تمہارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام۔ تابعین۔ تبع تابعین۔ آئمہ مجتہدین کسی مسئلہ کو نہ سمجھ سکے تو تم بد عقل بد فہم کیا سمجھو گے۔

سچہ نسبت خاک را بعالم پاک

اصل بات یہ ہے کہ ان لوگوں کی نظر بالکل سطحی ہوتی ہے گو کسی کی وسیع بھی ہو کیونکہ وسعت تو تبحر ہے مگر خود تبحر کی دو قسمیں ہیں جو ایک مولوی صاحب نے بیان کی تھیں ایک کدو تبحر ہے ایک مچھلی تبحر۔ سو کدو تو اوپر اوپر پھرتا ہے اور تمام سمندر کو دیکھ لیتا ہے مگر اس کو قعر (گہرائی) دریا کی خبر نہیں اور مچھلی عمق پر پہنچتی ہے۔ سو یہ آج کل کے اس قسم کے لوگ اگر تبحر بھی ہوں تو کدو تبحر ہیں اوپر اوپر پھرتے ہیں۔ حقیقت کی کچھ خبر نہیں۔ بس ان لوگوں کو چند چیزیں یاد ہیں وہ بھی کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ نہ مبادی نہ اصول نہ فروغ من گھڑت جو جی چاہا جو منہ میں آیا بکد یا یا لکھ مارا۔ ساری دنیا کو اپنی طرح اندھا سمجھتے ہیں۔ اس کا بھی تو ان لوگوں کو خیال نہیں کہ آخر اور بھی تو دنیا میں لکھے پڑھے لوگ موجود ہیں وہ ہماری ان لچر اور بیہودہ تحریرات کو دیکھیں گے تو کیا کہیں گے یہ سب قلوب میں دین نہ ہونے

کے آثار ہیں۔ اللہ بچائے بد دینی اور جہل سے یہ دونوں بُری بلائیں ہیں۔ (افاضات یومیہ ج ۵۔ ص ۱۵۳/۱۵۴)

یہ رائے ہے شیخ علمائے دیوبند مولانا اشرف علی تھانوی کی شبلی صاحب اور ان کی پر فتن کتاب سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جسے آج کے نام نہاد روشن خیال بڑی اہمیت دیتے اور اسے ہی سیرت پاک کے سلسلے میں حجت سمجھتے ہیں۔ وائے بر حال ما۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب نے صد ہا خالی الذہن اور سادہ لوح پڑھے لکھے لوگوں کو غلط فہمیوں کا شکار بنا دیا۔

گر یہ کن بلبلا از رنج و غم  
چاک کن اے گل گریباں ازالم

نظام سرور قادری

ابو جہل کا پتھر

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قریش کے ایک مجمع سے واپس لوٹے تو ابو جہل قریش سے کہنے لگا۔ اے قریش! محمد ہمارے دین کو غلط قرار دینے، ہمارے باپ دادا کے طریقے کو بُرا بتانے، ہمارے دانشوروں کو بے وقوف ٹھہرانے اور ہمارے خداؤں کو جھوٹا کہنے سے باز نہیں آتے۔ اب میں نے قسم کھالی ہے کہ صبح سویرے ایک بہت بھاری پتھر جو مجھ سے اٹھ سکے گا لاؤں گا اور جب وہ نماز کے سجدے میں ہوں گے تو اس



پتھر کو ان پر اس قدر زور سے پھینکوں گا کہ ان کا سر کچلا جائے گا۔ پھر چاہے تم مجھے بے یار و مددگار چھوڑ دو یا میرے مددگار اور سہارا بن جاؤ۔ پھر بنو عبد مناف جو چاہیں میرے ساتھ برتاؤ کریں۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہوگی قریش بولے۔ خدا کی قسم ہم تجھے اس طرح بے یار و مددگار نہیں چھوڑیں گے تو جو چاہتا ہے کر گزر۔ صبح ہوتے ہی ابو جہل ایک بہت بھاری پتھر جیسا کہ اس نے کہا تھا لایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ میں تھے اس وقت آپ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کعبہ کی طرف اس طرح رخ انور کرتے کہ بیت المقدس بھی رخ انور کے سامنے ہوتا اور کعبہ معظمہ بھی آپ نے آکر نماز شروع کر دی۔ ادھر سے قریش بھی اپنی اپنی جگہ بیٹھے جو کچھ ابو جہل کرنے والا تھا اسے دیکھنے لگے وہ جونہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مارنے کے لئے آپ کی طرف بڑھا اور آپ کے قریب ہوا ہی تھا کہ اس کے ہاتھ اسی وقت شل ہو گئے اور پتھر نیچے گر پڑا اور وہ گھبرایا ہوا وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا قریش نے دیکھا کہ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے اور وہ سخت گھبراہٹ کی حالت میں آ رہا ہے۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا کہ اے ابو الحکم! تجھے کیا ہوا؟ ابو جہل نے کہا نہ پوچھو! تمہیں کیا بتاؤں ”قُمْتُ اِلَيْهِ لَا فَعَلَ بِهِ مَا قُلْتُ لَكُمْ الْبَارِحَةَ فَلَمَّا دَنُوتُ مِنْهُ عَرَضَ لِي دُونُهُ فَحُلَّ مِنَ الْاِبِلِ لَا وَاللّٰهِ مَا رَاَيْتُ مِثْلَ هَامَتِهِ وَلَا مِثْلَ قَصَرَتِهِ وَلَا اَنْيَا بِهِ لَفَحُلَّ قَطٍ فَهَمَّ بَنِي اَنْ يَّاكُلْنِي“ میں اپنے

اس اعلان اور وعدے کو جو تم سے کل رات کیا تھا پورا کرنے کے لئے محمد کی طرف بڑھا جب ان کے قریب پہنچا تو دیکھتا ہوں کہ ایک ایسا زبردست طاقتور، خوفناک سر اور موٹی گردن اور دانتوں والا اونٹ اس جیسا اونٹ میں نے کبھی نہیں دیکھا میرے سامنے آگیا اور منہ پھاڑے مجھے ہڑپ کرنے کو تھا چنانچہ یہ منظر دیکھ کر میرا برا حال ہو گیا اور میں جان بچا کروہاں سے بھاگ نکلا۔

(سیرت امام ابن ہشام مع الروض الانف ج. ۱ ص. ۱۸۸، ۱۸۷) (البدایہ والنہایہ امام ابن کثیر ج. ۳ ص. ۴۲/۴۳)

### فوائد

اس معجزہ سے کئی ایک فوائد و نتائج معلوم ہوئے ایک یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں نے آپ کو ناکام کرنے کے جس قدر منصوبے بنائے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے وہ سب کے سب ان کے لئے بے سود ثابت ہوئے۔ دوسرے یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کے ذکر کو مٹانے والے خود ہی مٹ گئے اور مٹ جائیں گے۔

۔ مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے

نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

### حضرت علیؑ کی آنکھ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خیبر



کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ”لَا تُعْطِينَ الرَّأْيَةَ رَجُلًا يَفْتَحُ اللَّهُ عَلَى يَدَيْهِ“ کہ میں جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ خیبر کی فتح عطا فرمائے گا تو صحابہ کرام اُمید کرنے لگے کہ آپ کس کو جھنڈا عطا فرماتے ہیں ہر ایک کی خواہش تھی کہ جھنڈا اس کو ملے تو آپ نے فرمایا ”أَيُّنَ عَلِيٍّ“ کہ علی کہاں ہے؟ آپ سے عرض کی گئی کہ ان کی آنکھوں میں درد ہے آپ نے فرمایا کہ انہیں بلاؤ۔ انہیں بلایا گیا ”فَبَصَقَ فِي عَيْنَيْهِ فَبَرَأَ مَكَانَهُ حَتَّى كَانَهُ لَمْ يَكُنْ بِهِ شَيْءٌ“ تو آپ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو وہ فوراً وہاں ہی ٹھیک ہو گئے اور ان کا درد بالکل جاتا رہا اور ایسے ہو گئے کہ انہیں کبھی بھی آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ حضرت علی بولے کہ ہم کافروں سے اس وقت تک لڑیں گے جب تک کہ وہ ہماری طرح مسلمان نہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کہ حوصلہ کرو۔ حتیٰ کہ ان کے ہاں جاؤ اور انہیں پہلے اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسلام قبول کر لیں تو انہیں اسلام کے فرائض کی تعلیم دو ”فَوَاللَّهِ لَأَنْ يُهْدَى بِكَ رَجُلٌ وَاحِدٌ خَيْرٌ لَكَ مِنْ حُمْرِ النَّعَمِ“ خدا کی قسم اگر تمہارے ذریعے ایک شخص کو راہِ راست نصیب ہو جائے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

(صحيح البخارى ج ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷،



نامی کی ہمارے ہاں خوب شہرت ہے اور ان کا سلسلہ بہت اہمیت اختیار کر چکا ہے انہوں نے ہمارا شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے اور ہمارے مذہب (بت پرستی) کو درہم برہم کر دیا ہے ان کی باتیں جادو کی حیثیت رکھتی ہیں وہ باپ، بیٹے، بھائی بھائی اور خاوند بیوی تک کے درمیان جدائی ڈال دیتے ہیں ہمیں تمہارے اور تمہاری قوم کے بارے میں اسی چیز کا اندیشہ ہے لہذا آپ ان سے کوئی بات نہ کرنا اور نہ ہی ان کی کوئی بات سننا۔ طفیل کہتے ہیں خدا کی قسم قریش مجھے اس حد تک تلقین کرتے رہے کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں محمد کی کوئی بات نہ سنوں گا اور نہ ہی ان سے کوئی بات کروں گا۔ یہاں تک کہ میں نے مسجد حرام میں جاتے ہوئے اسی اندیشے سے کہ کہیں ان کی آواز میرے کانوں میں نہ پڑ جائے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی کیونکہ میں قطعاً ان کی بات سننا پسند نہیں کرتا تھا۔ طفیل کہتے ہیں کہ میں صبح مسجد حرام میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے انہیں دیکھتے ہی میرے دل میں قدرتی کشش پیدا ہو گئی میں آنحضرت ﷺ کے قریب ہو گیا اور خدا کو یہی منظور تھا کہ میں آپ ﷺ کی باتیں سنوں۔ پس میں نے آپ ﷺ کا بیٹھا اور پیارا کلام سنا اور دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں بہترین شاعر ہوں۔ شعر و شاعری کی اچھائی اور بُرائی مجھ سے مخفی نہیں، اس شخص کی بات کو سن لینے میں کوئی حرج نہیں بس اگر وہ اچھی بات کہیں گے تو مجھے قبول کرنی چاہیے اور اگر بُری بات ہوگی تو میں اُسے چھوڑ

دوں گا۔ کہتے ہیں کہ میں وہاں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے جانے لگے تو میں آپ ﷺ کے پیچھے چلتا گیا جب آپ ﷺ گھر میں داخل ہو گئے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کی اے محمد! آپ ﷺ کی قوم نے مجھے آپ ﷺ کے خلاف بہت کچھ کہا ہے اور خدا کی قسم انہوں نے مجھے آپ ﷺ سے اس حد تک ڈرایا ہے کہ میں نے اس خیال سے کہ کہیں میں آپ ﷺ کی بات نہ سن لوں اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ آخر اللہ تعالیٰ کو یہی منظور تھا کہ میں آپ ﷺ کا دل نواز کلام سنوں چنانچہ مسجد حرام میں میں نے آپ ﷺ کا پیارا اور حسین کلام سنا۔ آپ ﷺ اپنا مدعی (مقصد) مجھے بتائیں۔ آپ ﷺ نے میرے آگے اسلام پیش کیا اور مجھے قرآن کریم سنایا۔ خدا کی قسم میں نے اس جیسا حسین کلام کبھی نہیں سنا تھا اور نہ اس کلام جیسی عمدہ چیز کبھی میرے کانوں میں پڑی۔ طفیل کہتے ہیں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اے اللہ کے نبی! میں اپنی قوم میں ایک سردار کا مقام رکھتا ہوں۔ میری قوم میرا کہا مانتی ہے۔ میں اپنی قوم کے پاس جاتا ہوں اور انہیں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے ایسی نشانی عطا فرمائے جس سے مجھے اپنے اس نیک مقصد میں مدد مل سکے۔ آپ نے دعا فرمائی ”اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لِّہٖ اٰیۃً“ ”یا اللہ طفیل کو ایک نشانی عطا فرما“، طفیل کہتے ہیں کہ میں اپنی قوم



کی طرف روانہ ہوا حتی کہ جب اس وادی میں پہنچا جہاں پہنچنے والے کو قوم دیکھ لیتی ہے تو میری دو آنکھوں کے درمیان چراغ کی طرح نور روشن ہو گیا تو میں نے دعا کی کہ یا اللہ اس نور کو یہاں کی بجائے کہیں اور بدل دے مجھے اس چیز کا اندیشہ ہے کہ میری قوم یہ نہ کہے کہ ان کے دین کو چھوڑنے کی وجہ سے میرا چہرہ بگڑ گیا ہے۔ حضرت طفیل کہتے ہیں کہ پھر وہ نور وہاں سے میری لاٹھی کے سرے میں منتقل ہو گیا ”فَجَعَلَ الْقَوْمُ يَتَرَاءُونَ ذَلِكَ النُّورَ فِي سَوْطِي كَالْقَنْدِيلِ الْمُعَلَّقِ وَأَنَا أَهْبِطُ إِلَيْهِمْ مِنَ الثَّنِيَّةِ“ کہ جب میں وادی میں سے اپنی قوم کی طرف اتر کر جا رہا تھا تو میری قوم کے لوگ اس نور کو میری سوئی کے سرے میں ایسے چمکتا دیکھ رہے تھے جیسے ہوا میں قندیل جل رہا ہو۔ حتیٰ کہ میں اسی طرح ان کے پاس پہنچا اور ان میں اسی طرح میری صبح ہوئی (کہ وہ نور میری سوئی میں برابر روشن رہا) اس کے بعد آپؐ (حضرت طفیل) کی ترغیب پر اسی روز ہی آپؐ کے والد ماجد اور آپؐ کی اہلیہ دونوں مسلمان ہو گئے۔

(سیرت ابن ہشام۔ القسم الاول۔ ص۔ ۲۸۲، الاصابہ ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۱۷)

البدایہ والنہایہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۹۹ ج۔ ۱۔ ص۔ ۱۵۳، ۲۷۸۔ واسد

الغابہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۵۲ وطبقات ابن سعد ج۔ ۲۔ القسم اول۔ ص۔ ۱۷۵)

فائدہ

اس معجزہ پاک سے معلوم ہوا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نہ

صرف خود نور ہیں بلکہ آپؐ جسے چاہیں نور بخش دیں اور نور بنادیں اور قرآن میں جو آپؐ کی صفت سراج منیر آئی ہے اس میں مُنِير کے معنی بھی نور عطا کرنے والے کے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بھی نور عطا فرما دیجئے۔

ماہِ مدینہ اپنی تجلی عطا کرے

یہ ڈھلتی چاندنی تو پہر دو پہر کی ہے

چاند کا دو ٹکڑے ہونا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپؐ کی دعا سے چاند دو ٹکڑے ہوا آپؐ نے فرمایا لوگو! دیکھ لو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مکہ والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چاند کو دو ٹکڑے کرنے کا معجزہ طلب کیا تو آپؐ کی دعا سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپؐ نے سب کو دکھلا دیا۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یوں مروی ہے ”إِنْ شَقَّ الْقَمَرُ فِی زَمَانِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں آپؐ کے اشارے سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔

(صحیح البخاری ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۵۱ ج۔ ۵۔ ص۔ ۲۲ ومسندا مام

احمد ج۔ ۵۔ ص۔ ۲۰۳، والبدایہ والنہایہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۱۸ ج۔ ۱۔ ص۔ ۷۷، ۷۸

وتفسیر ابن کثیر ج۔ ۲۔ ص۔ ۴۱۲ ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۶۱، وصحیح مسلم

جز۔ ۱۷۔ ص۔ ۱۳۵)



اس سے معلوم ہوا کہ خدا کے فضل و کرم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف اور آپ کا اختیار و قدرت آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے اندر ہے۔ سب پر چلتا ہے۔

تیری مرضی پا گیا سورج پھرا اٹھنے لگے قدم

تیرے انگلی اٹھ گئی مہ کا کیچہ چر گیا

سورج اٹھنے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک

اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی

ابولہب کی بیوی حضور اکرم ﷺ کو نہ دیکھ سکی

حضرت اسماء بنت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کلام ”تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ الْخ“ نازل ہوا ابولہب کی بیوی ام جمیل بنت حرب ہاتھ میں پتھر لئے حضور ﷺ کو مارنے کے لئے بڑی غضبناک حالت میں یہ کہتی ہوئی آئی ”مَذَمَّمَا أَبِينَا. وَدِينَهُ“ قَلِينَا وَامْرَهُ عَصِينَا“ یعنی ہم نے مذم (یعنی محمد) کا انکار کیا۔ ہم نے اس کے دین سے بیزاری اختیار کی اور ہم نے اس کے کہنے کی نافرمانی کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف رکھتے تھے اور حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے ساتھ بیٹھے تھے۔ جب حضرت ابو بکرؓ

نے اس عورت کو غضبناک حالت میں پتھر اٹھائے آتے دیکھا تو حضور ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی اور ایذا پہنچانے کی کوشش کرے گی۔ آپ نے فرمایا کہ!

”وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ

بِالْآخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُورًا“ (بنی اسرائیل: ۴۵) (یعنی اے محبوب جب

آپ قرآن پڑھتے ہیں تو ہم آپ کے اور آخرت کے منکروں کے

درمیان پردہ حائل کر دیتے ہیں) وہ آئی اور حضرت ابو بکر صدیق رضی

اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے

نظر نہ آئے۔ کہنے لگی اے ابو بکر! تمہارے ساتھی نے مجھے برا کہا۔ آپ

نے جواب دیا نہیں۔ کعبہ کے رب کی قسم! انہوں نے تجھے برا نہیں (بلکہ

خدا نے کہا ہے کہ وہ تو خدا کا کلام ہے ان کا نہیں) چنانچہ وہ یہ کہتی ہوئی

واپس چلی گئی ”قَدْ عَلِمْتُ قُرَيْشٌ أَنِّي ابْنَةُ سَيِّدِهَا“ (یعنی قریش

جانتے ہیں کہ میں ان کے سردار کی بیٹی ہوں۔

(تفسیر ابن کثیر - ج. ۳ - ص. ۴۳ - ج. ۴ - ص. ۵۶۲ - البدایہ والنہایہ

ج. ۶ - ص. ۲۷۱)

پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے مظہر میں اور اللہ تعالیٰ کی ایک صفت لطیف بھی ہے کہ دنیا میں کوئی شخص اسے چشم سر (سر کی آنکھ) سے نہیں دیکھ سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب چاہیں اپنی شان مظہریت کا اظہار فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے آپ کو ابولہب کی بیوی کی نظر سے غائب فرما کر اللہ تعالیٰ کی صفت لطافت کے مظہر ہونے کا اظہار فرمایا۔

”وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وصحبہ وبارک وسلم“

مصدر مظہریت پہ اظہار درود

مظہر مصدریت پہ لاکھوں سلام

بکری کا دودھ اُتر آیا

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں عقبہ بن ابی معیط (کافر) کی بکریاں چرایا کرتا تھا ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے ہاں سے گزر ہوا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا ”اے لڑکے، بکری کا دودھ ہے؟“ میں نے عرض کی ہاں۔ دودھ تو ہے لیکن یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں مالک کی اجازت کے بغیر میں بکری کا دودھ کیسے نکال کر دے سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسی بکری ہے جو گا بھن نہ ہوئی ہو اور نہ ہی کبھی اس کا دودھ اُتر ہو؟ یعنی نبی

جوان بکری جس کا ابھی بچہ نہ ہوا ہو اور نہ کبھی اس نے دودھ دیا ہو؟ میں نے ایسی بکری پکڑ کر حضور کے پیش کر دی آپ نے اپنے مبارک ہاتھ اس کے تھنوں کو لگائے (جو ابھی چھوٹے چھوٹے تھے اور جن سے دودھ اترنے کا کوئی ظاہری امکان نہ تھا) حضور کے ہاتھوں کی برکت سے اس کے تھن لمبے ہو گئے ان میں دودھ بھر گیا اور اترنے لگا۔ آپ نے ایک برتن میں اس کا دودھ نکالا، خود بھی پیا اور حضرت ابو بکر صدیق کو بھی پلایا پھر تھنوں کو حکم دیا کہ تم چڑھ جاؤ اور پہلے کی طرح ہو جاؤ چنانچہ اس کے تھن پہلے کی طرح ہو گئے۔ عبد اللہ کہتے ہیں نے عرض کی۔ حضور ﷺ! اس کلام سے کچھ کلام مجھے بھی تعلیم فرمائیں۔ آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ”يَرْحَمُكَ فَإِنَّكَ عَلَامٌ مُّعَلَّمٌ“ یعنی اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔ بلاشبہ تم علم والے ہو گئے تمہیں تعلیم دے دی گئی۔

(الاستيعاب القسم الاول. ص. ۹۸۷. والقسم الرابع. ص. ۱۲۰۱. والمسنند

لامام احمد. ج. ۴. ص. ۲۱۰. و ج. ۶. ص. ۱۹۰. والاصابه. ج. ۲. ص. ۳۶۱.

البدایہ والنہایہ. ج. ۳. ص. ۱۹۵. ۳۲. واسد الغابہ. ج. ۳. ص. ۲۵۶. وطبقات

امام ابن سعد. ج. القسم الاول. ص. ۱۰۶. ومسنند ابی داؤد۔ طیب السنی

ج. ۲. ص. ۴۷۰)

فائدہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست اقدس سے بکری کے تھنوں کو چھوا تو ان میں شیر معدوم موجود و موزن ہو گیا۔ یہاں



سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کا مقدور اور نبی کے اختیار میں ہوتا ہے اور دوسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اس کے اذن و ارادہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک معدوم جز کو موجود اور موجود کو معدوم کر سکتے ہیں نیز طاہری نعمتوں کے ساتھ علم و معرفت جیسی باطنی نعمت کے بھی آپ ہی قاسم ہیں گویا ہر نعمت آپ کے وسیلے سے ملتی ہے اور آپ کے دستِ کرم سے عطا ہوتی ہے۔

۔ اس کی بخشش ان کا صدق

دیتا وہ ہے دلاتے یہ ہیں

### ایک گستاخ کا انجام

حضرت ہبار بن اسود سے مروی ہے کہ ابولہب اور اس کا بیٹا عتیبہ شام کے سفر کی تیاری کر کے جانے لگے تو میں بھی اُن کے ساتھ ہو گیا عتیبہ کہنے لگا خدا کی قسم میں سفر سے پیشتر محمد ﷺ کے پاس جاتا ہوں اور اس کے خدا کے بارے میں اسے سنا کرتا ہوں۔ وہ یہ کہہ کر حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے محمد ﷺ میں ”نُمَّ دَنِي فَتَدَلِّي فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی“ والی ذات کا انکاری ہوں (میرا جو چاہو بگاڑ لو) آپ نے دعا کی ”اَللّٰهُمَّ سَلِّطْ عَلَیْهِ كَلْبًا مِنْ كَلَابِكْ“ یعنی خدایا! اس شخص عتیبہ پر اپنے کتوں (شیروں) میں سے ایک کتا (شیر) مسلط کر۔ وہ وہاں سے اپنے باپ کے پاس آیا۔ اس کے باپ نے

پوچھا کہ اے بیٹے تم نے محمد ﷺ سے کیا کہا۔ اس نے بتا دیا پھر اس نے پوچھا کہ محمد ﷺ نے تیرے بارے میں کیا کہا۔ اس نے وہ بھی بتا دیا۔ ابولہب بولا اے بیٹے خدا کی قسم۔ محمد ﷺ کی دعا خطا نہیں جاسکتی۔ حضرت ہبار کہتے ہیں کہ میں ان کے ساتھ چل پڑا۔ حتیٰ کہ ہم راہب (یہودی عالم) کے پاس آ کر ٹھہرے راہب بولا، اے عرب کے لوگو! تم یہاں کیسے آٹھہرے ہو یہاں تو شیر بکریوں کی طرح پھر رہے ہیں۔ کہیں تمہیں نہ کاٹ کھائیں۔ پھر ابولہب نے ہم سے کہا کہ تمہیں پتہ ہے میں ایک بوڑھا شخص ہوں اور میرا تم پر جو حق ہے وہ بھی تمہیں معلوم ہے اس شخص (محمد) نے میرے بیٹے کے بارے میں دعا کی ہے جس کا مجھے خطرہ ہے۔ تم راہب کے مکان میں سارا سامان اکٹھا کر کے ڈھیر بنا لو اور اس پر میرے بیٹے عتیبہ کا بستر کر دو اور اس کے آس پاس تم اپنے بستر لگا دو حضرت ہبار کہتے ہیں کہ ہم نے ایسا ہی کیا جب ہم رات کو سو گئے تو ایک شیر اندر گھس آیا اور ہمیں سو گھنے لگا ہم ڈر کے مارے خاموش پڑے رہے پھر وہ ہمیں چھوڑ کر سامان کے ڈھیر کے اوپر چڑھ گیا اور عتیبہ کا منہ سو گھ کر اسے اوپر سے نیچے زور سے پٹخ دیا اور اس کا سر چبا ڈالا۔ ابولہب بیدار ہوا تو اپنے بیٹے کا یہ حشر دیکھ کر کہنے لگا: ”قَدْ عَرَفْتُ اَنَّهُ لَا يَنْفَلْتُ مِنْ دَعْوَةِ مُحَمَّدٍ“ کہ مجھے یقین تھا کہ محمد کی دعا سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔



### فائدہ

اس سے معلوم ہوا کہ عناد و حسد اور تعصب و ہٹ دھرمی بھی انسان کو قبول حق سے باز رکھتی اور تباہ کر دیتی ہے اس لئے انسان کو چاہیے کہ تعصب و ہٹ دھرمی سے بالاتر ہو کر تحقیق کر کے حق کو پانے کے بعد اسے قبول کرنے میں تاخیر و تامل نہ کرے نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے جو بات نکلتی وہ ہو کر رہتی۔

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی  
دن کو کہا کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

### واقعہ معراج شریف

حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج میرے گھر آرام فرماتھے۔ آپ نے عشاء کی نماز پڑھی پھر سو گئے اور ہم بھی سو گئے پھر صبح ذرا پہلے آنحضرت ﷺ نے ہمیں بیدار کیا پھر آپ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی! میں نے تمہارے ساتھ نماز عشاء پڑھی تھی جیسا کہ تم نے اس وادی (مکہ) میں تم نے مجھے دیکھا تھا (کہ میں تمہارے ہاں سو گیا تھا) پھر میں بیت المقدس گیا وہاں میں نے نماز ادا کی پھر میں آسمانوں کی سیر کرنے کے بعد واپس آ گیا اور جیسا کہ تم دیکھ رہی ہو۔ تمہارے

ساتھ نماز صبح ادا کی۔ پھر آپ باہر جانے کے لئے کھڑے ہو گئے میں نے آپ ﷺ کی چادر مبارک کے ایک کونے سے آپ کو پکڑ کر کھینچا آپ ﷺ رُک گئے میں نے عرض کی اے اللہ کے نبی! آپ یہ واقعہ لوگوں کو نہ بتائیں کہ وہ اس میں آپ کو جھٹلائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا! خدا کی قسم میں یہ واقعہ لوگوں کو ضرور بتلاؤں گا۔ حضرت ہانی فرماتی ہیں کہ میں نے اپنی حبشیہ لونڈی سے کہا، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلی جا اور جا کر سن کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے کیا کہتے ہیں اور لوگ کیا جواب دیتے ہیں۔ پس جب آپ لوگوں کے پاس تشریف لے گئے تو ان سے معراج کا ماجرا بیان کیا انہیں بہت تعجب ہوا اور وہ آپ ﷺ سے پوچھنے لگے کہ اے محمد اس واقعہ کی صداقت کی دلیل کون سی ہے۔ ہم نے تو کبھی ایسی بات نہیں سنی؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی دلیل یہ ہے کہ میں فلاں وادی میں بنی فلاں قافلہ سے گزرا۔ میرے براق کی پرواز سے ان کے جانور ڈر گئے ان کا اونٹ بھاگ نکلا میں شام کی طرف پرواز کئے جا رہا تھا تو میں نے اس اونٹ کے بارے میں ان کی راہنمائی کی۔ پھر میں واپس آیا جب مکہ کے قریب ضحنان پہاڑ کے پاس تھا تو فلاں کے قافلہ سے میرا گزر ہوا۔ وہ سوئے ہوئے تھے ان کے برتن میں پانی تھا۔ جسے انہوں نے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے پانی کے اوپر سے ڈھکنا ہٹا کر پانی پیا پھر برتن کو ویسے ڈھک دیا جیسے وہ پہلے ڈھکا ہوا تھا اور اس کی نشانی یہ



ہے کہ وہ قافلہ اس وقت مقام تنعیم کے پاس ہے اس کے آگے بھورے رنگ کا اونٹ ہے جس پر دو بوریاں لدی ہوئی ہیں۔ کچھ لوگ تنعیم کی طرف بھاگے جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتایا تھا دیکھا تو وہ قافلہ آ رہا تھا۔ انہوں نے قافلہ والوں سے پانی کے برتن کے بارے میں دریافت کیا۔ تو قافلہ والوں نے تصدیق کر دی کہ اس برتن میں پانی تھا اسے ہم نے ڈھک کر رکھا تھا جب ڈھکنا ہٹایا تو اس میں پانی نہ تھا وہ قافلہ بھی مکہ میں پہنچا جن کا اونٹ ڈر کر بھاگا تھا لوگوں نے ان سے بھی پوچھا انہوں نے بھی تصدیق کر دی اور کہا کہ ہم نے ایک شخص کی آواز سنی جو ہمیں بھاگے ہوئے اونٹ کی نشاندہی کر رہا تھا حتیٰ کہ ہم نے اس گمشدہ اونٹ کو اس کی نشاندہی کے مطابق پایا۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں ہے کہ جب صبح ہوئی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو معراج کی خبر دی تو ان میں سے اکثر نے اسے تسلیم نہ کیا اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم قافلے مکہ سے شام تک کا سفر ایک مہینے میں طے کرتے ہیں یہ کیسے ممکن ہے کہ محمد ایک ہی رات میں یہ سفر طے کر لیں اور راتوں رات مکہ میں واپس آجائیں۔

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ جو اسلام لاچکے تھے اس واقعہ کو سن کر مرتد ہو گئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور آپ سے کہنے لگے آپ اپنے راہنما ساتھی کے

بارے میں کیا کہتے ہیں جنہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ آج رات بیت المقدس پہنچے اور وہاں نماز پڑھی (پھر آسمانوں کی سیر کر کے) واپس مکہ آ گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم جھوٹ بولتے ہو انہوں نے یہ بات نہیں کی (میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں آئی) وہ بولے۔ آپ چلے وہ مسجد حرام میں موجود ہیں اور لوگوں کو یہ واقعہ اب بھی سناتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق بولے۔ خدا کی قسم اگر انہوں نے یہ بات کی ہے تو سچ کی ہے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ خدا کی قسم ہم تو اس سے بھی بڑھ کر ان کی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ ان کے پاس خدا کی طرف سے آسمان سے دن اور رات میں وحی اُترتی ہے اور جس پر تم تعجب کا اظہار کر رہے ہو وہ تو اس سے بھی بڑھ کر عجیب بات ہے جسے (وحی کو) ہم مانتے ہیں تو معراج کی بات کو کیونکر نہ مانیں گے۔

پھر آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے نبی! کیا آپ نے لوگوں کو یہ بات بتائی ہے کہ آپ آج رات بیت المقدس میں تشریف لے گئے؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ حضرت ابو بکر نے عرض کی یا رسول اللہ مجھے بھی یہ واقعہ سنائیے کیونکہ بیت المقدس میرا دیکھا ہوا ہے حضرت حسن فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ دیکھ کر حضرت ابو بکر صدیق کو اس کی تفصیل بتاتے چلے گئے اور حضرت ابو بکر صدیق ”صَدَقْتَ يَا رَسُولَ



اللہ“ کہتے ہوئے تصدیق کرتے چلے گئے۔ یعنی آپ نے صحیح فرمایا  
 ”أَشْهَدُ أَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ آپ اللہ  
 کے رسول ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات پر صدیق اکبر  
 یہی کہتے چلے گئے حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب واقعہ بیان  
 کر کے ختم کیا تو حضرت صدیق اکبر سے فرمایا ”وَأَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ  
 الصِّدِّيقُ“ یعنی اے ابوبکر اب تم صدیق کہلاؤ گے چنانچہ اس روز  
 حضور نے آپ کو صدیق کا لقب دیا۔

حضرت ابوسعید خدری سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا جب میں بیت المقدس میں نماز  
 وغیرہ سے فارغ ہوا تو میرے پاس سیڑھی لائی گئی اور اس سے خوب  
 صورت چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی اور یہ وہی سیڑھی ہے جس کی طرف  
 تمہارا مرنے والا مسلمان بھائی مرتے وقت دیکھتا ہے تو میرے ساتھی  
 (جبریل) مجھے اس پر چڑھا کر لے گئے حتیٰ کہ جب آسمانوں کے  
 دروازوں میں سے ایک دروازے پر پہنچے جسے باب الحفظہ کہا جاتا ہے  
 اس پر ایک فرشتہ مقرر ہے جس کا نام اسمعیل ہے بارہ ہزار فرشتے اس  
 کے تابع تھے پھر ہر فرشتے کے تابع بارہ ہزار فرشتے تھے۔ جب  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات فرماتے اس وقت اللہ کا یہ ارشاد  
 تلاوت فرماتے ”وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ“ تیرے رب کے  
 لشکروں کو وہ آپ ہی جانتا ہے جب جبریل مجھے کسی آسمان پر لے

جائے تو کہا جاتا جبریل یہ کون ہیں۔ جبریل کہتے ہیں یہ محمد ﷺ ہیں محافظ  
 فرشتہ پوچھتا کیا آپ کو بلایا گیا ہے جبریل جواب دیتے ہیں ہاں بلایا  
 گیا ہے تو وہ فرشتہ میرے حق میں دعائے خیر کرتا۔

امام ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے بعض اہل علم نے بعض  
 صحابہ سے سن کر بتایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ  
 جب میں دنیا کے آسمان پر پہنچا تو ہر فرشتہ نے مجھ سے خوش خوش اور ہنس  
 کر ملاقات کی۔ اچھی بات کہتا اور اچھی دعا کرتا۔ حتیٰ کہ مجھے ایک فرشتہ  
 ملا اس نے پہلے فرشتوں کی طرح کہا اور ان کی طرح دعا کی لیکن وہ خوش  
 نہ تھا اور نہ ہی ہنسا اور میں نے اس میں خوشی کی ایسی کوئی بات نہ دیکھی  
 جو دوسرے فرشتوں میں مجھے نظر آتی تھی تو میں نے جبریل سے کہا کہ  
 ارے جبریل یہ کون سا فرشتہ ہے جس نے باتیں تو وہی کہی ہیں جو  
 دوسرے فرشتوں نے کہی ہیں لیکن اس میں خوشی اور مسرت کی کوئی ایسی  
 بات مجھے نظر نہیں آتی جیسی دوسرے فرشتوں میں مجھے نظر آئی  
 ہے؟ جبریل نے عرض کی یا رسول اللہ اگر آپ سے پہلے کسی کے سامنے  
 یہ خوش ہوا یا ہنسا ہوتا تو آپ کے سامنے ضرور خوش ہوتا اور ہنستا لیکن یہ  
 ہنستا ہی نہیں۔ اس کا نام مالک ہے اور یہ دوزخ کا منتظم ہے۔ اس پر  
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے جبریل سے کہا اے  
 جبریل آپ کا وہ مقام ہے جسے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے یوں بیان کیا  
 ہے ”مُطَاعٌ ثُمَّ آمِينَ“ یعنی فرشتے اس کا حکم مانتے ہیں وحی کا امانت



دار ہے کیا آپ اس فرشتے کو حکم نہیں دے سکتے کہ یہ ہمیں دوزخ دکھلائے۔ جبریل نے عرض کی کیوں نہیں یا رسول اللہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے دوزخ کے فرشتے سے فرمایا۔ اے مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوزخ کا مشاہدہ کرایئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر دوزخ کا پردہ ہٹا دیا گیا تو میں نے دیکھا کہ وہ جوش مار رہی ہے اور اس کے شعلے اس قدر تیزی و تندی سے بلند ہونے لگے کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ یہ کہیں ہر اس چیز کو نہ جلا ڈالیں جسے میں دیکھ رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے جبریل سے کہا کہ مالک سے کہو کہ اسے پہلی جگہ پر کر دے چنانچہ حضرت جبریل نے اُسے حکم دیا تو وہ اپنی جگہ پر ہو گئی جہاں سے ظاہر ہوئی تھی۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں جب دنیا کے آسمان میں داخل ہوا (اور اس کے اوپر پہنچا) تو میں نے وہاں ایک شخص کو بیٹھا دیکھا بنی آدم کی روحوں اس کے حضور پیش کی جاتی تھیں کچھ روحوں کو تو وہ دعائے خیر دیتے اور ان سے خوش ہوتے اور کچھ روحوں پر افسوس کرتے اور غمگین ہو جاتے اور فرماتے یہ گندی روحوں ہیں جو گندے جسم سے برآمد ہوتی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے حضرت جبریل سے کہا کہ یہ کون صاحب ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہ آپ کے

باپ حضرت آدم ہیں۔ انکی اولاد کی روحوں ان کے حضور پیش کی جاتی ہیں جب نیک روح آپ کے پیش ہوتی ہے اس پر آپ خوش ہوتے ہیں اور فرماتے ہیں نیک روح نیک جسم سے نکلتی ہے۔ اور جب کافر کی روح پیش ہوتی ہے فرماتے ہیں افسوس اور اس سے ناپسندیدگی کا اظہار کرتے اور فرماتے ہیں کہ گندی روح گندے جسم سے نکلتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دوزخ میں کچھ ایسے لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے ہاتھوں میں آگ کے انگارے تھے جنہیں وہ اپنے منہ میں ڈالتے تو وہ انگارے ان کے پیٹ اور آنتوں سے گزر کر نیچے سے نکل جاتے۔ میں نے جبریل سے کہا کہ اے جبریل یہ کون سے لوگ ہیں۔ جبریل نے عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے بڑے بڑے پیٹ والے لوگوں کو آل فرعون کے راستے پر دیکھا میں نے اس سے بڑے پیٹ والے کبھی نہیں دیکھے فرعون اور اس کے ساتھیوں کو پیاسے اونٹوں کی طرح دوزخ کے پیش کیا جاتا ہے اور وہ ان بڑے پیٹ والوں کو اپنے پاؤں تلے روند کر اوپر سے گزر جاتے ہیں لیکن وہ بڑے پیٹ والے وہاں سے ادھر ادھر ہلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ میں نے جبریل سے کہا یہ کون لوگ ہیں۔ جبریل نے عرض کی کہ یہ وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے ہیں۔



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میرا گزر ایسے لوگوں سے ہوا جن کے سامنے پاکیزہ اور ستھرا گوشت رکھا ہے اور ایک طرف گندہ اور بدبودار گوشت ہے تو وہ پاکیزہ کو چھوڑ کر اس گندے گوشت کو کھا رہے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت جبریل سے کہا کہ اے جبریل یہ کون سے لوگ ہیں۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی بیویوں کو جنہیں اللہ نے ان کے لئے حلال کیا چھوڑ کر زنا کی طرف جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میں نے کچھ عورتیں دیکھیں جنہیں ان کی چھاتیوں سے لٹکایا گیا تھا۔ میں نے پوچھا جبریل یہ کون سی عورتیں ہیں؟ انہوں نے عرض کی یہ وہ خاوندوں والی عورتیں ہیں جو زنا کی مرتکب ہوئیں۔

امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ حضرت ابوسعید خدری کی حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر جبریل مجھے دوسرے آسمان پر لے گئے اس میں دو خالہ زاد بھائی عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا تھے پھر جبریل مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے وہاں میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح تھا میں نے کہا جبریل! یہ کون ہیں انہوں نے عرض کی یہ آپ کے بھائی یوسف بن یعقوب ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر جبریل مجھے چوتھے

آسمان پر لے گئے وہاں حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”وَرَفَعْنَا هُمْ مَكَانًا عَلِيًّا“، یعنی ہم نے اسے اونچی جگہ پر اٹھالیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ پھر مجھے جبریل پانچویں آسمان پر لے گئے وہاں ایک پختہ عمر والے شخص تھے جن کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے بڑی داڑھی والے، میں نے ان جیسا خوبصورت بزرگ کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون سے بزرگ ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ حضرت ہارون بن عمران ہیں جو اپنی قوم میں محبوب تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر جبریل مجھے چھٹے آسمان پر لے گئے تو میں نے وہاں لمبے قد والا حسین شخص دیکھا گویا کہ وہ شنوء قبیلے کا ایک فرد ہے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کون ہیں۔ انہوں نے عرض کی کہ یہ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران ہیں پھر جبریل مجھے ساتویں آسمان پر لے گئے وہاں میں نے ایک معمر بزرگ کو بیت المعمور کے قریب کرسی پر بیٹھے پایا بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں جو قیامت تک دوبارہ آنے کی باری نہیں پائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کوئی شخص نہیں دیکھا جو اس سے بڑھ کر مجھ سے مشابہت رکھتا ہو اور نہ ہی ایسا شخص جو مجھ سے زیادہ اس سے مشابہت رکھتا ہو۔ میں نے جبریل سے پوچھا کہ یہ کون ہیں انہوں نے عرض کی کہ یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام



آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت جبریل مجھے جنت میں لے گئے اس میں میں نے ایک نہایت ہی خوبصورت اور حسین جوان لڑکی دیکھی (جو جنت کی حور تھی) میں نے اس سے پوچھا کہ تجھے میں نے دیکھا تو تو مجھے بہت ہی پسند آئی ہے تو کس کے لئے ہے۔ کہنے لگی کہ میں آپ کے صحابی حضرت زید بن حارثہ کے لئے ہوں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کو اس کی خوشخبری سنائی۔

(سیرت ابن ہشام القسم الاول ۴۰۴/۳۹۶، صحیح مسلم ج. ۲، ص. ۲۲۱/۲۱۴، تفسیر ابن کثیر ج. ۳، ص. ۲۲۱/۲، و سنن نسائی ج. ۱، ص. ۲۱۸)

### فائدہ

جنت چونکہ آپ کی جاگیر ہے خدا نے آپ کو اس کا مالک بنا دیا اس لئے آپ کو اس کی سیر کرائی گئی اور جو آپ نے حور سے سوال فرمایا وہ لاعلمی سے نہیں بلکہ حکمت پر مبنی تھا آپ نے عرش کے اوپر لا مکاں تک سیر فرمائی۔

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے نئے نئے لے طرب کے ساماں عرب کے مہماں کے لئے تھے بچا جو تلوؤں کے انکا دھوون بنا وہ جنت کا رنگ و روغن جنہوں نے دولہا کی پائی اترن وہ پھول گلزار نو کے تھے۔

### شب ہجرت

حضرت محمد بن کعب القرظی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مشرکین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف فیصلہ کن پروگرام طے کرنے کو جمع ہوئے ان میں ابو جہم بن ہشام بھی تھا۔ سارے مشرکین مل کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر گئے اور ابو جہم نے ان سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ محمد کا خیال ہے کہ اگر تم ان کی پیروی کرو گے تو عرب و عجم کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ پھر مرنے کے بعد تمہیں قبر سے اٹھایا جائے گا اور تمہیں جنت ملے گی اور اردن کے حسین باغات کی طرح باغات ملیں گے اگر ایسا نہ کرو گے تو تم سے جنگ کی جائے گی اور تم مرنے کے بعد ہمیشہ ہمیشہ آگ میں جلائے جاتے رہو گے حضرت محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ آپ اٹھے اور ایک مٹھی مٹی اٹھائی اور ابو جہم سے مخاطب ہو کر فرمایا بلاشبہ میں وہی بات کہتا ہوں جو ابھی تم کہہ رہے تھے اور تم سے بھی وہی کہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈالا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ آپ نے کلام الہی یسین، والقرآن الحکیم سے فہم لا یبصرون تک کی تلاوت کی اور سب کے سروں پر مٹی ڈالی کسی کو خالی نہ چھوڑا اور جہاں سے باہر نکلنا چاہتے تھے وہاں سے باہر نکل



گئے۔ لیکن مشرکین یہ سمجھتے تھے کہ آپ گھر میں ہیں اور ہمارے محاصرہ میں بے بس ہو چکے ہیں۔ کسی اور نے آنحضرت کو باہر جاتا ہوا دیکھا تو ان لوگوں سے آکر کہا کہ تم لوگ کس کی انتظار میں ہو؟ مشرکین کہنے لگے کہ محمد کی انتظار میں ہیں وہ کہنے لگا کہ خدا تعالیٰ نے تمہیں ناکام کر دیا۔ خدا کی قسم محمد تو یہاں سے نکل گئے اور تمہیں پتہ تک نہیں چلا اور تمہارے سب کے سروں پر مٹی بھی ڈال گئے۔ ذرا سروں پر ہاتھ پھیر کر تو دیکھو۔ سب نے اپنے اپنے سروں پر ہاتھ پھیرا تو مٹی نیچے جھڑنے لگی آخر وہ گھر میں جھانک کر دیکھنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر حضرت علی رضی اللہ عنہ چادر اوڑھے لیٹے ہوئے تھے کہنے لگے خدا کی قسم یہ محمد سوئے ہوئے ہیں۔ یہ ان کی چادر ہے جسے انہوں نے اوڑھا ہوا ہے اسی خیال میں وہاں کھڑے رہے حتیٰ کہ صبح ہو گئی تو حضرت علی اس بستر سے اٹھ کر کھڑے ہوئے، اس پر ان کے منہ سے بے ساختہ نکلا ”وَاللّٰہُ لَقَدْ كَانَ صَدَقْنَا الَّذِیْ حَدَّثَنَا“ یعنی خدا کی قسم جس نے ہمیں ان کے چلے جانے کی خبر دی تھی اس نے سچ کہا تھا۔

(سیرت ابن ہشام القسم الاول، ص ۴۸۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۳۰۳، مسند امام احمد ج ۴، ص ۲۱۹، اسد الغابہ ج ۴، ص ۱۹)

فائدہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مٹی پھینکی تھی وہ سب کافروں

کے سروں پر اور سب کی آنکھوں میں جا پہنچی۔ یہ ایک معجزہ ہوا اور آپ کا ان کے محاصرہ کے باوجود ان کو نظر آئے بغیر نکل جانا دوسرا معجزہ ہوا اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر چاہیں تو موجود ہوتے ہوئے بھی دیکھنے والے کو نظر نہ آئیں۔ یعنی آپ کے نظر نہ آنے سے آپ کے وجود باوجود کی نفی نہیں ہوتی۔

### ام معبد کی بکری

ام معبد کا نام عاتکہ بنت خالد ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرتے ہوئے اس کے خیمہ سے گزرے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ بھی۔ ہجرت کرنے والے اس چھوٹے سے مقدس قافلہ کو بھوک پیاس لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے ام معبد سے گوشت اور کھجور دریافت کی تاکہ اس سے خرید لیں لیکن اس کے ہاں نہ گوشت تھا نہ کھجور بلکہ اتفاق سے کھانے پینے کی کوئی چیز بھی نہ تھی اس لئے مسافروں کی خدمت کے بے پناہ جذبے کے باوجود ام معبد نے معذرت کی کہ میرے ہاں کچھ ہوتا تو میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتی۔ ہم لوگ آج کل قحط کی وجہ سے پریشان ہیں بکریوں کا دودھ تک خشک ہوا جا رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ام معبد کے خیمے کے ایک گوشے میں ایک بکری کھڑی ہے آپ نے فرمایا ”ما هذا الشاة یا ام



معبد؟“ یعنی اے ام معبد یہ بکری کیسی کھڑی ہے؟ اس نے عرض کی ”شَاةٌ خَلَفَهَا لَجْهَدٍ عَنِ الْغَنَمِ“ یعنی یہ بکری چارہ نہ ملنے کی وجہ سے اس قدر کمزور ہو چکی ہے کہ دوسری بکریوں کے ساتھ جا کر نہیں چل پھر سکتی۔ آپ نے پوچھا ”هَلْ بِهَا مِنْ لَبَنٍ“ یعنی کیا اس میں کچھ دودھ ہوگا؟ اس نے عرض کی ”هِيَ أَجْهَدُ مِنْ ذَلِكَ“ یعنی یہ بکری بھوک کی مشقت کی وجہ سے بہت کمزور ہو چکی ہے اس سے دودھ کی کوئی توقع نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تو مجھے اس بات کی اجازت دیتی ہے کہ میں اس سے دودھ نکالوں؟ اس نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں اگر آپ کو توقع ہے تو میری طرف سے اجازت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بکری کو اپنے پاس منگوا لیا اور اس کے تھنوں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ پڑھی اور اس کے بارے میں دعا فرمائی اس وقت اس کے تھن دودھ سے بھر گئے اور دودھ جوش کے ساتھ اُترنے لگ گیا آپ نے برتن طلب کیا جس میں اس قدر دودھ آجائے جو جماعت کو کافی ہو اور خوب دودھ نکلا حتیٰ کہ بڑا برتن بھر گیا۔ آپ نے ام معبد کو بلایا انہوں نے بھی پیٹ بھر کر پی لیا پھر اپنے صحابہ کو بلایا انہوں نے بھی پیٹ بھر کر پیا۔ آپ نے دوبارہ اسی برتن میں دودھ نکالا وہ دوبارہ بھی دودھ سے بھر گیا اور آپ نے دودھ کا وہ بھرا ہوا برتن ام معبد کے پاس چھوڑا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ دیکھا تو کلمہ پڑھنے لگی۔ آپ نے اسے اسلام میں داخل کیا۔ پھر

وہاں سے چل دیئے کچھ دیر گزری کہ اس کا خاوند ابو معبد اپنی بکریوں کو ہانک کر لایا جب اس نے گھر میں دودھ کا بھرا ہوا برتن دیکھا تو اسے تعجب ہوا اور پوچھنے لگا اے ام معبد یہ دودھ کہاں سے آیا بکری تو اس قابل نہ تھی کہ اس سے دودھ نکالا جاتا اور گھر میں کوئی دوسرا جانور بھی نہ تھا جس سے دودھ نکالا جاتا۔ ام معبد کہنے لگی کہ خدا کی قسم ایک برکت والی شخصیت کا یہاں سے گزر ہوا جس کا میں نے یہ کمال دیکھا ہے پھر سارا واقعہ سنایا۔ ابو معبد بولا خدا کی قسم یہ قریش میں سے ایک صاحب ہیں جن کا مکہ میں ہم نے چر چا سنا ہے ”لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ أَضْحِبَهُ وَلَا فَعَلْتُ إِنَّ وَجَدْتُ إِلَى ذَلِكِ سَبِيلًا“ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اگر کوئی چارہ نکل آیا تو میں اس پر ایمان لا کر اس کے غلاموں میں شامل ہو جاؤں۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الاول، ۲۸۷، حاشیہ ۲، الاصابہ، ج ۳، ص ۴۴، والا مستیعاب القیسم الرابع، ۱۸۷۲، البدایہ والنہایہ، ج ۳، ص ۱۹۰، وج ۲، ص ۱۰۲/۲۹، اسد الغابہ، ج ۱، ص ۳۷۷)

### فائدہ

معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معجزہ کے اظہار کی قدرت ہوتی ہے اور وہ اس سلسلے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مختار ہوتا ہے نیز یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ام معبد کے گھر کو دودھ سے بھر کر ان کی بلا و مصیبت اور قحط زدگی کو دور فرما دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ اللہ



تعالیٰ نے آپ کو دافع البلاء اور مشکل کشا کیا ہے۔

۔ کیوں رضا مشکل سے ڈرے

جب نبی مشکل کشا ہو

سراقہ کا گھوڑا زمین میں دھنس گیا

حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ ہجرت کو روانہ ہوئے تو قریش نے اعلان کیا کہ جو شخص محمد کو پکڑ کر لائے گا اسے انعام میں ایک سو اونٹ دیئے جائیں گے میں اپنی قوم کے کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ہماری قوم کا ایک شخص ہمارے پاس آ کر کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں نے تین سوار دیکھے ہیں جن کا ہمارے قریب سے گزر ہوا میں سمجھتا ہوں کہ محمد اور اس کے ساتھی ہی ہیں میں نے اسے اشارہ کیا کہ خاموش رہو اور میں نے کہا کہ غالباً وہ بنی فلاں ہوں گے جو اپنا گمشدہ مال تلاش کرتے ہوں گے وہ خاموش ہو گیا۔ حضرت سراقہ جو (اس وقت مسلمان نہ تھے) کہتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر بعد وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر آ گیا اور اپنے گھوڑے پر زین وغیرہ رکھنے کا خادم کو حکم دیا اور اپنے ہتھیار منگائے اور میں نے قرعہ ڈالا تو وہ قرعہ نکلا جو مجھے پسند نہ تھا یعنی اس پر لکھا تھا (لا یضرہ) اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن اس کے باوجود مجھے امید تھی کہ میں انہیں قریش کے ہاں واپس

لانے میں کامیاب ہو جاؤں گا اور ایک سو اونٹ انعام حاصل کروں گا۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں گھوڑے پر سوار ہو گیا گھوڑا بڑی تیزی سے دوڑ رہا تھا اچانک اسے ٹھوکر لگی تو وہ جھکا اور میں اس سے گر پڑا۔ میں نے دل میں کہا کہ یہ کیا ہوا۔ میں نے دوبارہ قرعہ ڈالا تو وہی قرعہ نکلا (لا یضرہ) یعنی اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ اس کے باوجود میں نے اپنے عزم کو قائم رکھا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اسے تیز دوڑاتا ہوا جا رہا تھا کہ پھر دوسری بار گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور وہ جھکا تو میں پھر گر پڑا اور میں حیران تھا کہ یہ کیا پھر قرعہ ڈالا تو وہی قرعہ نکلا جو مجھے پسند نہ تھا یعنی (لا یضرہ) کہ اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا پھر بھی میں نے حوصلہ قائم رکھا اور مجھے واپس لوٹنے کی نہ سوجھی۔ گھوڑے پر سوار ہو گیا حتیٰ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر صدیق اور ان کے غلام (عامر بن فہیرہ) پر مشتمل چھوٹے سے مقدس قافلے کے قریب جا پہنچا اور مجھے اُمید ہو گئی کہ اب میں کامیاب ہوا لیکن گھوڑے کو پھر ٹھوکر لگی اور اس کے دونوں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور میں گر پڑا گھوڑے نے زور لگا کر مشکل سے دونوں پاؤں زمین سے نکالے لیکن گھوڑے نے زور لگا کر مشکل سے دونوں پاؤں زمین سے نکالے لیکن گھوڑے کے ان دونوں پاؤں کے نیچے سے دھواں نکلنے لگا کہ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے آگ ہے۔

جب میں نے یہ صورتحال دیکھی تو مجھے یقین ہو گیا کہ میں ان کے اس



قدر قریب پہنچنے کے باوجود بھی اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا ہوں اور یہ لوگ ضرور غالب آکر رہیں گے اس کے بعد میں نے حضور کو پکار کر کہا کہ میں سراقہ بن مالک ہوں مجھے مہلت دیجئے اور معاف کیجئے تاکہ میں آپ سے ضروری گذارش کر سکوں۔ خدا کی قسم اس میں شک نہ کیجئے مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہوگی جو آپ کو ناپسند ہو۔ سراقہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اس سے کہو کہ تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ حضرت ابو بکر صدیق نے مجھ سے کہا تو میں نے عرض کی کہ مجھے ایک تحریر عنایت فرمائیں جو آپ کے اور میرے درمیان نشانی کے طور پر رہے (حضرت سراقہ کا مقصد زمانہ غلبہ و فتح مکہ میں حضور سے امان کی چھٹی حاصل کرنا تھا کیونکہ انہیں یقین ہو گیا تھا کہ آپ ایک روز سب پر غالب آکر رہیں گے)۔

آپ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اسے لکھ دو۔

حضرت ابو بکر صدیق نے ایک ہڈی کے اوپر لکھا اور اسے میری طرف پھینک دیا۔ اسے میں نے اٹھا کر اپنی ہتھیلی میں محفوظ کر لیا اور واپس آ گیا اور گھر آ کر خاموش رہا اس واقعہ کا کسی سے ذکر نہ کیا۔ حتیٰ کہ جب مکہ معظمہ فتح ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین و طائف سے فارغ ہو گئے تو میں وہی لکھا ہوا اپنے ہمراہ لے کر حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کو نکلا اور جعرانہ (جو کہ طائف کے درمیان پانی

ہے) آپ کے انصار کی ایک جماعت میں داخل ہو گیا تو وہ مجھے نیزوں کے ذریعے اپنے آپ سے دور رکھنے لگے اور کہنے لگے ہم سے دور ہو۔ تمہارا یہاں کیا کام؟ سراقہ کہتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ آپ اپنی اونٹنی پر سوار تھے اور آپ کی پنڈلی مبارک کو میں نے دیکھا کہ رکاب میں انگاروں کی طرح چمک رہی ہے۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے وہ تحریر ہاتھ میں لی اور حضور سے عرض کی اے اللہ کے رسول یہ آپ کی تحریر ہے میں سراقہ بن مالک ہوں۔ حضور نے فرمایا آج تمہارا عہد پورا ہوگا اور تم سے نیک سلوک ہوگا۔ قریب آ جاؤ میں حضور کے قریب ہو گیا اور کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو گیا پھر مجھے حضور سے کوئی بات پوچھنی تھی جسے میں موقع پر یاد نہ کر سکا البتہ اس قدر عرض کیا اے اللہ کے رسول کچھ گم شدہ اونٹ میرے تالاب پر آتے ہیں اور پانی پیتے ہیں جسے میں نے صرف اپنے اونٹوں کے لئے بھرا ہوا ہے، کیا مجھے ان گم شدہ اونٹوں کو اپنے تالاب سے پانی پلانے میں اجر و ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں اس میں اونٹوں کی کیا تخصیص ہے ہر بھوکے پیاسے جانور کو پانی پلانے میں اجر و ثواب ہے۔

حضرت سراقہ فرماتے ہیں کہ پھر میں اپنی قوم میں واپس آ گیا پھر اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنا صدقہ لے گیا "فَسَقْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



(سیرت ابن ہشام۔ القسم الاول۔ ۳۸۹۔ صحیح البخاری

جزو۔ ۴۔ ص۔ ۲۳۵۔ ج۔ ۵۔ ص۔ ۷۶۔ البدایہ والنہایہ۔ ج۔ ۱۸۵۔ ۳۔ ج۔ ۶۔ ۱۹۴۔

صحیح مسلم جزو۔ ۳۔ ۱۸۱۳۔ ۲۔ ج۔ ۲۶۲۔ طبقات ابن سعد

ج۔ ۳۔ القسم الثانی۔ ۸۱)۔

### فائدہ

عہد و معاہدہ کا پورا کرنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔  
حضرت سراقہ کا آپ کی خدمت میں صدقہ لے کر جانا۔ حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کے لئے نہیں غرباء کے لئے تھا جب کہ صدقہ سے زکوٰۃ مراد  
ہو۔

### عکاشہ کی تلوار

حضرت عکاشہ بن محسن بن حرثان الاسدی۔ حلیف بنی شمس  
بن عبد مناف نے بدر کے روز اپنی تلوار سے لڑائی کی۔ حتیٰ کہ وہ ان کے  
ہاتھ میں ٹوٹ کر ناکارہ ہو گئی۔ تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
اقدس میں حاضر ہوئے آپ نے ان کو ایک چھڑی عطا فرمائی اور  
فرمایا ”قَاتِلْ بِهَذَا يَا عُكَّاشَةُ“ یعنی اے عکاشہ اس سے جہاد کرو اور  
لڑو۔ جونہی اس چھڑی کو حضرت عکاشہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے  
مبارک ہاتھ سے لے کر پکڑا اور اسے حرکت دی تو وہ چھڑی تلوار بن گئی  
اور وہ ایک لمبی، مضبوط اور سفید لوہے والی چمکیلی تلوار ہو گئی۔ حضرت  
عکاشہ نے جا کر پھر اس تلوار سے لڑائی کی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں  
کو فتح سے نوازا اور اس تلوار کا نام اس کے بعد ”الْعَوْنُ“ رکھا گیا۔ پھر  
وہ تلوار ہمیشہ ان کے پاس رہی اور وہ حضور کے ساتھ تمام جنگوں میں  
شریک رہے ”حَتَّى اسْتُشْهِدَ فِي يَوْمِ الرِّدَّةِ“ کہ مرتدین سے  
لڑائی کے یوم میں وہ شہید ہو گئے۔ غالباً جنگ موتہ میں شہادت پائی۔

(سیرت ابن ہشام۔ القسم الاول۔ ۲۳۷۔ الاستیعاب۔ القسم

الثالث۔ ۱۰۸۔ البدایہ والنہایہ۔ ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۹۔ اسد لغابہ۔ ج۔ ۴۔ ص۔ ۳)۔

### فائدہ

معلوم ہوا کہ معجزہ نبی کے اختیار و قدرت میں ہے نیز یہ کہ نبی  
اپنے معجزے سے چیزوں کی جنس و حقیقت اور ماہیت بدل سکتے ہیں اور



یہ کہ نبی کی دی ہوئی چھڑی تلوار بن کر مدد کر سکتی ہے اور اس کا نام بھی ”الْعَوْن“ سراپا مدد رکھا گیا تو خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات عون و معین مددگار کیونکہ نہیں کہلا سکتی اور یہ کہ حضور نافع بھی ہیں اور دافع البلاء بھی کہ عکاشہ کی پریشانی کو آپ نے دور کر دیا۔

مجبور ہیں ہم تو فکر کیا ہے  
تم کو تو ہے اختیار آقا

### حضرت نوفل کے نیزے

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے اور بدر کے روز کفار کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں شریک تھے پھر گرفتار ہو گئے اور قیدی بنائے گئے جب فدیہ لے کر قیدیوں کے رہا کرنے کا طے ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ تم بھی فدیہ دے کر رہا ہو جاؤ نوفل بولے میرے پاس کوئی مال نہیں جس سے میں فدیہ دے سکوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم فدیہ میں اپنے وہ نیزے دے دو جو جدہ میں ہیں۔ نوفل نے کہا ”وَاللّٰهُ مَا عَلِمَ أَحَدٌ لِّيْ بِجَدَّةٍ أَرْ مَا حَا غَيْرِ اللّٰهِ وَأَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللّٰهِ“ خدا کی قسم میرے ان نیزوں کا جو جدہ میں ہیں خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں تھا اور آپ نے مجھے ان کا پتہ دے دیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور نوفل وہ

بہادر ہیں جنہوں نے جنگ حنین کی طرف جاتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مجاہدین کے لئے تین ہزار نیزے پیش کئے۔ آپ نے ان نیزوں کو قبول کرتے ہوئے فرمایا ”كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى أَرْمَا حَكَ هَذِهِ تَقْصِفُ ظُهُورَ الْمُشْرِكِينَ“ یعنی میں تیرے ان نیزوں کو مشرکین کی پیٹھوں میں دھستا دیکھ رہا ہوں۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی حاشیہ ۲۔ ص ۳۔ الاستیعاب القسم الرابع ۱۵۱۲۔ اصابہ ج ۳۔ ص ۵۴۷۔ طبقات ابن سعد ج ۲۔ قسم اول۔ ص ۳۱)

### کٹا ہوا بازو

امام حافظ بیہقی اپنی سند سے اور دوسرے مورخین بھی لکھتے ہیں کہ حضرت خبیب بن اساف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اور میری قوم کا ایک شخص ہم دونوں اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جب آپ کچھ مشرکین سے لڑائی میں مصروف تھے۔ ہم نے عرض کی کہ ہم لڑائی میں شرکت کر کے آپ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تم مسلمان ہو؟ ہم نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا ”فَإِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِالْمُشْرِكِينَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ“ کہ ہم مشرکین کے خلاف مشرکین سے امداد حاصل نہیں کرتے۔ اس پر ہم مسلمان ہو گئے اور میں (خبیب بن اساف) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا اور مجھے کندھے پر تلوار کی ضرب لگی جس



سے میرا بازو کٹ کر مجھ سے الگ ہو گیا، میں اپنے اس بازو کو اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گیا (آپ وہاں میدان جنگ میں تشریف فرما تھے) ”فَقَتَلَ فِيهَا وَالزَّقَهَا فَالْتَأَمَتْ وَبَرَاثٌ وَقَتَلْتُ الَّذِي صَرَبَنِي“ یعنی آپ نے میرے بازو کو اپنا لعاب دہن اقدس لگا کر اسے کندھے سے ملا دیا تو وہ اسی وقت مل گیا اور بالکل ٹھیک ہو گیا اور میں جا کر لڑائی میں شریک ہو گیا اور اسی کو قتل کرنے میں کامیاب ہو گیا جس نے تلوار مار کر میرا بازو کاٹ دیا تھا۔

(البدایہ والنہایہ ج. ۲، ۱۶۳، اسد الغابہ ج. ۲، ۱۱۰، الاصابہ ج. ۱، ۱۸، سنن البیہقی ج. ۹، ۳۷، طبقات ابن سعد ج. ۳، ص. ۲، ۸۶)

فائدہ

معلوم ہوا کہ مشرکین و کفار سے مدد مانگنا جائز نہیں قرآن کریم میں ہے ”وَلَا تَتَّخِذُوا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا“ یعنی کافروں کو نہ تو دوست بناؤ اور نہ ہی مددگار۔ اور یہ بھی کہ معجزہ نبی کی قدرت و اختیار میں ہوتا ہے اور یہ بھی کہ صحابہ اپنی مصیبت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مددگار سمجھتے اور مافوق الاسباب میں آپ سے بھی مدد چاہتے تھے اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بگڑی بنانے والے ہیں۔

قسمت میں لاکھ بیچ ہوں سو بل ہزار کج  
یہ ساری گتھی اک تیری سیدھی نظر کی ہے

### مسلمہ بن حریش کی تلوار

امام واقدی اُسامہ بن زید اور وہ داؤد بن حصین سے روایت کرتے ہیں انہوں نے بنی عبدالاشہل کے متعدد حضرات سے روایت کیا کہ بدر کے روز مسلمہ بن مسلم بن حریش کی تلوار ٹوٹ گئی تو وہ خالی ہاتھ رہ گئے ان کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک گیلی چھڑی عنایت فرمائی جو آپ کے دست اقدس میں بھی تھی۔ فرمایا تم اس سے لڑو جو نبی انہوں نے اسے اپنے ہاتھ میں لیا ”فَاذًا سَيْفٌ حَيِّدٌ“ تو وہ ایک بہترین نئی تلوار تھی جو ہمیشہ ان کے پاس رہی حتیٰ کہ وہ ”جَسْرُ أَبِي عُبَيْدٍ“ کے روز شہید ہو گئے۔

(المغازی للواقدي ج. ۱، ص. ۹۳، البدایہ والنہایہ ج. ۳، ص. ۲۹۱)

### حضرت عباس کا فدیہ

یونس بن بکر محمد بن اسحاق اور وہ یزید بن رومان وہ عروہ اور وہ زہری اور زہری ایک جماعت سے جن کا انہوں نے نام بتایا۔ سب نے کہا کہ قریش نے جنگ بدر کے بعد اپنے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے فدیے بھیجے ہر قوم و برادری نے اپنے اپنے عزیزوں کو فدیہ دے کر رہا کر لیا حضرت عباس بھی قیدیوں میں شامل تھے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! میں تو دل سے مسلمان تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِسْلَامِكَ“ کہ تیرے اسلام کو جو دل میں



ہے خدا بہتر جانتا ہے اگر واقعی تمہاری بات حق ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ جزا دے گا لیکن ہمارے پیش نظر تمہارا ظاہر ہے باطن نہیں ہے بہ ظاہر تم مسلمان نہیں اس لئے تمہیں فدیہ دے کر ہی اپنے آپ کو اور اپنے بھتیجوں نوفل بن حارث و عقیل بن ابی طالب اور اپنے حلیف عتبہ بن عمر برادر بنی حارث بن فہر کو چھڑوانا ہوگا۔ حضرت عباس بولے۔ میرے پاس کیا ہے جسے میں ادا کر کے رہائی حاصل کروں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”فَإِنَّ الْمَالَ الَّذِي دَفَنْتَهُ، أَنْتَ وَأُمُّ الْفَضْلِ؟“ یعنی وہ مال کہاں گیا جسے تو نے اور تیری بیوی ام الفضل نے چھپا رکھا ہے؟ اور تو نے ام الفضل سے چلتے وقت کہا ہے کہ اگر اس سفر یعنی جنگ بدر میں میں مارا گیا تو اس دفن شدہ مال کو میرے بیٹوں فضل و عبد اللہ و قثم کے درمیان تقسیم کیا جائے حضرت عباس بولے ”وَاللَّهِ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي لَا أَعْلَمُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ“ یعنی اللہ کی قسم میں جانتا (اور صدق دل سے گواہی دیتا) ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ یہ ایک ایسی مخفی بات تھی جسے میرے اور ام الفضل کے بغیر کوئی نہیں جانتا تو یا رسول اللہ میری بیس اوقیہ (چاندی کے سکے) جو مجھ سے مجاہدین کو مال غنیمت میں ہاتھ آئی ہیں انہیں میری طرف سے فدیہ قرار دیا جائے۔ آپ نے فرمایا ایسا نہیں ہوگا کیونکہ یہ تو ہمیں اللہ نے تجھ سے لے کر دیا ہے۔ چنانچہ حضرت عباس نے اپنا اور اپنے بھتیجوں اور حلیفوں کا فدیہ ادا کر دیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج. ۲. ص. ۲۲۷. سنن البیہقی ج. ۲. ص. ۳۲۲. الاصابہ ج. ۲. ص. ۴۳۰. طبقات ابن سعد ج. ۴. قسم اول. ص. ۸. والتاریخ الكامل لابن الاثیر ج. ۲. ص. ۱۳۲.)

### سبق

اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوا کہ خدا تعالیٰ کے احکام کی تعمیل میں کسی کی رو رعایت نہیں کی جاسکتی اور یہ بھی کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں اور آپ پر عرش و فرش کے درمیان کے غیب عیاں ہیں۔

سر عرش پر ہے تیری گذر دل فرش پر ہے تیری نظر  
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں



## حضرت قتادہ کی آنکھ

جنگ احد کے موقع پر جب مسلمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آس پاس سے ادھر ادھر منتشر ہو گئے تو حضرت ابو دجانہ حضور کے آگے ڈھال لے کر کھڑے ہو گئے اور آپ کے اوپر جھک گئے تاکہ دشمن کا تیر یا نیزہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ لگ جائے۔ دشمنوں کے نیزے آتے رہے اور حضرت ابو دجانہ کی پیٹھ میں لگتے رہے حتیٰ کہ بہت سے نیزے ان کی پیٹھ میں پیوست ہوئے اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے دفاع کرتے اور مشرکین کو اپنے تیروں اور نیزوں کا نشانہ بناتے رہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نیزہ پکڑاتے اور فرماتے ”إِزْمِ فِدَاكَ ابْنِي وَأُمِّي“ یعنی تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں اسے مشرکین پر پھینکو۔ اسی طرح قتادہ بن نعمان نے خدمت انجام دی۔ عاصم بن عمرو بن قتادہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ نفس نفیس ایک تیر پھینکا تو کمان کا ایک طرف کا ٹکڑا ٹوٹ گیا جسے بطور تبرک حضرت قتادہ نے اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا جو ان کے پاس محفوظ رہا۔

اور جنگ احد کے روز حضرت قتادہ کی آنکھ ضائع ہو گئی حتیٰ کہ آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ

کے ڈھیلے کو اس کی جگہ پر رکھ کر اپنے دست اقدس سے اسے ٹھیک کر دیا۔ عاصم بن عمرو بن قتادہ کہتے ہیں ”أَحْسَنَ عَيْنِيهِ وَأَخَذَ هُمَا وَإِنْ قِتَادَةً كَانَ حَدِيثُ عَهْدٍ بِعُرْسٍ“ یعنی حضرت قتادہ کی دونوں آنکھوں میں سے وہ آنکھ زیادہ خوبصورت تھی جسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جوڑ کر ٹھیک کر دیا تھا اور حضرت قتادہ کی ان دونوں نئی نئی شادی ہوئی تھی۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الثانی، ص. ۸۲، والا استيعاب القسم الثالث، ص. ۱۲۶، والمغازی للواقدي، ج. ۱، ص. ۲۴۲، والاصابه، ج. ۳، ص. ۲۶۰، والبدایہ والنہایہ، ج. ۳، ص. ۲۹۱، ج. ۶، ص. ۱۲۲، واسد الغابہ، ج. ۲، ص. ۱۹۵، وطبقات ابن سعد، ج. ۳، القسم الثانی، ص. ۲۶)

## سبق

اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ معجزہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت و اختیار میں ہے اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مشکل کشا ہیں اور خدا تعالیٰ کی نعمت آپ ہی کے ہاتھوں امت کو عطا ہوتی ہے اور یہ کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بگڑی بنانے کی قدرت و اختیار بخشا ہے۔

سائلو دامن خنی کا تھام لو

کچھ نہ کچھ انعام ہو ہی جائے گا

## رسول اللہ ﷺ کا مقتول

جنگ احد میں شکست کے بعد جس شخص نے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانا وہ حضرت کعب بن مالک تھے۔



حضرت کعب کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں مبارک آنکھوں کو دیکھ کر پہچانا جو فلا دی ٹوپی کے نیچے چمک رہی تھیں میں نے بہ آواز بلند کہا اے مسلمانو! خوش ہو جاؤ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ رہے (کیونکہ مخالفین نے مشہور کر دیا تھا کہ معاذ اللہ!! حضور صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں اس جھوٹی خبر نے بہت سے مسلمانوں کے پاؤں اکھیڑ دیئے اور انہیں بے حوصلہ کر دیا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ہوا تو وہ آپ کی طرف لپکے آپ انہیں ساتھ لے کر گھاٹی کی طرف ہو گئے آپ کے ہمراہ ابو بکر، عمر، علی، طلحہ، زبیر، حارث اور کچھ دوسرے مسلمان بھی تھے۔ جب آپ گھاٹی میں آرام فرما ہوئے تو ابی بن خلف یہ کہتا ہوا ہاں جا پہنچا ”اَيُّ مُحَمَّدٍ لَا نَجُوْثُ اِنْ نَجُوْثُ“ یعنی اے محمد! میں زندہ نہیں رہوں گا اگر تم زندہ رہے۔

صحابہ نے حضور سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ اجازت دیں ہم اس کا یہاں ہی خاتمہ کر دیں۔ آپ نے فرمایا۔ چھوڑ دو اسے کچھ نہ کہو۔ پس جب وہ دشمن خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حارث بن ضمرہ سے حربہ پکڑ لیا اور اسے ایک بار ہوا میں لہرایا پھر اس کی طرف کر کے اس کی گردن میں چھمھو یا جس سے وہ کئی قلابازیاں کھاتا ہوا اپنے گھوڑے سے نیچے آگرا اور اسے معمولی سا زخم آ گیا۔

امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابی بن خلف مکہ میں آنحضرت صلی

اللہ علیہ وسلم سے جب ملتا تو کہتا کہ اے محمد میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے بڑی شان سے پال رہا ہوں میں اس پر سوار ہو کر تجھے قتل کروں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جواب میں فرماتے انشاء اللہ میں ہی تجھے قتل کروں گا۔

پھر جب ابی بن خلف قریش کی طرف واپس لوٹا اور اس کی گردن پر معمولی سا زخم تھا جس سے خون بہہ رہا تھا کہنے لگا خدا کی قسم مجھے محمد نے قتل کر دیا قریش نے کہا کہ خدا کی قسم تو نے حوصلہ ہار دیا ہے خدا کی قسم تجھے کوئی بڑا زخم نہیں آیا جس سے تیری موت واقع ہو جائے اس نے کہا محمد نے مکہ میں مجھے کہا تھا کہ میں تجھے قتل کروں گا ”فَوَ اللہ لَوْ بَصَقَ عَلَيَّ لَقَتَلَنِي“ یعنی خدا کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک ڈال دیتے جب بھی مجھے قتل کر دیتے چنانچہ اس دشمن خدا نے جواب دیا کیسی خوشخبری اور کس بات کی خوشخبری خدا کی قسم میں تو محض برادری کے پیچھے لڑ رہا تھا اگر برادری کی بات نہ ہوتی تو میں جنگ میں نہ آتا۔ جب زخموں سے تنگ آیا تو اپنی ترکش سے ایک تیر نکالا اور اس سے خودکشی کر لی صحابہ کرام کو اس کا علم ہوا تو وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی ”نَشْهَدُ اَنَّكَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ“ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر انہوں نے آپ کی خدمت میں قزمان کا واقعہ خودکشی بیان کیا اس پر آپ نے فرمایا ”اِنَّ اللّٰهَ لَيَنْصُرُ لِهٰذَا الدِّیْنِ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ“ یعنی (کسی کی ظاہری



دینی خدمت کو دیکھ کر اس کے جنتی ہونے کا گمان نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دین کو بدعتیدہ لوگوں کے ذریعے بھی مدد دیگا۔

(سیرت امام ابن ہشام۔ القسم الثانی۔ ۸۸۔ المسند

ج۔ ۵۔ ص۔ ۲۲۵۔ الاصابہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۲۶۔ صحیح

البخاری ج۔ ۲۔ ص۔ ۸۸۳۵۔ ج۔ ۵۔ ص۔ ۱۶۹۔ ج۔ ۸۔ ص۔ ۱۲۸۔ ۱۵۳۔ المغازی

للمواقیدی ج۔ ۱۔ ص۔ ۲۴۳۔ ۲۶۳۔ والبداہ والنہایہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۱۹۰۔ ۳۶۔

وصحیح مسلم ج۔ ۲۔ ص۔ ۱۲۲۔ وسنن البیہقی ج۔ ۸۔ ص۔ ۱۹۴)

### سبق

اس سے یہ سبق ملا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت ہی بہادر تھے۔ اور یہ کہ آپ نے اس کافر ملعون سے جیسے فرمایا تھا کہ مجھے تو قتل نہیں کر سکتا بلکہ تجھے میں ہی قتل کروں گا ویسے ہی ہوا اور یہ کہ آپ کے رعب و دبدبہ سے کفار و مشرکین کا دم نکل جاتا تھا۔

۔ وہ چٹا چاق خنجر سے آتی صدا

مصطفیٰ تیری صولت پہ لاکھوں سلام

### حضرت عبد اللہ کی تلوار

حضرت عبد اللہ بن جحش کی تلوار احد کے روز ٹوٹ گئی تو انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے کھجور کی ایک چھڑی دی تو وہ ان کے ہاتھ میں جاتے ہی تلوار بن گئی اور اس کا دستہ بدستور کھجور کا رہا اس لئے ”وَكَانَ يُسَمَّى الْغُرْجُون“ اور اس تلوار کا نام غرجون رکھا گیا۔

(الاستیعاب القسم الثالث۔ ۸۷۹۔ البدایہ والنہایہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۲۰۔

الاصابہ ج۔ ۲۔ ص۔ ۲۴۸)

### لعاب مبارک

امام ابن عبد البر وغیرہ حضرات محدثین روایت کرتے ہیں کہ ابو اہم کلثوم بن حصین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ میں تشریف لانے کے بعد مسلمان ہوئے اور بدر واحد میں شریک نہ ہو سکے اور یہ ان حضرات میں سے تھے جنہوں نے بیعت رضوان کے موقع پر درخت کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک پر بیعت کی تھی۔ جنگ احد میں شریک تھے ان کے سینے میں تیر لگا جس سے گہرا زخم ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ”فَجَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَصَقَ فِيهِ“ آپ نے ان کے سینے کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگا دیا تو وہ زخم اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ اس لئے ان کا عرف کلثوم المنخور قرار پایا۔ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ مدینہ میں اپنا نائب بنایا (”منخور“ یعنی جن کے سینے کے زخم کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہن سے ٹھیک کر دیا۔

(الاستیعاب القسم الثالث۔ ۳۲۷۔ والقسم الرابع۔ ۱۶۶۔ الاصابہ

ج۔ ۲۔ ص۔ ۷۱۔ اسد الغابہ ج۔ ۳۔ ص۔ ۲۵۰۔ طبقات ابن سعد ج۔ ۳۔ القسم

الاول ص۔ ۱۸۰)



## پتھر کی سخت چٹان

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین خندق کی کھدائی کر رہے تھے کہ بیچ میں پتھر کی ایک بہت بڑی چٹان آگئی جو کسی سے نہیں ٹوٹتی تھی صحابہ کرام نے آنحضرت ﷺ سے اس کی شکایت کی آپ نے پانی منگایا اس میں یوں دم کیا کہ دم کے ساتھ لعاب مبارک بھی پانی میں گیا اپنا لعاب دہن ڈالا اور دعا کی پھر اس چٹان پر وہ پانی ڈالا۔ صحابہ کہتے ہیں ”فَوَالَّذِي بَعَثَهُ بِالْحَقِّ نَبِيًّا أَلَا نُفَالِتُ حَتَّىٰ عَادَتْ كَالْكَثِيبِ السَّخِ“ یعنی اس ذات کی قسم جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو برحق نبی بنا کر بھیجا وہ بہت بڑی اور سخت پتھر کی چٹان ریت کی طرح ہو گئی اس کہ اندر کدال و سی آسانی سے دھنسنے لگے۔

(سیرت ابن ہشام - القسم الثانی - ص ۲۱۴ صحیح بخاری - ج ۲ ص ۱۳۸ المغازی للواقدي - ج ۲ ص ۴۵۲ البدایہ والنہایہ - ج ۳ ص ۹۷)

## تھوڑی سی کھجور

حضرت بشیر بن سعید کی صاحبزادی نعمان بن بشیر کی بہن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میری امی عمرہ بنت رواحہ نے بلایا اور دو مٹھی بھر کھجور میری جھولی میں ڈال دی اور کہا کہ جاؤ اپنے باپ اور ماموں عبد اللہ بن رواحہ کو اس کا ناشتہ کراؤ۔ فرماتی ہیں کہ میں کھجور لے کر جا رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے میرا گزر ہوا۔ اور میں اپنے باپ اور ماموں کو ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ حضور نے فرمایا! بیٹی

یہ تیرے پاس کیا ہے؟

میں نے عرض کی یہ کھجور ہے میری امی نے میرے باپ اور ماموں کے لئے ناشتہ کو بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرے پاس لاؤ۔ میں نے وہ کھجور حضور ﷺ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دی وہ کھجور تھوڑی تھی آپ کے دونوں ہاتھوں کو نہ بھر سکی۔ پھر آپ کے حکم سے ایک کپڑا بطور دسترخوان بچھایا گیا۔ آپ نے اس پر وہ کھجور ڈال دی اور اسے کپڑے پر پھیلا دیا۔ پھر ایک شخص سے فرمایا کہ جاؤ۔ تم اہل خندق کو کہہ دو کہ آؤ سب ناشتہ کرو۔ فرماتی ہیں تمام اہل خندق جمع ہو گئے اور اس کھجور میں سے کھانے لگے اور کھجور ساتھ ساتھ زیادہ ہوتی چلی گئی ”حَتَّىٰ صَدَرَ أَهْلُ الْخَنْدَقِ عَنْهُ وَآنَهُ لَيْسَ قُطْ مِنْ أَطْرَافِ الشُّؤْبِ“ یعنی تمام اہل خندق خوب پیٹ بھر کر کھا کر چلے گئے لیکن دسترخوان کھجوروں سے بدستور لبریز تھا۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی - ص ۲۱۴ المنازل - ج ۲ ص ۴۶)

(البدایہ والنہایہ - ج ۳ ص ۹۹ ج ۲ ص ۱۱۶)

## حضرت جابرؓ کا کھانا

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی کھدائی میں کام کیا۔ میرے پاس ایک چھوٹی سی بکری تھی (بکری کا بچہ تھا) میں نے سوچا کیا ہی اچھا ہو گا کہ ہم اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکائیں چنانچہ میں نے اپنی بیوی



سے کہا تو اس نے کچھ بھلے کر پیسے اور ان کی روٹیاں پکائیں اور میں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکایا۔ جب شام ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کام سے فارغ ہو کر تشریف لے جانے والے تھے۔ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! ہم نے آپ کے لئے بکری پکائی ہے اور کچھ جو کی روٹیاں ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں۔ گوشت کے اور روٹیوں کے تھوڑے ہونے کی وجہ سے میری خواہش تھی کہ حضور تنہا تشریف لے چلیں آپ نے میری دعوت کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں چلتے ہیں۔ پھر آپ نے منادی والوں کو بلا کر فرمایا کہ سب کو منادی کر کے کہہ دو کہ سب کے سب دعوت پر حضور ﷺ کے ساتھ جابر کے گھر چلیں حضرت جابر فرماتے ہیں میں نے (اس خیال سے کہ کھانا تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمارے گھر کے افراد کو بہ مشکل پورا ہوگا اور یہاں سارا لشکر بلایا جا رہا ہے) ”اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ“ پڑھا اور خاموش رہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگ آپ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے۔ آپ ﷺ ہمارے گھر آ کر جلوہ افروز ہوئے اور ہم نے جو کچھ پکایا تھا آپ کی خدمت میں لا کر رکھ دیا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں۔ ”فَبَرَكَ وَسَمِيَ اللّٰهُ“ کہ آپ نے برکت کی دعا کی اور بسم اللہ پڑھی پھر کھانا تناول فرمایا اور سب لوگوں نے بھی کھانا شروع کیا ایک گروہ کھا کر نکلتا تو دوسرا

آ جاتا اسی طرح سب لوگ کھا کر پیٹ بھر کر فارغ ہو گئے لیکن کھانا ویسا کا ویسا رہا اور حضرت جابر کے دو بیٹے تھے بڑے نے چھوٹے سے کہا: آج تجھے بتاؤں ہمارے والد نے ہمارے میسنے کو کس طرح ذبح کیا۔ اس نے چھوٹے کو زمین پر لٹا کر اس کے گلے پر چھری چلا دی اور نادانی سے اسے ذبح کر دیا۔ جب حضرت جابر کی بیوی نے اسے دیکھا تو دوڑ کر اس کی طرف آئی لیکن وہ خوف کے مارے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ ماں اس کے پیچھے پیچھے آرہی تھی جس کے خوف سے ڈر کر بچہ چھت سے گر گیا اور گرتے ہی واصل بحق ہو گیا۔ اس صابرہ خاتون نے اس واقعہ فاجعہ پر قطعاً رونا دھونا نہ کیا بلکہ صبر اختیار کیا۔ مبادا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت اس واقعہ کو سن کر متغیر ہو اس نے دونوں بچوں پر ایک کپڑا ڈال دیا اور کسی کو اس حادثہ کی خبر نہ ہونے دی۔ اگرچہ وہ ظاہراً خوش تھی لیکن باطنی طور پر خون کے گھونٹ پی رہی تھی۔ اس واقعہ کی حضرت جابر کو بھی خبر نہ ہوئی۔ کھانا پکا کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رکھا گیا تو حضرت جبرائیل امین نازل ہوئے اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جابر کو کہیں کہ اپنے دونوں بیٹے بھی لائے تاکہ آپ ﷺ کے ساتھ کھانا کھائیں۔ جابر کو حکم ملا تو فوراً گھر گئے اور پوچھا کہ دونوں بچے کہاں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ کہیں باہر گئے ہیں۔ جابر نے آ کر اطلاع دی وہ اس وقت موجود نہیں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا حکم ہے کہ اُن کے ساتھ کھانا کھایا



جائے۔ جب اس صابرہ و شاکرہ بی بی کو دوبارہ پوچھا گیا تو اس نے رو کر بچوں کی لاشوں سے کپڑا اٹھا کر سارا واقعہ کہہ سنایا۔ دونوں روتے روتے آنحضرت ﷺ کے قدموں میں گر گئے۔ سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ان بچوں کی لاشوں پر کھڑے ہو کر دعا کریں زندگی اللہ دینے والا ہے۔ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور بچوں کے لیے دعا فرمائی وہ اسی وقت بفرمان ایزدی زندہ ہو گئے۔ اور قصیدۃ النعمان مشرح میں ہے ”وسالت ربک فی ابن جابر الذی قدمات احیاء وقد ارضاک“ یعنی آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لڑکوں کے حق میں جو واصل بحق ہو چکے تھے اپنے پروردگار کی جناب میں دعا فرمائی اللہ تعالیٰ نے ان کو کو زندہ کر دیا اور آپ ﷺ کو راضی کیا

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی۔ ص ۲۱۷۔ صحیح البخاری۔ ج ۳۔ ص ۱۰۔ ج ۵۔ ص ۱۳۸۔ المغازی للواقدی۔ ج ۲۔ ص ۵۲۔ البدایہ والنہایہ۔ ج ۲۔ ص ۹۷۔ صحیح مسلم۔ ج ۱۳۔ ص ۲۱۶۔ و سنن البیہقی۔ ج ۴۔ ص ۲۷۴۔ شواہد النبوة از حضرت

العلام مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ، قصیدۃ النعمان، ۲۸، طبع بزم احناف، گوجہ غوثیہ، نیابازار لاہور)

### خندق کی ایک بہت بڑی چٹان

حضرت سلیمان فارسی فرماتے ہیں کہ میں خندق کے ایک کونے میں کھدائی کر رہا تھا ایک زبردست اور پتھر کی سخت چٹان میرے

پیش آ گئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قریب تھے جب آپ نے صورت حال ملاحظہ کی کہ میں سخت محنت سے اسے توڑ رہا ہوں مگر وہ ٹوٹنے کا نام نہیں لیتی آپ نیچے اتر آئے اور مجھ سے کدال لے لیا اور اس چٹان پر ایک ضرب ماری جس سے نور چمکا پھر دوبارہ ضرب لگائی اس سے دوسری بار شعاع نکلی پھر تیسری بار ضرب ماری اس سے ایک اور شعاع نکلی۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ یہ شعاعیں کیسی تھیں آپ نے فرمایا اے سلمان تم ان شعاعوں کو دیکھ رہے تھے میں نے عرض کی ہاں۔ آپ نے فرمایا ”فَإِنَّمَا الْأُولَى فَإِنَّ اللَّهَ فَتَحَ عَلَيَّ بِهَا الْيَمْنَ“ یعنی یہ جو پہلی شعاع تھی اس سے اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ملک یمن کے فتح کا دروازہ کھول دیا اور دوسری شعاع سے ملک شام و مغرب کی فتح آسان کر دی اور تیسری شعاع سے مشرق کے ممالک کی فتح کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت عمرو عثمان رضی اللہ عنہما اور ان کے بعد کے زمانوں میں جب بہت سے ملک اور شہر فتح ہوئے حضرت ابو ہریرہؓ کہا کرتے تھے کہ جو چاہو تم فتح کر لو لیکن تمہیں معلوم ہو کہ تم جو کچھ چاہو تا قیامت فتح کرتے جاؤ لیکن حقیقت یہ ہے ”وَقَدْ أَعْطَى اللَّهُ سُبْحَانَهُ مُحَمَّدًا مَفَاتِيحَهَا قَبْلَ ذَلِكَ“ کہ خدا نے اس سے پہلے ان ملکوں اور شہروں کی چابیاں حضور کے قبضہ میں عطا فرمادی ہیں۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی۔ ۲۱۹۔ المغازی للواقدی۔ ص ۴۹۰)



### عامر بن اکوع کی شہادت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی جنگ کی طرف تشریف لے جاتے ہوئے حضرت عامر بن اکوع سے فرمایا کہ اے ابن اکوع اونٹ سے نیچے اتر اور حدی خوانی کرو (کیونکہ اونٹ حدی خوانی سے تیز تیز چلتے ہیں) وہ اترے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں حدی خوانی کرنے لگے۔

”وَاللّٰهُ لَوْ لَا اللّٰهُ مَا اهْتَدَيْنَا. وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا اِنَّا اِذَا قَوْمٌ بَغَوْا عَلَيْنَا. وَاِنْ اَرَادُوْا فِتْنَةً اَبِيْنَا فَاَنْزَلْنٰ سَكِيْنَةً عَلَيْنَاوْ ثَبَّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَا قِيْنَا“  
ترجمہ:

خدا کی قسم اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا اور یا رسول اللہ آپ تشریف نہ لاتے تو ہم کہاں صدقہ دیتے اور کہاں نمازیں پڑھتے۔ اب جب کہ کوئی قوم ہمارے خلاف بغاوت کرے گی یا ہم سے لڑے گی تو ہم ان سے نمٹ لیں گے تو اے اللہ کے رسول ہم پر خدا سے دعا کر کے سکونت و طمانیت اتاریں اور اگر ہم دشمن سے جنگ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابن اکوع سے فرمایا ”يَرْحَمُكَ اللّٰهُ“ اے ابن اکوع! خدا تجھ پر رحم کرے آپ

جس کے بارے میں یہ فرماتے ہیں وہ اس جنگ میں شہید ہو جاتا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی ”وَجَبَتْ وَاللّٰهُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَوْ اَمْتَعْتَنَا بِهٖ“ خدا کی قسم اس کے لئے شہادت واجب ہو گئی اے اللہ کے رسول کیا ہی اچھا ہوتا کہ آپ ہمیں ابن اکوع سے مزید فائدہ اٹھانے دیتے۔ الغرض حضرت ابن اکوع خیبر کے روز شہید ہو گئے اور اس کا واقعہ یوں ہے کہ ان کی اپنی تلوار جس سے وہ دشمن کو مارنے لگے تھے پلٹ کر خود انہیں لگ گئی جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور اسی سے وہ جاں بحق ہو گئے مسلمان ان کے بارے میں شک میں مبتلا ہونے لگے اور کہنے لگے کہ یہ کیسے شہید ہو سکتے ہیں یہ تو اپنی تلوار سے قتل ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ عامر بن اکوع کے بھتیجے مسلمہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صورت حال عرض کی اور ان کی شہادت کے بارے میں سوال کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”اِنَّهٗ لَشَهِيدٌ“ بلاشبہ وہ شہید ہیں آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور سب مسلمانوں نے آپ کے پیچھے اس کی نماز جنازہ میں شمولیت کی۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی، ۳۲۹، الاصابہ ج ۲، ص ۲۴۱، صحیح البخاری - ج ۸، ۹، ۴۳، صحیح مسلم جزو ۱۲، ۱۲۵، ۱۴۱، ۱۸۴، المغازی للواقدی، ج ۲، ص ۲۴۹، البدایہ والنہایہ ج ۳، ۱۸۴، ۱۸۵، واسد الغابہ ج ۱، ۲۱۹، ج ۲، ص ۸۲، سنن البیہقی، ج ۴، ص ۱۱۰، ج ۱، ۲۴۴، وسنن النسائی، ج ۶، ص ۳۱، طبقات ابن سعد، ج ۲، القسم الاول، ج ۸، القسم الثانی، ۳۴)



## ابوالیسرؓ کے لئے آنحضرت ﷺ کی دُعا

حضرت ابوالیسرؓ فرماتے ہیں کہ قسم بخدا ہم شام کے وقت خیبر کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے اور ہم نے یہود کے قلعہ کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اچانک ایک یہودی کی بکریاں آئیں اور قلعہ کی طرف جانے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا ایسا شخص ہے جو ان بکریوں کا ہمیں گوشت کھلائے۔ حضرت ابوالیسرؓ بولے۔ میں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ کام کرو۔ چنانچہ میں اسی خوشی میں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کا موقع مل رہا ہے کودتا ہوا گیا جب آپ نے میرے جذبہ خدمت کو دیکھا تو دعا فرمائی ”اَللّٰهُمَّ اَمْتِعْنَا بِهٖ يٰ اَللّٰهُ“ اس سے ہمیں نفع پہنچا۔ کہتے ہیں کہ میں بکریوں کے پاس پہنچ گیا ان میں سے پہلی بکری قلعہ میں داخل ہو چکی تھی تو میں نے پچھلی بکریوں میں سے دو بکریاں پکڑ لیں اور دونوں کو اپنی بغلوں میں اٹھایا، حتیٰ کہ دونوں بکریوں کو حضور کے آگے لا کر ڈال دیا۔ مسلمانوں نے انہیں ذبح کیا اور ان کا گوشت کھایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کا نتیجہ یہ نکلا ”فَكَانَ أَبُو الْيُسْرِ مِنْ اٰخِرِ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَوْتًا“ کہ سارے صحابہ کے آخر میں ابو الیسر کی وفات ہوئی۔ حضرت ابوالیسر جب یہ واقعہ بیان کرتے تو رو دیتے اور فرماتے ”اَمْتَعُوْا اَبِيْ. لَعَمْرِيْ كُنْتُ مِنْ اٰخِرِهِمْ مَوْتًا“ کہ مجھ

سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھالو۔ میں سب سے آخر میں مرونگا۔

(سیرت ابن ہشام (القسم الثانی) ۲۳۹، المغازی، ج. ۲، ۶۶۰، البدایہ والنہایہ، ج. ۲، ۱۹۵)

## زہرِ یلا گوشت

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ خیبر سے فارغ ہو کر مطمئن ہوئے تو ایک عورت زینب بنت حارث، سلام بن شکم کی بیوی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ایک بکری کا گوشت بھون کر ہدیہ کے طور پر بھیجا اور اس نے پہلے دریافت کر لیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے کس حصے کا گوشت پسند ہے اسے بتایا گیا تھا کہ آپ دستی کا گوشت پسند فرماتے ہیں تو اس نے خصوصیت کے ساتھ دستی میں زیادہ سے زیادہ زہر ملا دیا۔ اس کے بعد بکری کے دوسرے سارے گوشت میں بھی زہر ملا دیا اور آپ کی خدمت اقدس میں لے آئی جب اس نے آپ کے سامنے رکھ دیا تو آپ نے وہی دستی جس میں زہر زیادہ مقدار میں ملایا گیا تھا اٹھا کر تناول فرمانا شروع کیا۔ ایک بوٹی کھائی تھی کہ وہ آپ کو اچھی نہ لگی۔ آپ کے ہمراہ حضرت بشیر بن براء رضی اللہ عنہ بھی کھا رہے تھے انہوں نے ایک بوٹی کھالی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہن مبارک سے اس بوٹی کو نکال کر پھینک دیا اور فرمایا کہ یہ ہڈی مجھے بتلا رہی ہے کہ اس میں زہر ہے۔ پھر آپ نے اس عورت کو بلایا وہ حاضر ہوئی اور



اس نے اس حرکت کا اعتراف کر لیا اور مان گئی کہ اس نے اس میں زہر شامل کیا ہے۔ آپ نے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ ”قَالَتْ بَلَّغْنِي مِنْ قَوْمِي مَا لَمْ يَخْفَ عَلَيْكَ“ وہ بولی کہ آپ کے بارے میں مجھے اپنی قوم سے آپ کے دعوائے نبوت کی خبر ہوئی تو میں نے کہا کہ اگر یہ بادشاہ ہیں اور نبی نہیں ہیں تو اس زہر سے وہ ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کی جان چھوٹ جائے گی اور اگر نبی ہیں تو وہ بتا دیں گے کہ اس میں زہر ہے امام ابن اسحاق کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کر دیا تھا اور حضرت بشر اس ایک بوٹی کے کھانے سے شہید ہو گئے تھے اور ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اسے قصاص میں قتل کر دیا تھا۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی، ۳۲۸، وصحیح البخاری، ج ۴، ۱۸۰، کتاب المغازی للواقدي، ج ۲، ۴۴۴، ۴۰۰، والاستیعاب القسم الاول ۱۶۷، والمسند، ج ۳، ۲۴۹، الاصابہ، ج ۱، ۱۵۳، ج ۶، ۱۲۱، ۱۸۶، ۲۴۱، البدایہ والنہایہ، ج ۲، ۲۱۱، اسد الغابہ، ج ۱، ۱۸۳، سنن البیہقی، ج ۸، ۲۱۰، ج ۱۱، طبقات ابن سعد، ج ۲، القسم الثانی، ۸۷، ج ۳، القسم الثانی، ۱۱۲)

### اسود نامی چرواہا

اسود کے نام کا ایک چرواہا تھا جو ایک یہودی کی بکریاں چرایا کرتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ خیبر کے موقع پر یہودیوں کے ایک قلعہ کا محاصرہ کئے ہوئے تھے تو وہ چرواہا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی اے اللہ کے رسول مجھے مسلمان

کیجئے۔ آپ نے اسے مسلمان کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ جو مسلمان ہونے کی خواہش ظاہر کرتا آپ بلاتا خیر اسے مسلمان کر لیتے تھے۔ جب وہ مسلمان ہو گیا تو اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں بکریوں کے مالک یہودی کا نوکر چرواہا ہوں۔ اب میں مسلمان ہو گیا ہوں لہذا اسے چھوڑتا اور آپ کی خدمت میں رہ کر جہاد میں شریک ہوتا ہوں۔ یہودی کے پاس میں نہیں جانا چاہتا اب بکریوں کا کیا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ کنکریوں کی مٹھی اٹھا کر ان بکریوں کے منہ پر مار کر بھگا دو یہ ادھر ادھر نہیں جائیں گی بلکہ سیدھی مالک کے گھر جا پہنچیں گی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا بکریاں اکٹھی ہو کر اپنے مالک کے گھر اس طرح سے روانہ ہوئیں جیسے کوئی انہیں ہانک کر لے جا رہا ہے۔ حتیٰ کہ قلعہ کے اندر داخل ہو گئیں۔ پھر اسود آگے بڑھے تا کہ مسلمانوں کے ساتھ ہو کر جہاد میں شریک ہوں اچانک ایک زور کا پتھر انہیں ایسا لگا کہ وہ اس سے شہید ہو گئے ابھی انہوں نے کوئی نماز بھی نہیں پڑھی تھی۔ انہیں اٹھا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ کے پاس ایک چادر تھی۔ آپ نے اسے اپنی چادر مقدس سے ڈھانپ دیا اور اس کی طرف رخ انور کر کے کھڑے ہو گئے اور کچھ صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ تھے پھر آپ نے اس سے رخ انور پھیر لیا صحابہ نے عرض کی، یا رسول اللہ! آپ نے اس سے اپنا رخ انور کیوں پھیر لیا؟ آپ نے فرمایا: ”إِنَّ مَعَهُ، أَلَا نَزُوجَتِيهِ مِنْ



الْحُورِ الْعَيْنِ“ یعنی حیاء کرتے ہوئے کہ جنت کی دو حوریں جو اس کی بیویاں ہیں اس کے پاس تھیں۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی، ۲۳۵، الاصابہ، ج. ۱، ص. ۵۲، المغازی

للواقدي، ج. ۲، ص. ۲۴۹، الاستیعاب القسم الاول، ۵۱، البدایہ والنہایہ، ج. ۲، ص. ۱۹۰، اسد

الغابہ، ج. ۱، ص. ۶۱، سنن البیہقی، ج. ۱، ص. ۱۲۳)

### حضرت سلمان فارسیؓ کا باغ

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اپنے مالک سے مکاتبت کرلو (یعنی رقم طے کر کے اس سے آزادی حاصل کرلو) تو میں نے اپنے مالک سے اس معاہدہ پر آزادی حاصل کر لی کہ میں ان کی زمین میں تین سو کھجوریں لگاؤں گا اور سونے کی چالیس اوقیہ بھی دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اپنے بھائی کی مدد کرو۔ صحابہ کرام نے اپنی اپنی توفیق کے مطابق کھجور کے چھوٹے پودوں سے میری مدد کی حتیٰ کہ میرے لئے تین سو پودے جمع ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے سلمان! جاؤ باغ لگانے کے لئے زمین کھودو اور کھودنے کے بعد مجھے بتاؤ میں اپنے ہاتھ سے کھجوریں لگاؤں گا۔ میں اپنے ساتھیوں کو لے کر گیا اور ان کے تعاون سے کھجوروں کے لئے زمین کھودی اور فارغ ہونے کے بعد حضور کو اطلاع کی۔ آپ میرے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہم کھجوریں دیتے چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست

مبارک سے لگاتے چلے گئے ”قَوِّ الدِّیْ نَفْسُ سَلْمَانَ بِیَدِهِ مَمَاتٍ مِنْهَا وَدِیَّةٌ وَاحِدَةٌ وَإِنَّهُ اَثْمَرٌ مِنْ سَنَّتِهِ“ خدا کی قسم جس کے قبضے میں سلمان کی جان ہے ان میں سے ایک کھجور بھی نہ سوکھی اور ساری کھجوروں نے اسی سال پھل دینا شروع کر دیا۔ کہتے ہیں میں نے کھجوروں کا معاہدہ پورا کر دیا البتہ نقد مال کی ادائیگی میرے ذمے رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونے کی ڈلی لائے اور مجھ سے فرمایا تمہارے مالک کا کیا بنا؟ سلمان فرماتے ہیں کہ میں نے مالک کو بلا لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ سلمان یہ اپنے مالک کو دے کر اس کا حق چکا دو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ جو سونا واجب الادا ہے یہ تو اس کے مقابلے میں بہت کم ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی وہ ڈلی مجھ سے واپس لی اور اپنی زبان مبارک اسے لگائی پھر فرمایا لو اب کافی ہو جائے گی۔ اس کا حق ادا کر دو۔ حضرت سلمان فرماتے ہیں ”فَاَوْفَيْتَهُمْ مِنْهَا حَقَّهُمْ كُلُّهُ“ اَرْبَعِينَ اَوْقِیَّةً“ یعنی میں نے وہ ڈلی پکڑ لی اور اسی سے ان مالکوں کی ساری چالیس اوقیہ پوری کر دیں۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الاول، ۲۲، اسد الغابہ، ج. ۲، ص. ۳۲، البدایہ والنہایہ، ج. ۱، ص. ۱۲۳، سنن

البیہقی، ج. ۱، ص. ۲۲۱، طبقات ابن سعد، ج. ۲، القسم الاول، ۵۱)



جب عیینہ بن حصن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ لے بھاگا تو حضرت ابن الاکوع نے شور مچایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا شور سن کر خطرہ کا اعلان فرمادیا تو صحابہ کرام گھوڑوں پر سوار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے حضرت مقداد بن اسود و عباد بن بشیر و سعد بن زید و سید بن ظہیر و عکاشہ بن محسن و محرز بن فضلہ و ابو قتادہ و حارث بن ربیع و ابوعیاش و عبید بن زید بن صامت بھی علی الترتیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے جب سب جمع ہو گئے تو آپ نے ان کا امیر حضرت سعد بن زید کو مقرر کر دیا پھر فرمایا کہ تم دشمنوں کے تعاقب میں چلو میں لوگوں کو اپنے ساتھ لئے تمہیں آملونگا اور آپ نے حضرت ابوعیاش سے فرمایا کہ اے ابوعیاش! اچھا ہوتا کہ تم یہ گھوڑا کسی ایسے شخص کو دیتے جو تم سے بڑھ کر گھوڑے سواری کا ماہر ہوتا۔ ابوعیاش کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں سب سے بڑھ کر گھوڑے سواری کا ماہر ہوں۔ اس کے بعد میں نے گھوڑا دوڑا دیا ”فَوَاللّٰهِ مَا جَرٰی بِيْ خَمْسِيْنَ ذِرَا عًا حَتّٰى طَرَحْنِيْ“ خدا کی قسم یہ مشکل پچاس قدم چلا ہونگا کہ مجھے گھوڑے نے گرادیا۔ اس کے بعد مجھے سمجھ میں آیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے ارشاد فرما رہے تھے کہ اچھا ہوتا کہ تم یہ گھوڑا ایسے شخص

کو دیتے جو تم سے بڑھ کر گھوڑ سواری کا ماہر ہوتا اور میں عرض کر رہا تھا کہ میں سب سے بڑھ کر گھوڑ سواری کا ماہر ہوں (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی معلوم تھا کہ میں گھوڑے سے گر جاؤں گا) ”ثُمَّ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمْ اَخَذَ الْفَرَسَ مِنْ اَبِيْ عِيَّاشٍ وَاَعْطَاهُ مُعَاذُ بْنُ مَاعِصٍ“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوعیاش سے گھوڑا لے کر معاذ بن معص کو عطا فرمایا۔

### سبق

اس سے سبق حاصل ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ کی باتیں جانتے ہیں اور یہ کہ آپ کو ہر شخص کی باطنی صلاحیتوں کا اس شخص سے زپادہ علم ہے لیکن اس خیال سے کہ غلاموں کی حوصلہ شکنی نہ ہو اور وہ شرمندہ نہ ہوں ستاری اور چشم پوشی فرماتے ہیں۔

چشم پوشی و کرم شان شا  
کار مابے باکی و اصرار ہم

### ابو عامر فاسق

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو ابو عامر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ یہ دین جس کی آپ دعوت دیتے ہیں کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ وہی ہے سیدھا اور روشن دین جس کی حضرت ابراہیم دعوت دیتے تھے وہ



کہنے لگا پس تو میں اس دین پر ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں تم اس پر نہیں ہو۔ اس نے کہا کیوں نہیں؟ پھر کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اس دین میں وہ باتیں داخل کر دی ہیں جو پہلے سے اس میں نہ تھیں۔ آپ نے فرمایا نہیں میں نے ایسا نہیں کیا لیکن میں اس دین کو روشن اور ستھرے طریقے سے لایا ہوں۔

ابو عامر کہنے لگا کہ جھوٹے کو خدا دور دراز تنہا کر کے مارے اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ اور اس کی مراد یہ تھی کہ آپ اس کے مصداق ہیں۔ (معاذ اللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”أَجَلُ فَمَنْ كَذَبَ فَعَلَى اللَّهِ تَعَالَى ذَلِكُ بِهِ“ یعنی ہاں تو جو جھوٹا ہو خدا تعالیٰ اس کے ساتھ یوں ہی کرے پس اس دشمن خدا کے ساتھ ہی ایسا ہو اوہ مکہ کی طرف چلا گیا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو وہ وہاں سے چلا گیا اور طائف بھاگ گیا پھر جب اہل طائف اسلام لے آئے تو وہ شام کو نکل گیا ”فَمَاتَ بِهَا طَرِيقًا غَرِيبًا وَحَيْدًا“ پس وہیں شام میں دور دراز تنہا مر گیا۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الاول، ۵۸۵، الاصابہ، ج. ۱، ۲۶۰، تفسیر ابن کثیر، ج. ۲، ۲۸۸، اسد الغابہ، ج. ۲، ۸۴، ۶۷)

### عمیر کا اسلام لانا

واقعہ بدر کے تھوڑے دن بعد کی بات ہے کہ ایک روز عمیر بن وہب انجی صفوان بن امیہ کے ساتھ مل کر بیٹھے تھے اور یہ قریش کے از

حد شرارتی لوگوں میں سے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذا پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کرتے تھے۔ ان کا بیٹا وہب بن عمیر بدر کی جنگ میں گرفتار ہو کر دوسرے قیدیوں کے ہمراہ مدینہ منورہ میں قید تھا۔ عمیر نے ان سرداران قریش کا تذکرہ کیا جو مسلمانوں کے ہاتھوں بدر کی جنگ میں مارے گئے اور ان کی لاشیں ویران کنویں میں ڈالی جا چکی تھیں۔ صفوان نے کہا ”وَاللَّهِ مَا فِي الْعَيْشِ بَعْدَهُمْ خَيْرٌ“ کے ان کے بعد جینے میں کوئی بھلائی نہیں عمیر نے کہا اے صفوان تم نے سچ کیا۔ خدا کی قسم اگر مجھ پر واجب الادا قرض نہ ہوتا اور بچوں کے اخراجات کی فکر نہ ہوتی تو میں محمد کے پاس سوار ہو کر جاتا اور اس کو قتل کئے بغیر نہ رہتا اور اس کی ایک معقول وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے پاس میرا بیٹا قیدی ہے۔ صفوان بن امیہ نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور کہا کہ اے عمیر تمہارا قرض میں ادا کر دوں گا اور تمہارے اہل و عیال کا خرچ ہمیشہ کے لئے جب تک وہ زندہ ہیں میرے ذمہ رہا۔ تم یہ کام کر کے آؤ اور محمد ﷺ کو قتل کر کے چھوڑ دو۔ عمیر نے کہا، ٹھیک ہے میں جاتا ہوں۔ آپ اس بات کو صیغہ راز میں رکھیں۔ عمیر نے اپنی تلوار لی اور اسے خوب تیز کر کے زہر میں بچھایا۔ پھر مدینہ منورہ کو روانہ ہوا اور پہنچ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ایک جماعت میں بیٹھے جنگ بدر کا تذکرہ کر رہے تھے اور جو اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت کے انعام سے مسلمانوں کو نوازا تھا اس کا بیان کر رہے تھے آپ کی نظر اچانک عمیر بن



وہب پر پڑ گئی جب کہ وہ مسجد نبوی کے دروازے پر اپنے اونٹ کو بٹھارہا تھا اور اسکے گلے میں تلوار لٹک رہی تھی۔

حضرت عمرؓ بولے یہ کتنا خدا کا دشمن عمیر بن وہب ہے خدا کی قسم یہ کسی گہری سازش کے تحت یہاں آیا ہوگا یہ وہی ہے جس نے بدر کے روز کفار کی طرف سے خوب کام کیا اور مسلمانوں کے خلاف جنگ میں زبردست حصہ لیا یہ کہہ کر حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے نبی یہ دشمن خدا عمیر بن وہب گلے میں تلوار لٹکائے آیا ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا اسے میرے پاس لاؤ۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ عمیر کے پاس گئے اور اس کی تلوار جو گلے میں لٹک رہی تھی اس کی حائل کو پکڑ کر اسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چلنے کو کہا اور مسلمانوں سے فرمایا اسے حضور ﷺ کے پاس لے چلیں۔ چنانچہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لا کر بٹھا دیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر کو دیکھا تو فرمایا عمیر آگے آ جاؤ۔ حضرت عمرؓ سے فرمایا اسے کھلا چھوڑ دو۔ عمیر آگے بڑھا اور ”انعموا صبا حاً“ کے الفاظ سے آداب بجالایا یہ اہل جاہلیت کا باہمی ملاقات کا سلام تھا جس کے معنی وہی ہیں جو انگریزی میں گڈ مارنگ کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمیر اللہ

تعالیٰ نے ہمیں تمہارے آداب ملاقات سے بہتر آداب کی تعلیم سے نوازا ہے اور وہ ہے السلام علیکم یہ اہل جنت کے باہمی ملاقات کے آداب ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیر سے پوچھا اے عمیر کیسے آنا ہوا؟ اس نے عرض کی کہ میں اپنے بیٹے کو رہا کرانے آیا ہوں۔ نوازش فرمائیں اسے رہا کر دیں۔ آپ نے فرمایا پھر گلے میں یہ تلوار کیسی ہے؟ وہ بولا ان تلواروں کا بُرا ہو، انہوں نے ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمیر۔ سچ بچ بولو۔ کیسے آنا ہوا؟ وہ بولا بس میرا اپنے بیٹے کو رہا کرانے کے سوا کوئی کام نہیں۔

آپ نے فرمایا۔ میں بتاؤں مکہ میں صفوان بن امیہ کے ساتھ تمہاری کیا گفتگو ہوئی۔ تم دونوں بیٹھے آپس میں کفار مقتولین جن کی لاشیں ویران کنوئیں میں پڑی ہیں کا تذکرہ کر رہے تھے پھر تم نے کہا کہ اگر میرے ذمہ واجب الادا قرض نہ ہوتا اور مجھے بچوں کے اخراجات کی فکر نہ ہوتی تو میں محمد کو قتل کر کے آتا۔ تو صفوان نے ان دونوں باتوں کی ذمہ داری لی ہے اس شرط پر کہ تم مجھے قتل کرو۔ اور یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ تمہارے اور میرے درمیان حائل ہے تم اپنے منصوبے میں ہرگز کامیاب نہ ہو گے۔



عمیر کے منہ سے بے ساختہ نکلا ”أَشْهَدُ أَنْكَ رَسُولُ اللَّهِ“ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

عمیر جو اس سے پہلے صرف عمیر تھے اب صحابہ کی فہرست میں آ کر حضرت عمیر ہو گئے۔ جن کے نام کے ساتھ صحابہ کرام دشمن خدا کا لفظ لگایا کرتے تھے۔ اب رضی اللہ عنہ لگایا جاتا ہے۔ پھر حضرت عمیرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ہم آسمانی خبروں کو جو آپ ﷺ ہمیں بتاتے تھے جھٹلایا کرتے تھے لیکن یہ چیز جو آپ نے فرمائی اس کا صفوان اور میرے بغیر کسی کو علم نہیں وہاں تو تیسرا انسان تک موجود نہ تھا ”فَوَلَّى اللَّهُ مَا آتَاكَ بِهِ إِلَّا اللَّهُ“ یہ بات اللہ کے سوا آپ کو کوئی نہیں بتا سکتا۔ میں اللہ کی حمد و شکر کرتا ہوں جس نے مجھے اسلام لانے کی توفیق بخشی اور اس راستے پر لایا پھر پڑھا ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا ”فَقِهُوا أَحْكَامَهُ فِي دِينِهِ وَأَقْرَأُوا الْقُرْآنَ وَاطْلُقُوا لَهُ السِّيَرَةَ“ یعنی اپنے بھائی کو شریعت کے احکام سکھلا دو اور اسے قرآن پڑھاؤ اور اسکے بیٹے قیدی کو چھوڑ دو۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کی تعمیل کر دی گئی۔

پھر حضرت عمیر نے عرض کی یا رسول اللہ، میں نور خدا بجھانے میں بڑی محنت کرتا تھا اور جو دین خداوندی کے پیروکار تھے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں پہنچاتا تھا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ اس بات

کی اجازت دیں کہ میں مکہ جاؤں اور کفار کو اللہ کے دین اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی طرف بلاؤں شاید خدا تعالیٰ ان کو راہ راست پر لائے ورنہ جس طرح میں مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچاتا تھا اب کفار کو تکلیفیں پہنچاؤں گا اور انہیں معاف نہیں کروں گا۔ آپ نے انہیں اجازت دی اور وہ مکہ میں آ گئے۔

ادھر سے جب وہ مکہ سے روانہ ہوئے تھے تو صفوان بن امیہ مکہ کے کفار سے کہتا تھا کہ تمہیں عنقریب خوشخبری مل جائے گی جس سے تمہارے جنگ بدر کے صدمہ کی تلافی ہو جائے گی اور صفوان مدینہ سے آنے والے سواروں سے عمیر کا حال پوچھا کرتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک آنے والے نے اسے عمیر کے مسلمان ہو جانے کی خبر دی تو اس نے قسم کھالی کہ میں عمیر سے کبھی نہیں بولوں گا اور نہ ہی کبھی اس کے کام آؤں گا جب حضرت عمیر مکہ میں پہنچے تو لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا شروع کی اور جوان کی مخالفت کرتا آپ اس کا بڑی سختی سے مقابلہ کرتے اور اسے ایذا پہنچانے میں کبھی گریز نہ کرتے ”فَأَسْلَمَ عَلَى يَدَيْهِ نَاسٌ كَثِيرٌ“ حتیٰ کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت سے کفار مشرف پا اسلام ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام القسم الاول. ۱۱۴. الاصابہ. ج. ۳، ۳۶۳. الاستيعاب. القسم الثالث. ۱۲۲. المغازی للواقدي. ج. ۱، ۱۲۵. البدایہ والنہایہ. ج. ۳، ۳۱۲. اسد الغایہ. ج. ۲، ۱۲۹. طبقات ابن سعد. ج. ۳، القسم الاول. ۱۲۹)



جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بنی مصطلق سے واپس لوٹے اور آپ کے ہمراہ جویریہ بنت حارث تھی اور آپ ذات الحجس کے مقام پر تھے تو آپ نے جویریہ کو (جو گرفتار تھی) ایک انصاری کو امانت کے طور پر دی اور اس سے فرمایا اس کی حفاظت کرنا اور آپ مدینہ منورہ تشریف لائے تو اس جویریہ لڑکی کا باپ حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کو رہا کرانے کو چھ اونٹ فدیہ دینے کے لئے اپنے ہمراہ لایا جب وادی عقیق میں پہنچا تو ان اونٹوں میں سے دواونٹ وادی عقیق کی ایک گھائی میں چھپا کر کھڑے کر دیئے پھر بقیہ اونٹ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گیا اور عرض کرنے لگا ”محمّد اصْبَتُمْ اِبْنَتِي وَهَذَا فِدَاءُهَا“ اے محمد! تم لوگوں نے میری لڑکی کو قید کر لیا ہے۔ لویہ اونٹ اس کا فدیہ ہے اسے چھوڑ دو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”فَاَيْنَ الْبَغِيْرِ اللَّذَانِ غَيَّبْتَهُمَا بِاَلْعَقِيْقِ فِيْ شُعْبٍ كَذَا كَذَا؟“ یعنی وہ دواونٹ کہاں ہیں جنہیں تو نے وادی عقیق کی فلاں گھائی میں چھپا دیئے ہیں۔ حارث کی زبان پر بے ساختہ آگیا ”اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَا اَطْلَعْ عَلٰى ذٰلِكَ اَحَدٌ“ اور کہنے لگا خدا کی قسم اس واقعہ کی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو خبر نہ تھی چنانچہ حارث مسلمان ہو گئے اور ان کے دو بیٹوں

اور کچھ دوسرے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا اور حضرت حارث نے آدمی بھیج کر وہ دواونٹ بھی منگوا لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کر دیئے۔ ان کی صاحبزادی جویریہ انہیں دے دی گئی وہ بھی مسلمان ہو گئی ”فَخَطَبَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى اَبِيْهَا فَرَزَوْجَهُ اَيَّاهَا وَاَصْدَقَهَا اَرْبُعُمِائَةِ دِرْهَمٍ“ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باپ سے فرمایا کہ جویریہ میرے نکاح میں دے دو انہوں نے جویریہ کی حضور سے شادی کر دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حق مہر میں جویریہ کو چار سو درہم عطا فرمائے۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الثانی، ۲۴۵، ۲۹۱، الاصابہ، ج. ۱، ۲۸۱، الاستیعاب القسم الثالث، ۸۸۲، المغازی للواقفی، ج. ۱، ۳۱۱، البدایہ والنہایہ، ج. ۲، ۱۵۹، اسد الغابہ، ج. ۱، ۳۲۵، وج. ۱۲۸۳)

### سازش کا علم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بنو نضیر کے ہاں بنی عامر کے دو مقتولوں کے بارے میں جنہیں عمرو بن امیہ ضمری نے قتل کر دیا تھا مدد لینے کے لئے تشریف لے گئے کیونکہ وہ مقتول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جوار و امان میں تھے اور بنی نضیر و بنی عامر کے درمیان عقد و حلف بھی تھا یعنی دونوں قبیلوں میں ایک دوسرے کی مدد کرنے کا معاہدہ تھا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں مقتولوں کے بارے میں نبی نضیر سے مدد لینے ان کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے کہا ”نَعَمْ يَا اَبَا الْقَاسِمِ نُعِيْنُكَ عَلٰى مَا اَحْبَبْتَ الْخ“ یعنی اے



### چراغہائے نبوت

۱. حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہ کرام میں سے دو شخص اُسید بن خضیر و عبادہ بن بشیر رضی اللہ عنہما اندھیری رات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اُٹھ کر آئے تو ان کے آگے دو چراغ روشن ہوتے چلے گئے جب وہ ایسی جگہ آ گئے جہاں دونوں نے الگ الگ گھروں کا راستہ لینا تھا تو ان میں سے ایک کے ساتھ ایک ایک چراغ ہو گیا حتیٰ کہ ہر ایک بلا خوف و خطر اپنے گھر جا پہنچا۔ صاحب الاصابہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ دو صحابی حضرت اسد بن خضیر اور عبادہ بن بشر تھے اور یہ دو چراغ ان دونوں کی لاٹھیاں تھیں۔ دراصل ایک سوئی روشن ہوئی تھی جب دونوں الگ الگ راستہ اختیار کرنے لگے تو دوسرے کی لاٹھی بھی روشن ہو گئی۔ اور یہ حدیث مشکوٰۃ شریف کی کتاب الکرامات ص ۵۴۴ پر بھی ہے۔ بخاری شریف رقم الحدیث ۳۶۳۹ اور مسند امام احمد، المستدرک للحاکم، شرح السنہ میں بھی مروی ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے لئے نکلے تو باہر شدید اندھیرا تھا اور ایک بجلی چمکی جس کی چمک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت قتادہ بن نعمان کو دیکھا آپ نے فرمایا قتادہ ہو؟ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول

ابوالقاسم ہم حاضر ہیں جو آپ چاہتے ہیں ہم مدد کرنے کو تیار ہیں پھر انہوں نے حضور سے علیحدہ ہو کر آپس میں جا کر خفیہ صلاح مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ یہ سنہری موقع ہے ایسا موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان کی دیوار کے ساتھ تشریف رکھتے تھے وہ کہنے لگے کہ ہم میں سے ایک شخص جائے اور اوپر سے بھاری پتھر مار کر محمد کو قتل کر دے اس سے ہمیشہ کے لئے جان خلاصی ہو جائے گی چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لئے عمرو بن جاش بن کعب تیار ہو گیا اور کہنے لگا میں ہی یہ کام کروں گا۔ وہ مکان پر چڑھ گیا تاکہ آپ پر پتھر گرا دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ اس مکان کی دیوار کے ساتھ تشریف فرما تھے ان صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق و عمرو بن عبد اللہ بن مسعود بھی تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی آسمانی تائید و حمایت آئی آپ کو بنی نضیر کی سازش کا فوراً علم ہو گیا اور اس شخص کا بھی جو مکان پر اس بُری نیت سے چڑھا تھا ”فَقَامَ وَخَرَجَ رَاجِعًا إِلَى الْمَدِينَةِ“ کہ آپ اسی وقت وہاں سے اُٹھے اور سیدھے مدینہ منورہ کو واپس لوٹ آئے۔ اس طرح بنی نضیر یہودی کی یہ سازش ناکام ہو گئی۔ صحابہؓ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے مدینہ منورہ آ گئے وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو یہودی کی اس سازش کا بتایا اور ان کے خلاف جہاد کے لئے تیار ہو جانے کا حکم فرمایا۔

(سیرت ابن ہشام، القسم الثانی، ۱۹، المغازی للواقدي، ج ۱، ۳۱۱، البدایہ والنہایہ، ج ۲، ۵۵۰)



اللہ اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے خیال کیا کہ آج بہت اندھیرے اور گرج چمک کی وجہ سے شاید مسجد میں جانے والے کم ہوں اس لئے مجھے ضرور جانا چاہیے۔ آپ نے فرمایا جب نماز سے فارغ ہو کر گھر جانے لگو تو مجھ سے ملتے ہوئے جانا۔ جب وہ فارغ ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ”فَاعْطَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عُرْجُونًا وَقَالَ خُذْهُ فَسَيُصْنِيْ أَمَامَكَ وَخَلْفَكَ عَشْرًا“، یعنی آپ نے حضرت قتادہ کو کھجور کی ایک چھڑی دی اور فرمایا اندھیرا سخت ہے اسے ہاتھ میں لے لویہ اس قدر روشن ہوگی کہ تمہارے آگے اور پیچھے (چاروں طرف) دس دس ہاتھ روشنی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(صحیح البخاری ج. ۱، ۱۹۱، ۲۵۱، ۴، طبقات ابن سعد ج. ۳، القسم الثانی، ۱۲۴، الاستیعاب القسم الثالث، ۱۲۶، الاصابہ ج. ۲، ۲۵۵، ۲، ج. ۲، ۲۱۴، ۳، اسد الغابہ ج. ۱۰، ۲، ج. ۱۹۲، ۴)

### حضرت عتبہ کی خوشبو

حضرت ام عاصمہ عتبہ بن فرقہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی کہتی ہیں کہ ہم تین عورتیں عتبہ بن فرقہ کے پاس تھیں اور ہم میں سے ہر ایک بہتر سے بہتر خوشبو استعمال کرتی تھی کہ اس سے دوسری سے بہتر خوشبو آئے لیکن حضرت عتبہ کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے تھے لیکن عام سادہ ساتیل لگاتے تھے مگر ان سے ہم سب سے بہتر خوشبو آتی تھی۔

ایک روز میں ان سے پوچھنے پر مجبور ہو گئی تو انہوں نے جواب دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں ایک مرتبہ مجھے سارے جسم پر کھجلی کی زبردست تکلیف ہو گئی حتیٰ کہ کوئی دوا کارگر نہ ہوئی میں گھبرا یا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ناف سے گھٹنوں تک کپڑے سے ڈھانپ لو اور باقی کپڑے اتار دو میں نے ایسا ہی کیا تو آپ نے اپنی ایک ہتھیلی پر دم کر کے دوسری ہتھیلی پر ملا ”ثُمَّ أَمَرَ هُمَا عَلَى ظَهْرِي وَبَطْنِي“، یعنی پھر دونوں مبارک ہتھیلیاں میری پیٹھ اور میرے پیٹ پر پھیریں جس سے میں اُسی وقت ٹھیک ہو گیا اور آپ کے مبارک ہتھیلیوں کی خوشبو کا اثر اب تک باقی ہے جس سے تم اس ساری فضا کو مہکتا دیکھتی ہو۔

(اسد الغابہ ج. ۲، ۲۵۳، الاصابہ ج. ۲، ۳۳۸، ۲، الاستیعاب ۵، القسم الثالث، ۱۰۲۹)

### اُحد پہاڑ کا کانپنا

امام بخاری علیہ الرحمۃ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ حضرت ابو بکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم بھی آپ کے ہمراہ تھے تو اُحد پہاڑ کا پنے لگ گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”أَتَيْتُ أَحَدًا فَنَمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَصِدِّيقٌ وَشَهِيدَانِ“ کہ اے اُحد آرام کر کانپ نہیں تیرے اوپر اللہ کے نبی، صدیق اکبر اور دو شہید ہیں۔ پہاڑ فوراً آرام میں آ گیا اور کانپنا چھوڑ دیا۔



آنکھیں ٹھیک کر دیں

حضرت حبیب بن فویک اپنے باپ فویک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے ان کی پیدائشی ختم ہو چکی تھی انہیں کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ ان کی آنکھوں کو کیا ہوا انہوں نے واقعہ سنایا کہ میں اپنا اونٹ لے کر جا رہا تھا کہ ایک سانپ کے ٹڈے پر میرا پاؤں پڑ گیا جس سے میری دونوں آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن لے کر ان کی آنکھوں میں ڈال دیا تو اسی وقت اس کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں حبیب کہتے ہیں 'فَانَا رَأَيْتُهُ يُدْخِلُ الْخَيْطَ فِي الْإِنْرَةِ وَإِنَّهُ لَا بَنُ ثَمَانِينَ سَنَةً' کہ میں انہیں اسی برس کی عمر میں دیکھا کہ وہ سوئی میں دھاگا ڈال لیتے۔

(استيعاب القسم الاول. ٣٢٢. والقسم الثالث. ١٢٤١. البدايه والنهايه ج. ١٢٦. ٢٥٩.  
الاصابه ج. ١. ٣٤٤. اسد الغابه ج. ٣٤٣. و ج. ١٨٥.)

ایک ویران کنواں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف سے روانہ ہوئے جب عسفان (ربع و مکہ مکرمہ کے درمیان) میں پہنچے تو بشر بن سفیان کعبی آپ کو ملے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش کو آپ کے

تشریف لانے کا معلوم ہوا ہے تو وہ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں حتیٰ کہ بچے اور عورتیں تک ان کے ہمراہ ہیں انہوں نے عداوت کی وجہ سے چھیتوں کی کھالیں پہن لی ہیں اور ذی طوی کے مقام پر آٹھہرے ہیں۔ انہوں نے عہد و پیمان کیا ہے کہ وہ آپ کو مکہ میں کبھی داخل نہیں ہونے دیں گے اور خالد بن ولید کو چند سواروں کے ہمراہ وادی غمیم کی طرف روانہ کیا ہے (تا کہ وہ آپ کی خبر ان تک پہنچائیں)۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قریش پر افسوس ہے کہ جنگ نے انہیں برباد کر دیا ہے۔ کیا بات تھی کہ وہ میرے اور عرب کے رئیسوں کے درمیان حائل نہ ہوتے اور ہمیں ایک دوسرے سے نمٹ لینے دیتے پھر اگر وہ مجھ پر غالب آگئے تو ان کی مراد انہیں حاصل ہو جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے ان پر مجھے غالب کر دیا تو پھر وہ سب کے سب اسلام میں داخل ہو جائیں گے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو جنگ کر کے دیکھ لیں ان کے پاس ظاہری قوت ہے۔ قریش کا کیا خیال ہے؟ جہاں تک میرا معاملہ ہے تو میں واضح اعلان کرتا ہوں کہ میں اس دین کے لئے جہاد جاری رکھوں گا جسے دے کر اللہ نے مجھے بھیجا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب کر دے یا مجھے موت آجائے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گروہ کو گھوڑوں پر سوار کر کے اس راستے کے علاوہ جس پر قریش منتظر تھے دوسرے راستے پر روانہ کیا۔ ان کی گردوغبار کو دیکھ کر قریش واپس لوٹ گئے اور آنحضرت



صلی اللہ علیہ وسلم حدیبیہ کے مقام پر وارد ہوئے وہاں اللہ کے حکم سے آپ کی اونٹنی بیٹھ گئی اس کے لئے آپ نے وہاں قیام کیا۔ وادی حدیبیہ میں پانی نہ تھا۔ ایک ویران اور خشک کنواں تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تیر ایک شخص کو دیکر کنویں میں اُتار دیا اس نے جا کر جہاں اس کا درمیان تھا وہاں حضور کا تیر گاڑا ”فَجَاشَ بِالرَّوَاءِ (ارْتَفَعَ مَاءُهُ)“ اسی وقت کنویں سے پانی نکل آیا اور کنواں لبالب بھر گیا۔ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر پانی پیا۔

(سیرت ابن ہشام القسم الثانی، ۳۰۹، الاصابہ، ج. ۵، ۱۱۳، صحیح

البخاری، ج. ۲، ۲۹۳، ج. ۲، ۲۴۴، ج. ۱، ۱۵۶، ۵، المسند، ج. ۴، ۵۱۶، ۴، ج. ۳، ۸۵، ۳، تفسیر ابن کثیر، ج. ۴، ۱۸۲، ۱۸۵، ۱۹۵، المغازی للواقفی، ج. ۲، ۵۸۴، البدایہ والنہایہ، ج. ۴، ۱۴۵، ۴، ج. ۶، ۹۵، و سنن البیہقی، ج. ۹، ۲۱۸، طبقات ابن سعد، ج. ۴، ۴۵، ۲)

### مشکیزہ کا پانی

حضرت ابو رجاء حضرت عمران سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے حتیٰ کہ جب رات کا آخر ہو گیا تو ہم بیٹھی نیند سو گئے حتیٰ کہ صبح کو آنکھ نہ کھلی سورج طلوع ہو گیا اس کی حرارت نے ہمیں نیند سے بیدار کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی محو خواب رہے جب بیدار ہوئے تو فرمایا آگے چلو کچھ دور چلے تھے تو آپ نے پانی منگوایا۔ اذان کہی گئی آپ نے فجر کی قضاء شدہ نماز کی جماعت کرائی۔ جب فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا کہ وہ علیحدہ بیٹھا ہے جماعت میں شریک نہیں۔ آپ نے فرمایا اے خدا کے بندے

تجھے کیا ہوا تو نے ہمارے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی اُس نے عرض کی کہ میں جنبی تھا مجھ پر نہانا فرض تھا مگر پانی نہیں تھا آپ نے فرمایا کہ تیمم کر لو وہ غسل کی جگہ بھی کافی ہوتا ہے پھر وہاں سے چلے حتیٰ کہ صحابہ نے پیاس لگنے اور پانی نہ ہونے کی حضور ﷺ سے شکایت کی آپ نے وہاں پڑاؤ فرمایا۔ ایک شخص کو بلایا اور حضرت علی کو بھی اور دونوں سے فرمایا کہ جاؤ پانی تلاش کر لاؤ۔ دونوں چلے اور انہیں ایک عورت ملی جو اونٹ پر سوار تھی اور اس اونٹ پر پانی کے دو مشکیزے لدے تھے جنکے درمیان وہ عورت بیٹھی جا رہی تھی۔ دونوں نے اس عورت سے کہا کہ یہ پانی کہاں سے لائی ہے وہ کہنے لگی کہ وہ جگہ اس قدر دور ہے کہ میں کل اس وقت سے لے کر چلی ہوں اس سے دونوں نے فرمایا کہ تو ہمارے ساتھ چل۔ وہ بولی کہاں۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چل۔ کہنے لگی کہ اسی کے پاس جسے صابی کہا جاتا ہے (یعنی اپنی قوم کے دین کو چھوڑ کر نئے دین کو اختیار کرنے والا) انہوں نے کہا کہ ہاں وہی جسے تو سمجھ گئی ہے اس کے پاس چل۔ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے اور حضور ﷺ کو سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اونٹ سے نیچے اُتارو۔ آپ نے پانی کے برتن طلب کئے اور دونوں مشکیزوں کا منہ کھول دیا سب نے برتن بھر لئے اور جس قدر پینا چاہا پیا سب سے آخر میں اس نے بھی نہانے کے لئے پانی لیا جو جنبی تھا اور اسے نہانا ضروری تھا۔ وہ عورت یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی



پھر ان مشکیزوں کے منہ باندھ دیئے گئے حضرت عمران کہتے ہیں ”وَاللّٰهُ  
 اِنَّهٗ لَيَخِيْلُ اَلَيْنَا اَنْهٖمَا اَشَدُّ مَلَاةً مِنْهٖمَا حِيْنَ اُبْتَدِئَ فِيْهٖمَا“ کہ خدا کی قسم  
 وہ مشکیزے پہلے سے کہیں زیادہ بھرے ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے اس عورت کے لئے کھجور آٹا اور ستوا اکٹھا کرنے کا حکم دیا  
 حتیٰ کہ اس کے لئے یہ تینوں چیزیں جمع ہو گئیں تو اس کے کپڑے میں  
 باندھ کر مشکیزوں کے ساتھ اس کے اونٹ پر رکھ دیا اور اس کو اوپر بٹھا کر  
 واپس بھیج دیا گیا۔ آخر میں اس عورت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا ”تَعْلَمِيْنَ مَا رَزَيْنَا مِنْ مَّاءٍ كَ شَيْئًا وَلَكِنَّ اللّٰهَ هُوَ الَّذِي  
 اسْقَانَا“ کہ اے عورت تجھے معلوم ہے کہ ہم نے تیرے پانی کو کم نہیں کیا  
 لیکن اللہ ہی نے ہمیں پانی عطا کیا ہے وہ اپنے گھر والوں میں پہنچی اور  
 وقت مقررہ سے ذرا دیر سے پہنچی انہوں نے وجہ پوچھی تو وہ عورت کہنے  
 لگی بڑی عجیب بات ہے مجھے دو شخص ملے اور اس شخص کے پاس لے  
 گئے جسے صابی کہا جاتا ہے پھر سارا واقعہ سنایا اور ساتھ ہی کہنے لگی کہ خدا  
 کی قسم یہ شخص یا تو سب سے بڑا جادوگر ہے ”اَوْ اَنَّهُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ حَقًّا“  
 یا وہ خدا کا سپا رسول ہے۔ اس کے بعد مسلمان اس عورت کی قوم کے  
 ارد گرد کے مشرکین سے جنگ کرتے رہے اور ان کا مال غنیمت میں  
 اٹھاتے رہے مگر اس عورت کی وجہ سے اس کی قوم والوں کو کچھ نہیں کہتے  
 تھے۔ ایک روز وہ اپنی قوم سے کہنے لگی میرا خیال ہے کہ مسلمان عدا  
 (جان بوجھ کر) تمہیں کچھ نہیں کہتے تو کیوں نہ ہم سب لوگ مسلمان ہو

ہائیں ”فَاَطَاعُوْهَا فَذَخُلُوْا فِی الْاِسْلَامِ“ بس اس کی قوم نے اس کا کہنا  
 مانا اور سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے۔

(صحیح البخاری، ج. ۸، ص. ۲۲۴، صحیح مسلم، ج. ۵، ص. ۱۹۰، السغازی  
 للواقدي، ج. ۳، ص. ۱۰۲، البدایہ والنہایہ، ج. ۹، ص. ۹۸، سنن البیہقی، ج. ۱، ص. ۲۱۸)

### مبارک انگلیوں سے پانی پھوٹ پڑا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے  
 روز لوگوں کو پیاس لگی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پانی کا لوٹا  
 تھا جس سے آپ نے وضو فرمایا اور لوگ آپ کے حضور جمع ہو کر آ گئے۔  
 آپ نے فرمایا کیا بات ہے؟ انہوں نے عرض کی حضور! ہمارے پاس  
 پانی نہیں ہے جس سے ہم وضو کریں اور پیاس بجھائیں مگر یہی تھوڑا سا  
 ہے جو آپ کے لوٹے مبارک میں وضو شریف کا بچہ ہوا آپ کے سامنے  
 رکھا ہے۔

حضرت جابر فرماتے ہیں ”فَوَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَدَهُ فِي الرُّكْوَةِ فَجَعَلَ الْمَاءُ يَفُوْزُ بَيْنَ اَصَابِعِهِ كَمَا مُثَالِ الْعَيْوُنُ فَشَرَبْنَا  
 وَتَوَضَّأْنَا“ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لوٹے میں اپنا ہاتھ  
 مبارک رکھا تو وہ تھوڑا سا پانی جو لوٹے میں وضو کا بچا ہوا تھا چشموں کی  
 طرح پھوٹ پڑا تو ہم سب نے پیا اور وضو کیا۔ حضرت سالم فرماتے  
 ہیں کہ میں نے حضرت جابر سے پوچھا کہ تم کتنے لوگ تھے۔ جنہیں وہ  
 پانی کافی ہو گیا۔ انہوں نے جواب دیا ”لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَّكَفَانَا“



کُنَّا خَمْسَ عَشْرَةَ مِائَةً“ کہ اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے جب ہی وہ پانی ہم سب کو کافی ہوتا اور اس روز ہم پندرہ سو تھے۔

(صحيح البخارى ج. ٢٣، ١٥٩، ١٤٨، صحيح مسلم ج. ١، ١٢، ١٦٥)

البيهقي ج. ١، ٢٢، سنن النسائي ج. ١، ١١)

## قیث الکئانی کے دل کی بات

حضرت قباث بن اشیم الکنانی فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر میں ابھی مسلمان نہیں ہوا تھا اور مشرکین کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے خلاف لڑائی میں شریک تھا جب ہم لوگ شکست کھا گئے تو میں نے دل میں کہا ”مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَذَا الْأَمْرِ فَرَّ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءُ“ کہ آج کی طرح کا سلسلہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ہمارے سارے مرد میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور عورتیں پیچھے رہ گئیں اور جب جنگ خندق ہوئی تو میرے دل میں اسلام کی رغبت پیدا ہوئی جنگ خندق کے بعد میں اس خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوا کہ آپ کیا کہتے ہیں چنانچہ میں مدینہ منورہ پہنچا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پوچھا مجھے بتایا گیا کہ حضور صحابہ کی ایک جماعت کے ہمراہ مسجد نبوی کے سایہ میں تشریف رکھتے ہیں۔ میں مسجد شریف میں پہنچا اور میں صحابہ کے درمیان آپ کو فوراً پہچان نہ سکا۔ آپ نے خود ہی مجھے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”يَا قُبَاثُ بْنُ أَشِيمَ أَنْتَ الْقَائِلُ يَوْمَ بَدْرٍ “ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ هَذَا الْأَمْرِ فَرَّ مِنْهُ إِلَّا النِّسَاءُ “ حضرت قباث کہتے ہیں کہ میں نے پڑھا ”اشھد

اِنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ“ اور میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات میں نے کسی کے سامنے نہیں کہی تھی جو آپ نے بتائی ہے۔ حتیٰ کہ میں اس بات کو اپنی زبان پر نہیں لایا تھا۔ صرف دل ہی دل میں یہ بات آئی تھی ”فَلَوْلَا اَنَّكَ نَبِيٌّ مَا اطَّلَعَكَ اللّٰهُ عَلَيْهِ هَلُمَّ حَتَّىٰ اُبَايِعَكَ فَعَرَضَ عَلَيَّ الْاِسْلَامَ فَاَسْلَمْتُ“ پس اگر آپ اللہ کے نبی نہ ہوتے تو آپ کو خدا تعالیٰ میرے دل کے بھید سے آگاہ نہ کرتا۔ حضور ہاتھ بڑھائیے تاکہ میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کروں آپ نے ہاتھ مبارک بڑھایا اور اسلام پیش کیا میں نے اسلام قبول کر لیا

(المغازى للواقدي، ج. ١، ٩٢. الاصابه، ج. ٢، ٢١٣. البدايه والنهايه، ج. ٢، ١٠٢.)

اسد الغابہ، ج. ۴، ص. ۱۹۰)

## نجاتی کا انتقال

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے  
میں حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے مرنے کی اسی روز خبر دی جس روز وہ  
مرے تھے اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا ”اَسْتَغْفِرُكُمْ“ کہ اپنے  
بھائی کے لئے استغفار کرو۔ حضرت اُم کلثوم بنت ابی سلمہ پروردہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ  
وسلم نے اُم سلمہ سے نکاح کیا تو فرمایا کہ میں نے نجاشی کے لئے کچھ  
مشک اور کپڑے بطور ہدیہ بھیجے تھے میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کا انتقال ہو  
گیا ہے اور وہ ہدیہ واپس آجائے گا تو وہی میں تجھے دے دوں گا۔



”فَكَانَ كَمَا قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاتَ النَّجَاشِيُّ وَرُذِّثَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَدِيَّتُهُ“ کہ ایسے ہی ہوا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ نجاشی کے انتقال کی خبر کی ظاہری ذرائع سے تصدیق ہو گئی اور وہ ہدیہ واپس آ گیا تو آپ نے مشک میں سے کچھ اپنی تمام ازواج کو عطا کیا اور بقیہ مشک اور کپڑے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما کو عطا کئے۔

(صحیح البخاری ج. ۱۵، ۵، البدایہ والنہایہ ج. ۴، ۴، الاستیعاب النسم الرابع، ۱۹۱۳، سنن النسائی ج. ۲، ۲، ۱۹، سنن البیہقی ج. ۲، ۱، ۲۹)

### زندہ شہید

یہ زندہ شہید حضرت بی بی ام ورقہ بنت عبد اللہ بن حارث بن عویم انصاری ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی ملاقات کو تشریف لے جاتے اور اسے شہیدہ کے نام سے یاد فرماتے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کے لئے تشریف لے جا رہے تھے تو یہ حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کی کہ حضور مجھے اجازت دیں میں بھی مجاہدین کے ساتھ چلوں تاکہ زخمیوں کی مرہم پٹی کروں شاید اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت کی موت دے دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو اپنے گھر میں بیٹھ خدا تعالیٰ تجھے یہاں شہادت عطا فرمائے گا اور میں تیرا نام شہیدہ (زندہ شہید) رکھتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ تو اپنے محلہ والوں (عورتوں) کی امامت کراتی تھی۔ اس کا ایک غلام تھا اور ایک

لوٹڈی۔ جنہیں آپ نے مدبر کر رکھا تھا (یعنی یہ کہہ رکھا تھا کہ میرے مرنے کے بعد تم آزاد ہو گے) تو انہوں نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جلدی آزاد ہونے کے خیال میں رات کو ہی سوئی ہوئی کا گلا گھونٹ کر اسے مار ڈالا۔ حضرت فاروق اعظم کو اس کی خبر ہوئی تو آپ لوگوں کے ایک مجمع میں کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ام ورقہ کو اس کے غلام اور لوٹڈی نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا ہے اور دونوں

بھاگ گئے ہیں۔ آپ نے ان کو پکڑ کر پیش کرنے کا حکم دیا تو وہ پکڑے گئے اور آپ کی خدمت میں لائے گئے جنہیں آپ نے قصاص میں پھانسی دے دی اور مدینہ منورہ میں سب سے پہلے پھانسی پانے والے یہی دو تھے۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”صدق رُسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ كَانَ يَقُولُ انْطَلِقُوا بِنَا نَزُورُ الشَّهِيدَةَ“ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا جب کہ آپ ہم صحابہ سے فرماتے تھے کہ آؤ چلیں اور زندہ شہیدہ خاتون کی زیارت کریں۔

(الاستیعاب النسم الرابع، ۱۹۱۵، البدایہ والنہایہ ج. ۲، ۲، ۲۰، سنن البیہقی ج. ۲، ۲، ۱۲)

### آگے پیچھے برابر دیکھنا

امام بخاری مسلم وغیرہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرف قبلہ کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہوں ”فَوَ اللَّهُ مَا يَخْفَى



عَلَى خُشُوعِكُمْ وَلَا زُكُوعِكُمْ إِنِّي لَا رَأَيْتُكُمْ مِنْ وَرَاءِ ظَهْرِي“ قسم  
بخدا مجھ سے تمہارا خشوع اور رکوع پوشیدہ نہیں ہوتا میں تمہیں اپنی پیٹھ  
پیچھے دیکھتا ہوں حضرت انس فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ہمیں ایک نماز پڑھائی پھر ممبر پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا ”فِي الصَّلَاةِ  
وَفِي الرُّكُوعِ إِنِّي لَا رَأَيْتُكُمْ مِنْ وَرَائِي كَمَا أَرَأَيْتُكُمْ“ یعنی میں تمہیں نماز  
میں اور بالخصوص رکوع میں اپنے پیچھے ایسے دیکھتا ہوں جیسے میں تمہیں  
(اپنے سامنے) دیکھتا ہوں۔

(صحیح البخاری ج. ۱، ۱۰۸، ۱، صحیح مسلم ج. ۲، ۱۲۹، ۲، سنن البیہقی ج. ۲، ۱۰۰، ۲، سنن  
النسائی ج. ۲، ۹۱، ۲، ۲۱۱)

### اُستینِ حَتَّانہ

امام بخاری ابو حازم بن دینار سے راوی ہیں کہ کچھ آدمیوں  
میں اس بات پر بحث و مباحثہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ممبر  
شریف کس لکڑی کا بنا ہوا ہے؟ آخر وہ حضرت سہیل بن سعد ساعدی کی  
خدمت میں یہ پوچھنے آئے آپ نے فرمایا کہ خدا کی قسم مجھے علم ہے کہ وہ  
کس لکڑی کا ہے۔ میں نے اسے اس روز دیکھا تھا جس روز وہ پہلے رکھا  
گیا اور اس پہلے روز کو جانتا ہوں جس روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
اس پر رونق افروز ہوئے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ایک عورت کی طرف (جس کا نام حضرت سہیل نے لیا)  
پیغام بھیجا کہ وہ اپنے غلام کو کہے کہ ہمارے لئے لکڑی کا ممبر تیار کر لے

جس پر ہم خطبہ دیا کریں۔ اسی عورت نے اپنے غلام کو حکم دیا تو وہ  
طرفائے غابہ (ساگوان) کی لکڑی کا ممبر بنا کر لے آیا جسے اس عورت  
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا پھر اسے حضور صلی  
اللہ علیہ وسلم کے حکم سے یہاں (مسجد نبوی) میں رکھا گیا پھر میں نے  
دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور جب فارغ  
ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور خطاب کیا، اے لوگو! میں نے  
(جو ممبر پر نماز پڑھی ہے) یہ کام اس لئے کیا ہے تاکہ تم میری پیروی کرو  
اور تمہیں میری نماز کا علم ہو اور امام بخاری نے حضرت جابر سے روایت  
کی ہے کہ انصار میں سے ایک عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی  
خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ! مجھے اس بات کی اجازت دیجئے کہ  
میں آپ کے لئے ممبر بنواؤں۔ آپ نے فرمایا جیسے تمہارا دل کرے۔  
اس نے اپنے ترکھان غلام کو ممبر بنانے کا کہا اور ممبر بنوایا۔ جب جمعہ کا  
دن آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پر تشریف فرما ہوئے تو وہ کھجور  
کا تنا جس کے پاس حضور خطبہ دیا کرتے زور زور سے رونے لگ گیا حتیٰ  
کہ ایسے معلوم ہوتا تھا کہ وہ صدمہ سے پھٹ پڑے گا۔ آنحضرت صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ممبر سے نیچے اتر آئے اور اس کھجور کے تنے سے بغلیگر  
ہوئے ”فَجَعَلْتُ تَنْبُؤَ ابْنِ الصَّبِيِّ الَّذِي يَسْكُتُ“ تو وہ کھجور کا تنا ایسے  
سکیاں لینے لگا جیسے رورو کر چپ ہونے والا بچہ سسکیاں لیتا ہے۔

(صحیح البخاری ج. ۱، ۱۱، ۲، ج. ۲، ۹۱، ۲، ۲۱۱، المسند الامام احمد ج. ۴، ۱۲۸، ۴، ۵۵، اسد الغابہ







يَضْعُوْا مِنْ ذُنُوبِهِمْ“ تو میں نے ان کے قرض خواہوں کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استعانت طلب کی یعنی مدد مانگی کہ آپ سفارش فرمادیں وہ میرے والد کا کچھ قرضہ معاف کر دیں آپ نے انہیں بلایا اور سفارش فرمائی مگر وہ نہ مانے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ارشاد فرمایا کہ جاؤ جس قدر تمہارے پاس کھجوریں ہیں ان کی ہر قسم کا الگ الگ ڈھیر بنادو اور اس کے بعد مجھے پیغام بھیج کر بلوالو میں نے ایسا ہی کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھجور کے ڈھیر کے اوپر بیٹھ گئے پھر مجھے فرمایا کہ تول کر قرض داروں کو دیتے جاؤ۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں تول تول کر دیتا گیا حتیٰ ”اَوْفَيْتُهُمُ الَّذِي لَهُمْ وَبَقِيَ تَمَرِي كَمَا نَهَى لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْءٌ“ حتیٰ کہ میں نے ان کا سارا قرض اُتار دیا اور میری کھجوریں ویسی کی ویسی رہیں ان میں سے کچھ بھی کم نہ ہوا۔

(صحیح البخاری ج ۲ ص ۸۴، ۱۴۸، ۱۹۹، ۲۲۳ ج ۴ ص ۱۰۲، ۲۳۵ ج ۵ ص ۱۲۲ ج ۶ ص ۱۰۳ البخاری للواقدي ج ۱ ص ۲۰۰ سنن النسائي ج ۱ ص ۲۴۵ طبقات ابن سعد ج ۲ القسم الثاني ص ۱۰۰)

### بحری سفر

امام بخاری وغیرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام حرام بنت ملحان حضرت انس کی خالہ کے ہاں تشریف لے جاتے وہ آپ کی کھانے سے تواضع فرماتیں۔ یہ حضرت عبادہ بن صامت کی اہلیہ تھیں ایک روز اس کے

پاس تشریف لے گئے۔ اس نے کھانے سے حضور کی تواضع کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سرمہ مبارک میں کنگھا کرنے لگیں۔ آپ سو گئے پھر بیدار ہوئے اور ہنسنے لگے۔ حضرت ام حرام نے ہنسنے کی وجہ دریافت کی۔ آپ نے فرمایا اس خوشی سے کہ میری امت کے کچھ لوگ مجھے خواب میں دکھائے گئے جو بحری سفر کر کے جہاد فی سبیل اللہ کو جارہے ہیں اور شاہانہ انداز سے تخت پر متمکن ہیں۔ ام حرام کہتی ہیں میں نے عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا تعالیٰ مجھے ان مجاہدین میں کر دے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی پھر سو گئے پھر بیدار ہوئے اور ہنسنے لگے حضرت ام حرام نے اس کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا میری امت کے کچھ دوسرے لوگ خواب میں مجھے دکھائے گئے جیسے پہلے دکھائے گئے جہاد کے لئے بحری سفر کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ میرے لئے دعا فرمائیں کہ میں بھی ان شامل ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو پہلے لوگوں میں ہوگی دوسروں میں نہیں ”فَرَكِبَتِ الْبَحْرُفَى زَمَانَ مُعَاوِيَةَ بْنِ أَبِي سُفْيَانَ فَضَرَعَتْ عَنْ دَابَّتِهَا حِينَ خَرَجَتْ مِنَ الْبَحْرِ فَمَاتَتْ“ چنانچہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان کے زمانہ میں مجاہدین کے ساتھ بحری سفر کیا جو نبی بحری سفر ختم ہوا سواری پر سوار ہوئیں اور گر پڑیں اور وہاں انتقال کر گئیں۔

(الجامع الصحیح البخاری ج ۱ ص ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰،



سیڑھیوں سے اترتے ہوئے گر گئے اور ان کے پاؤں کی ہڈی اپنی جگہ سے اتر گئی جس کی انہیں شدید تکلیف ہو رہی تھی وہ پٹی باندھے گرتے پڑتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے اور یہودی کے قتل کرنے اور سیڑھیوں سے گرنے کی وجہ سے پاؤں کی ہڈی کے اپنے جوڑ سے الگ ہو جانے کی شکایت کی ”فَقَالَ اُبْسِطْ رَجُلَكَ فَبَسَطْتُ رَجُلِي فَمَسَحَهَا فَكَانَتْهَا لَمْ اَشْتِكْهَا قَطُّ“ آپ نے فرمایا کہ پاؤں لمبا کرو۔ میں نے لمبا کیا تو آپ نے میرے پاؤں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا تو وہ اُسی وقت ایسا ٹھیک ہو گیا کہ جیسے کبھی اس میں کوئی تکلیف ہی نہیں ہوئی تھی۔

(صحيح البخارى، ج. ۱، ۱۸۵، المعازى للواقدي، ج. ۱، ۳۹۲، البدایہ والنہایہ، ج. ۲، ۱۴۰، ج. ۱، ۱۲۲، سنن الترمذی، ج. ۲، ۲۲۲، ج. ۱، ۸۰۹)

### محمد بن حاطب کا ہاتھ

حضرت محمد بن حاطب چھوٹے سے تھے ان کی ماں انہیں حبشہ سے مدینہ کو لا رہی تھی جب مدینہ منورہ تک ایک دورات کا سفر باقی رہ گیا تو انہوں نے اپنے بچے محمد بن حاطب کے لئے ہانڈی میں کوئی چیز پکائی۔ ہانڈی اُتارتے ہوئے ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئی جس سے ان کا بیٹا محمد بن حاطب جھلس کر زخمی ہو گیا۔ وہ اسے لئے مدینہ منورہ پہنچی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ نے بچے کا نام محمد بن حاطب رکھا۔ اس کے سر پر ہاتھ مبارک پھیرا برکت کی

دعا کی اور اپنا لعاب دہن اس کے منہ میں ڈالا اور اس کے زخمی ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ملا اور یوں دعا کی ”اَذْهَبُ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ اَشْفِ اَنْتَ الشَّافِیُّ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءٌ لَا یُعَادِرُ سَقَمًا“ یعنی اے لوگوں کے پروردگار اس تکلیف کو دور کر دے۔ شفا دے تیرے ہی شفا ہے۔ ایسی شفا جس سے تکلیف باقی نہ رہے ان کی والدہ اپنے بیٹے سے کہتی ہیں جب وہ بڑے ہوئے ”فَمَا قُمْتُ بِكَ مِنْ عِنْدِهِ حَتَّى بَرَأْتُ يَذْكُ“ کہ اس سے پہلے کہ میں تجھے وہاں سے اُٹھا کر چلتی تمہارا جھلسا ہوا زخمی ہاتھ بالکل ٹھیک ہو چکا تھا۔

(الاستیعاب القسم الثالث، ۱۳۹، البدایہ والنہایہ، ج. ۲، ۱۱۲، ۲۹۵، اسد الغابہ، ج. ۲، ۲۱۳، الاصابہ، ج. ۲، ۴۵۲، ج. ۱، ۴۲۲)

### سوسال سے زائد عمر تک بال کا لے

حضرت عمرو بن الخطاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کئی ایک جنگوں میں شریک رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے حسن و جمال کے باقی رہنے کی دعا کی ”فَبَلَغَ مِائَةَ سَنَةٍ وَنِيفًا وَمِائَةً رَاسَهُ وَلِخَيْتِهِ الْاَبْنَدُ مِنْ شَعْرِ اَبْيَضٍ“ جس کے نتیجے میں ان کی عمر سوسال سے اوپر ہو گئی مگر ان کی جوانی کا وہی حسن و جمال باقی رہا اور چند ایک بالوں کے سوا تمام سر اور داڑھی کے بال کا لے کا لے رہے۔

(الاستیعاب القسم الثالث، ۱۱۲، البدایہ والنہایہ، ج. ۲، ۱۱۲، الاصابہ، ج. ۲، ۴۵۲)

### امت کی خفیہ باتوں کا علم

حضرت عوف بن مالک اشجعی کہتے ہیں کہ میں ان مجاہدین میں شامل تھا جنہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص کی قیادت میں ذات السلاسل کی طرف



بھیجا، اس میں میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی صحبت میں رہا تو میرا گزرا ایسی جماعت سے ہوا جنہوں نے اونٹ ذبح کیا ہوا تھا لیکن وہ اسے کاٹ نہیں سکتے تھے میں ایک طاقتور نوجوان تھا اور اونٹ کو ذبح کر کے کاٹ لیتا تھا تو میں نے ان سے کہا کہ اگر اس میں سے مجھے حصہ دو تو میں تمہیں گوشت کاٹ دیتا ہوں انہوں نے کہا ہاں تمہارا حصہ ہوگا۔ بس میں نے دو چھریاں پکڑیں اور اسے وہاں کاٹ کر اس کے ان کی مرضی کے مطابق کئی ایک حصے بنا ڈالے اور ان میں سے اپنا حصہ لے لیا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آ گیا اور اسے ہم نے پکایا اور کھایا۔ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے بھی کھایا۔ کھانے کے بعد دونوں نے مجھ سے پوچھا کہ اے عوف تمہیں یہ گوشت کہاں سے ملا تھا۔ میں نے انہیں ماجرا سنایا تو دونوں نے فرمایا اے عوف خدا کی قسم تم نے یہ گوشت ہمیں کھلا کر اچھا نہیں کیا پس دونوں اٹھے اور اس گوشت کی تہ کر دی۔ جب سب لوگ سفر سے واپس لوٹے تو سب سے پہلے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کی ”السَّلَامُ عَلَیکَ یَا رَسُولَ اللّٰهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُہُ“ آپ نے فرمایا۔ کیا عوف بن مالک ہو؟ میں نے عرض کی ہاں آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں پھر فرمایا۔

”اَصْحَابُ الْجَزُورِ“ کیا اونٹ والے؟ اس سے آگے کچھ نہ فرمایا۔

(مسند ابن ہشام القسم الثانی، ۱۲۵۔ المغازی للواقفی، ج ۲، ۴۳۲۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ۴۴۳)

### ایک خفیہ حرکت

یزید بن شیبہ کہتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی ایک گلی میں ایک عورت میرے قریب سے گزری تو میں نے اس کی کمر کو پکڑ کر اس کے کان کی

ایک بالی کو کھینچا پھر صبح کو مسجد نبوی میں گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بیعت فرما رہے تھے میں بھی آپ کے قریب ہو گیا اور بیعت کے لئے اپنے ہاتھ بڑھائے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اپنا ہاتھ مبارک کھینچ لیا اور فرمایا تو وہی شخص نہیں جس نے کل رات کوگلی سے گزرنے والی ایک خاتون کو تنگ کیا اور اس کی بالی کھینچی؟ میں نے عرض کیا ”یَا رَسُولَ اللّٰهِ! بَايَعْنِي فَوَ اللّٰهِ لَا اَعُوذُ بِغَدَا اَبَدًا“ کہ اے خدا کے رسول! مجھے بیعت کر لیجئے خدا کی قسم میں آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔ کہتے ”فَبَايَعْنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّم“ کہ پھر آپ نے مجھے بیعت فرمایا۔

(الاستیعاب، القسم الرابع، ۱۶۹۰۔ البدایہ والنہایہ، ج ۲، ۱۹۰۔

الاصابہ، ج ۳، ۱۰۴)

### سبق

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر غیب و ظاہر کا علم عطا فرما دیا ہے اس لئے خفیہ طور پر غلط کام کرنے سے پرہیز کریں کیونکہ اس سے روز قیامت خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کے حضور شرمندگی ہوگی اور یہ کہ آپ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والا آپ ﷺ ہی کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہے۔



چور حاکم سے چھپا کرتے ہیں یا اس کے خلاف

تیرے دامن میں چھپے چور انوکھا تیرا

### گستاخ رسول ﷺ کا قاتل

امام واقدی وغیرہ لکھتے ہیں کہ ایک عورت عصماء بنت مروان از بنی امیہ بن زید نامی جو یزید بن زید بن حصن الخطمی کے عقد میں تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سخت دشمن تھی آپ کو بدکلامی سے ایذا پہنچاتی اور اسلام کو بُرا کہتی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مخالفوں کو اکسایا کرتی۔ حضرت عمیر بن عدی بن خریشہ بن امیہ خطمی کو جو نابینا تھے اس عورت کو رسول دشمنی کا علم ہوا اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ بدر کا معرکہ سر کرنے تشریف لے گئے ہوئے تھے تو حضرت عمیر نابینا نے قسم کھائی ”اللَّهُمَّ اِنَّ لَكَ عَلَيَّ نَذْرًا لَنْ رَدُّوْثٌ وَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَا قُتْلُهَا“ کہ اے اللہ! میں اس بات کی منت مانتا ہوں کہ اگر تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنگ بدر سے سلامتی سے واپس لوٹایا تو میں اس گستاخ عورت کو ضرور قتل کر کے رہوں گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حضرت عمیر رات کی تاریکی میں اس عورت کے گھر میں داخل ہو گئے اس عورت کے بچے اس کے ارد گرد سوئے ہوئے تھے ان میں سے ایک چھوٹا سا بچہ شیر خوار تھا جو اس کی چھاتی سے لگا ہوا اس وقت بھی دودھ پی

رہا تھا مگر انہوں نے اس کی چھاتی سے بچے کو الگ کر کے چھاتی پر تلوار کا ایک وار کیا اور اس عورت کے دو ٹکڑے کر کے رکھ دیئے اور چپکے سے گھر آ گئے یہ سب کچھ تنہائی میں کیا حالانکہ نابینا تھے مگر معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دل میں عشق نبی کا چراغ جل رہا تھا سب کچھ اس کی روشنی میں کیا۔ صبح کی نماز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے مسجد نبوی میں ادا کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرنے کے بعد عمیر کی طرف دیکھا اور فرمایا ”اَقْتُلْتَ بِنْتَ مَرْوَانَ“ کہ کیا تم نے بنت مروان کو قتل کر دیا۔ انہوں نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ! اور دل میں ڈر رہے تھے کہ کہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض نہ ہوں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اس گستاخ عورت کا خون معاف کر دیا۔ بلکہ حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمایا ”اِذَا أَحْبَبْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلَى رَجُلٍ نَصَرَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ بِالْغَيْبِ فَانْظُرُوْا اِلَى عَمِيْرٍ بَنِ عَبْدِیْ“ کہ تم ایسے شخص کو دیکھنا پسند کرو جس کی اللہ اور اس کے رسول نے غائبانہ مدد کی تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بولے اس نابینا کو دیکھو جس نے اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری میں سختی کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”لَا تَقْلُ اِلَّا عَمَلِيْ وَلِكِنَّهُ الْبَصِيْرُ“ کہ اسے نابینا نہ کہو یہ درحقیقت آنکھوں والا ہے۔

اس کے بعد حضرت عمیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دے کر واپس آ رہے تھے تو راستہ میں اس عورت کے رشتہ



دارا سے دفن کر رہے تھے انہوں نے حضرت عمیر کو مدینہ منورہ سے آتا دیکھ کر آپ سے کہا ”يَا عَمِيرُ أَنْتَ قَتَلْتَهَا؟“ اے عمیر کیا تو نے اس عورت کو قتل کیا۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے قتل کیا ہے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اگر ہمت ہے تو کچھ کر کے دیکھ لو ”فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ قُلْتُمْ بِأَجْمَعِكُمْ مَا قَالَتْ لَضَرَّ بَنُكُمْ بِسَيْفِي هَذَا حَتَّى أُمُوتَ أَوْ أَقْتُلَنَّكُمْ“ یعنی خدائے قدوس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر تم سب کے سب وہی بات کہو جو اس عورت نے کہی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرو) تو میں اپنی اس تلوار سے تمہارے ساتھ لڑوں گا یہاں تک کہ خود مر جاؤں یا تمہیں مار ڈالوں گا حضرت عمیر کی اس جرأت کا یہ اثر ہوا کہ اس عورت کے قبیلے میں سے کچھ لوگوں نے جو مسلمان ہونے کے باوجود اپنی قوم کے خوف سے اسلام کو چھپاتے تھے اب اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کر دیا۔

(المغازی للواقدي ج. ۱، ۱۷۲، الاصابہ ج. ۳، ۳۲۳، سنن البيهقي ج. ۶، ۶۰۷)

(طبقات ابن سعد ج. ۲، ۱۸۱)

سبق

اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان وہی ہے جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اس حد تک مستغرق ہو کہ آپ کی شان میں کسی گستاخی کی گستاخی کو برداشت نہ کر سکے خواہ وہ گستاخ کوئی بھی ہو۔ اور یہ کہ گستاخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واجب القتل ہے اور یہ کہ عاشق

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ ظاہر ناہینا ہو تو بھی حقیقت کی رو سے وہ بیٹا ہے اور جس کے دل میں محبت و عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہو وہ بہ ظاہر بیٹا ہونے کے باوجود درحقیقت اندھا ہے اور یہ کہ محبت رسول ہی باطن کا نور ہے (مسئلہ) اگر رسول یا نبی کی شان میں گستاخی کسی مرد مسلمان سے صادر ہو تو وہ کافر ہو جائیگا خواہ وہ کلمہ پڑھتا ہو یا نمازی اور بہ ظاہر کتنا ہی نیک و بزرگ دکھائی دیتا ہو وہ گستاخی کی وجہ سے ضرور کافر ہو کر اسلام سے خارج ہو جائے گا اور واجب القتل ہو گا۔ گستاخی کے ثابت ہونے پر قاضی اسلام اسے قتل کر دے گا اور اگر عورت ہو تو احناف کے نزدیک اسے اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ تائب نہ ہو ملاحظہ ہو (کتاب الخراج امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ ص. ۱۸۲) غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی بکنے والا مسلمان نہیں ہو سکتا اگرچہ کلمہ پڑھے اسے مسلمان سمجھنا بجائے خود کفر ہے۔

کرے مصطفیٰ کی اہانتیں کھلے بندوں اس پہ یہ جراتیں

کہ میں کیا نہیں ہوں محمدی؟ ارے ہاں نہیں ارے ہاں نہیں

الصلوة والسلام عليك يا رسول الله

الصلوة والسلام عليك يا حبيب الله

الصلوة والسلام عليك يا نبي الله



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل مکہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنا چکے تھے اور روانگی ہونے والی تھی کہ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے ایک عورت کے ساتھ اجرت طے کر کے اسے قریش کی طرف خط لکھ کر فوراً روانہ کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حملہ کی خبر تھی اس عورت نے اس خط کو اپنے بالوں میں رکھ کر اس طرح سے انہیں گوندھ دیا کہ کسی کو وہاں خط کے ہونے کا وہم بھی نہیں ہوتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے نبی سے کہ جس کا رابطہ خداوند قدوس کے ساتھ برابر جاری تھا یہ بات کیسے مخفی رہ سکتی تھی اور خدا اپنے نبی کو کیونکر ایسی پوشیدہ باتوں سے بے خبر رکھ سکتا تھا۔ آپ نے حضرت علی و زبیر رضی اللہ عنہما کو یہ فرما کر روانہ کیا کہ مکہ کے راستہ پر ایک عورت جا رہی ہے اسے فوراً جالو اور وہ خط واپس لو اور یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ نے بھیجا ہے جن میں قریش کو ہمارے پروگرام کی اطلاع بھیجی جا رہی ہے۔ یہ دونوں حضرات فوراً روانہ ہوئے اور اسے خلیفہ بنی احمد کے مقام پر جالیا اور اسے اونٹ سے نیچے اتارا اور اس کی تلاشی لی خط نہ نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے فرمایا خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ تو آپ ہی خط نکال کر دے دے ورنہ ہم تیرے لئے باعث تکلیف ثابت ہوں گے چنانچہ اس عورت نے اپنے سر کے بالوں کو

ایک طرف ہو کر کھولا اور وہ خط نکال کر دے دیا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ وہ خط لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضور کو پیش کر دیا آپ نے حضرت حاطب کو بلایا اور فرمایا اے حاطب تو نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول خدا کی قسم میں اللہ و رسول پر ایمان رکھتا ہوں میرے ایمان و یقین میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ میرا وہاں مکہ میں کوئی نہیں۔ صرف تنہا اہل و عیال ہیں میں چاہتا ہوں کہ اس بہانے قریش کو میرے بچوں سے ہمدردی ہو جائے گی حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے عرض کی یا رسول اللہ یہ شخص منافق ہو گیا ہے مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تجھے خبر نہیں اے عمر کہ یہ بدری مجاہدین میں سے ایک مجاہد ہے اور اللہ نے بدریوں کے بارے میں فرمایا ”اعْمَلُوا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ“ کہ جو چاہو کرو کہ ہم نے تمہیں بخشش کی پیشگی ڈگری دے دی پھر یہ آیت نازل ہوئی ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ“ (رقم الایۃ: ۱) النح ”اے ایمان والو! تم اپنے اور میرے دشمن کو دوست نہ بناؤ۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضرت حاطب بن بلتعہ کو ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کہہ کر مخاطب فرمایا۔

(سیرت ابن ہشام۔ القسم الثانی۔ ۳۹۷۔ تفسیر ابن کثیر۔ ج۔ ۲۔ ۳۰۱۔ ۲)

صحیح البخاری۔ ج۔ ۴۔ ۷۲۔ ج۔ ۵۔ ۹۹۔ ۱۸۳۔ ج۔ ۲۔ ۱۸۶۔ المغازی



للوأقدي. ج. ۲. ۷۹۹. الإصابه. ج. ۱. ۲۹۹. الاستيعاب القسم  
الاول. ۳۱۲. ج. ۱. ۲۹۹. اسد الغابہ. ج. ۱. ۳۲۱. صحيح مسلم. ج. ۱۶. ۵۵.  
البدایہ والنہایہ. ج. ۳. ۲۸۳. سنن البيهقي. ج. ۹. ۱۴۶.

### خفیہ گفتگو

امام ابن ہشام لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے موقع پر کعبہ معظمہ میں داخل ہوئے۔ حضرت بلال آپ کے ساتھ تھے آپ نے ان کو اذان کہنے کا حکم فرمایا حضرت ابوسفیان بن حرب عتاب بن اسید و حارث بن ہشام (جو اس وقت مسلمان نہ تھے) صحن کعبہ میں بیٹھے تھے۔ عتاب بن اسید نے کہا کہ میرے باپ اسید کو اللہ نے اس آواز کے سننے سے بچالیا ورنہ وہ (اپنے دین کے خلاف آواز سن کر) غضبناک ہوتے۔ حارث بن ہشام بولے۔ خدا کی قسم میں اگر یہ سمجھتا کہ یہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق پر ہیں تو میں اس کا پیروکار ہو جاتا۔ ابوسفیان بولے میں کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ اگر میں نے کوئی بات کہہ دی تو یہ کنکریاں جو ہمارے آس پاس ہیں محمد کو خبر کر دیں گی اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انکے پاس تشریف لائے اور فرمایا جو کچھ تم نے یہاں کہا مجھے معلوم ہو گیا پھر آپ نے ان کی کہی ہوئی ایک ایک بات بیان کر دی حضرت حارث و عتاب کی زبان سے بے ساختہ نکلے ”نَشْهَدُ اَنْكَ رَسُولُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ مَا اَطْلَعْ عَلٰی هَذَا اَحَدٌ كَانَ مَعَنَا فَنَقُولُ اَخْبِرْكَ“ کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں خدا کی قسم

ہمارے ساتھ کوئی غیر نہ تھا جس نے یہ بات سن کر آپ کو بتائی ہو۔  
نوٹ:- مغازی میں خالد بن اسید ہے۔

(سیرت ابن ہشام قسم الثانی. ۴۱۳. و کتاب المغازی للواقدي. ج. ۲. ۸۴۶. البدایہ والنہایہ. ج. ۳. ۲۸۳. الإصابه. ج. ۲. ۴۴۴. تفسیر ابن کثیر. ج. ۲. ۷۲.)

### تھر تھرا کر گر گئے

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ فتح کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپ نے بیت اللہ کے ارد گرد چکر لگایا۔ بیت اللہ کے آس پاس بت تھے جو سیسہ و قلعی کو پکھلا کر دیوار کے ساتھ پیوستہ کئے ہوئے تھے آپ کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی آپ قرآن کریم کی آیت ”جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا“ (بنی اسرائیل، رقم الآية: ۸۱) پڑھتے اور جس بت کی پیٹھ کی طرف اشارہ فرماتے وہ پیٹھ کے اور جس کے منہ کی طرف اشارہ فرماتے وہ منہ کے بل اوندھا گر جاتا حتیٰ کہ سارے کے سارے بت تھر تھرا کر گر گئے کوئی بھی بت اپنی جگہ باقی نہ رہا۔

(سیرت ابن ہشام. القسم الثانی. ۴۱۴. تفسیر ابن کثیر. ج. ۳. ۵۹. المغازی للواقدي. ج. ۲. ۸۴۶. البدایہ والنہایہ. ج. ۳. ۲۸۳. ج. ۲. ۷۲.)

### سبق

اس واقعہ سے یہ سبق حاصل ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



خدا کے بھیجے ہوئے رسول برحق ہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے حق قرار دیا اور یہ کہ آپ کا تصرف پتھروں پر بھی جاری ہوتا ہے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ حجرے کو جھکا  
تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھر تھرا کر گر گیا

سینے پر ہاتھ مارا کا یا پلٹ گئی

فضالہ بن عمیر بن ملوح لیشی نے یہ ظاہر مسلمان بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیت اللہ کا طواف شروع کر دیا اور دل میں یہ خیال کر کے آئے تھے کہ طواف کے دوران موقع پا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دوں گا جب اسی خیال سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کیا تمہارا نام فضالہ ہے۔ کہنے لگے ہاں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا ”مَا لَذِي كُنْتُ تُحَدِّثُ بِهِ نَفْسَكَ؟“ کہ تمہارے دل میں کیا خیال ہے؟ یہ کہنے لگے کہ کچھ نہیں میں تو دل میں خدا کو یاد کر رہا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور فرمایا ”اِسْتَغْفِرِ اللّٰهَ!“ کہ اس جھوٹ پر خدا سے معافی مانگو۔ پھر آپ نے فضالہ کے سینے پر ہاتھ رکھا تو ان کے دل کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ ان کا دل بغض نبی سے پاک ہو کر حُب نبی کا گہوارہ بن گیا۔ حضرت فضالہ کہتے ہیں ”وَاللّٰهُ مَا رَفَعَ يَدَهُ عَنْ صَدْرِي حَتَّىٰ مَا مِنْ خَلْقٍ اللّٰهُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهُ“ کہ خدا کی قسم

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی میرے سینے سے ہاتھ مبارک اٹھایا ہی نہیں تھا کہ کائنات کی کوئی چیز حضور سے بڑھ کر مجھے محبوب نہ تھی۔

(سیرت ابن ہشام ج ۴، البدایہ والنہایہ ج ۴، ۳۰۸، ۲، الاصابہ ج ۲، ۲۰۱، ۲)

سب کو کافی ہو گیا

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت زینب سے نکاح ہوا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہما نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کچھ کھانا حضرت انس بن مالک کے ذریعے بھیجا۔ یہ کھانا لے کر حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اسے یہاں رکھ دو اور فلاں فلاں کو اور جو بھی تمہیں ملے کھانے کے لئے بلا لاؤ حالانکہ کھانا معمولی سا تھا، کہتے ہیں میں نے بلایا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دولت کدہ حاضرین سے بھر گیا ”فَرَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعَ يَدَهُ عَلَىٰ تِلْكَ الْحَيْسَةِ وَتَكَلَّمَ بِهَا مَا شَاءَ اللّٰهُ“ پس میں نے دیکھا کہ آپ نے اس کھانے پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا پھر دس دس کے گروہ کو کھانے پر بلاتے گئے آپ فرماتے جاتے ”اَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ وَلْيَاكُلْ كُلُّ رَجُلٍ مِّمَّا يَلِيهِ“ کہ خدا کا نام لے کر ہر ایک شخص اپنے آگے سے کھاتا جائے۔ حضرت انس فرماتے ہیں ”حَتَّىٰ تَصَدَّغُوا كُلُّهُمْ عَنْهَا“ کہ سب کے سب پیٹ بھر کر کھا کر فارغ ہو گئے مگر کھانے میں کمی



(صحیح البخاری ج. ۴، ۸۲، وصحیح مسلم ج. ۹، ۲۲۸، ۲۲۳، البدایہ والنہایہ ج. ۲، ۱۴۷، وج. ۱۱۰، سنن البیہقی ج. ۶، ۸۶، تفسیر ابن کثیر ج. ۳، ۵۰۳، ۲۹۱، سنن النسائی ج. ۱، ۱۲۱)

### شفادے دی

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مکہ معظمہ میں شدید بیمار ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طبع پرسی کو تشریف لے گئے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اے اللہ کے نبی میرے پاس مال ہے مگر ایک لڑکی (عائشہ بنت سعد) کے بغیر کوئی اولاد نہیں کیا میں ایک حصہ لڑکی کے لئے چھوڑ کر باقی دو حصے مال کی وصیت کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی نصف کی وصیت کر سکتا ہوں؟ فرمایا نہیں۔ میں نے عرض کی کہ دو تہائی چھوڑ کر ایک تہائی کی وصیت کر سکتا ہوں؟ فرمایا ہاں۔ ثلث (ایک تہائی) کی وصیت کافی ہے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں ”ثُمَّ وَضَعَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدَهُ عَلَى جَبْهَتِي ثُمَّ مَسَحَ يَدَهُ عَلَى وَجْهِي وَبَطْنِي ثُمَّ قَالَ اللَّهُمَّ اشْفِ سَعْدًا وَأَتِمِّمْ هِجْرَتَهُ“ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک ہاتھ میری پیشانی پر رکھا پھر میرے منہ اور پیٹ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا اے اللہ! سعد کو شفا دے اور اس کی ہجرت کو پورا کر حضرت سعد فرماتے ہیں ”فَمَا زِلْتُ أَحَدُ بَرَدِهِ“ عَلَى كَبْدِي فِيمَا يَخَالُ إِلَيَّ حَتَّى

السَّاعَةِ“ کہ اس وقت سے لے کر اب تک آپ کے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک محسوس کرتا ہوں۔

(صحیح البخاری ج. ۴، ۱۵۳، المغازی للواقدي ج. ۳، ۱۱۱، البدایہ والنہایہ ج. ۶، ۱۶۲، ۱۶۵، الاصابہ ج. ۱، ۲۸۸)

### سب کا پیٹ بھر دیا

بخاری وغیرہ میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے اس قدر بھوک نے ستایا کہ میں نے پیٹ پر پتھر باندھ لیا اور راستہ پر بیٹھ گیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ گذرے تو میرے اشارے کو نہ سمجھ سکے پھر عمرؓ گذرے تو وہ بھی نہ سمجھے پھر ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم (رزق خداوندی اور جنت کے قاسم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) گذرے تو آپ نے میرے اشارہ کو سمجھ لیا اور تبسم فرمایا اور فرمایا اٹھو اور میرے پیچھے چلے آؤ۔ آپ سیدھے گھر تشریف لائے اور گھر والوں سے میرے اندر آنے کی اجازت چاہی اور مجھے اندر بلا لیا۔ گھر والوں سے پوچھا کوئی کھانے پینے کی چیز ہے انہوں نے عرض کی ہاں آپ کے لئے ہدیہ کے طور پر دودھ کا ایک پیالہ آیا رکھا ہے۔ آپ نے مجھے فرمایا ابو ہریرہ! جاؤ تمام اہل صفہ کو بلا لاؤ مجھے یہ بات عجیب سی لگی۔ میں نے دل میں ہی کہا کہ دودھ میرا حق تھا کہ میں سخت بھوکا ہوں۔ یہ تھوڑا دودھ اور اس قدر اہل صفہ۔ ایک ایک گھونٹ بھی نہ ہوگا اور مجھے تو شاید ہی چکھنے کو نصیب ہو۔ لیکن تعمیل حکم کے بغیر



چارہ نہ تھا۔ میں سب کو بلا لایا۔ سب آکر بیٹھ گئے حضور نے فرمایا ابو ہریرہ پیالہ ہاتھ میں لے لو اور باری باری سب کو پلاتے جاؤ میں سب کو پلاتا چلا گیا۔ ہر ایک نے پیٹ بھر کر پیا لیکن دودھ میں کمی نہ آئی آخر میں سرکار نے مجھے دیکھا اور تبسم فرماتے ہوئے فرمایا ابو ہریرہ اب میں اور تم باقی رہ گئے لو پہلے تم پی لو۔ میں نے پیٹ بھر کر پیا اور دودھ بچ رہا۔ فرمایا پھر پیو میں پھر پیا حتیٰ کہ میں نے عرض کی ”لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أَجِدُ لَهُ، مَسْلُكًا“ کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا اب گنجائش نہیں رہی۔ آخر وہ بچا ہوا خود ہی حضور اکرم ﷺ نے نوش فرمالیا۔

(صحيح البخارى ج. ۱، ۱۹۸، ۱۲۱، وسنن النسائي ج. ۴، ۸۴)

### نفرت محبت میں بدل دی

حضرت ابو محذورہ کہتے ہیں کہ میں ایک جماعت کے ساتھ حنین کے راستہ پر جا رہا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ حنین فتح کر کے واپس اسی راستے سے تشریف لا رہے تھے ایک جگہ ہماری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو گئی (تو ہم کچھ بچے ایک طرف ہو کر ٹھہر گئے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہو کر نماز کے لئے اذان دی ہم نے مؤذن کی آواز سنی تو ہم اس کی نقل اُتارنے اور مذاق اُڑانے لگے ہماری اس نقلی اذان کی آواز اور استہزاء و مذاق اُڑانے کو رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وسلم نے سن لیا اور ہمیں اپنے پاس بلوایا ہم حضور کے رو برو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے پوچھا کہ تم میں سے کون تھا جس کی نقل اُتارنے اور مذاق اُڑانے کی آواز میں نے خود سنی ہے (ہم گھبرارہے تھے) میرے تمام ساتھیوں نے میری طرف اشارہ کیا اور وہ اس میں سچے تھے (کہ اس بدتمیزی میں پیش پیش میں ہی تھا۔ آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور مجھے اپنے ہاں روک لیا اور فرمایا ”قُمْ فَأَذِّنْ“ کھڑے ہو جاؤ اور اذان کہو۔ میں کھڑا ہو گیا اس وقت میرے دل میں حضور سے سب سے زیادہ نفرت تھی اور جس بات کا مجھے آپ نے حکم دیا تھا اس سے بڑھ کر میرے دل میں کوئی ناپسند بات نہ تھی (لیکن ڈر کے مارے میں کھڑا ہوا) آپ نے فرمایا جیسے اذان میں کہلو اؤں تم ویسے کہتے چلو۔ آپ نے فرمایا۔ ”اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ. اشهدان لا اله الا اللّٰهُ. اشهدان لا اله الا اللّٰهُ. اشهدان محمدا رسول اللّٰهُ. اشهدان محمدا رسول اللّٰهُ. حي على الصلوة. حي على الصلوة. حي على الفلاح. حي على الفلاح. اللّٰهُ اَكْبَرُ. اللّٰهُ اَكْبَرُ“ جب میں اذان کہہ چکا تو آپ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور ایک تھیلی عطا فرمائی اس میں کچھ چاندی تھی پھر آپ نے اپنا ہاتھ مبارک میری پیشانی پر رکھا اور میرے منہ پر اور چھاتی پر پھر جگر پر پھیرا حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ مبارک میری ناف تک پہنچا پھر فرمایا ”بارک اللّٰهُ فِيْكَ وَبَارَكَ عَلَيْكَ“ کہ اللہ تجھ میں برکت فرمائے اور



تجھ پر برکتیں فرمائے آپ کے ہاتھ مبارک کے پھرنے سے میری دنیا ہی بدل گئی ”وَذَهَبَ كُلُّ شَيْءٍ كَانَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ كَرَاهَةٍ وَعَادَ ذَلِكَ كُلُّهُ“ مَحَبَّةُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ“ جس قدر حضور کے خلاف میرے دل میں نفرت و کراہت تھی یکسر جاتی رہی اور دل میں آپ کی محبت ایسی سما گئی کہ میرے جسم کا ایک ایک روٹھنا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار ہو گیا اور میرے دل میں آپ سے بڑھ کر کسی کی محبت نہ تھی۔ پھر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ مجھے مکہ معظمہ میں بھیج کروہاں کا مؤذن مقرر کر دیجئے چنانچہ آپ نے مجھے مکہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید کے پاس بھیج کر وہاں کا مؤذن مقرر کر دیا۔ ”صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَيْهِ وَالْهِ وَصَحْبِهِ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ“ اور سنن بیہقی میں ہے کہ حضرت محذورہ کی اولاد کئی پشتوں تک مکہ کی مؤذن رہی۔

(تفسیر امام حافظ ابن کثیر ج. ۲، ۴۲۲، الاصابہ ج. ۱، ۱۵۴، سنن البیہقی ج. ۲، ۱۸۳۹۲، سنن النسائی ج. ۲، ۵۲)

### انتقام کی آگ گلزارِ محبت بن گئی

شیبہ بن عثمان فرماتے ہیں کہ جنگ حنین کے موقع پر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے کی فکر میں تھا کیونکہ میرے باپ اور چچا کو حضرت علی و حمزہ نے جنگ میں قتل کیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف حضرت عباس اور بائیں طرف ابوسفیان تلواریں لئے پہرہ دے رہے تھے اور آپ درمیان میں تھے۔ میں نے دل میں کہا کہ ان کے پیچھے سے پیٹھ کی طرف جا کر حملہ کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ میں چھپ کر حضور کی پیٹھ کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا جہاں سے تلوار کے ذریعے حملہ کرنا میرے لئے ممکن ہو گیا۔ میں نے تلوار ہوا میں لہرائی ہی تھی کہ ”اذْ رُفِعَ لِي سُوَاطٌ مِنْ نَارٍ بَيْنِي وَبَيْنَهُ، كَأَنَّهُ بَرَقَ فَخِخْتُ أَنْ يَخْمِشَنِي فَوَضَعْتُ يَدِي عَلَى بَصْرِي وَرَجَعْتُ الْقَهْقَرَى“ اچانک بجلی کی طرح چمکتا ہوا آگ کا ایک شعلہ میرے اور حضور کے درمیان حائل ہو گیا اور مجھے ڈر لگا کہ کہیں میری آنکھیں نہ پھوٹ جائیں تو فوراً میں نے آنکھوں پر ہاتھ دے دیئے اور اُلٹے پاؤں واپس پلٹ آیا۔ اتنے میں حضور ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا ”شَيْبَةُ يَا شَيْبَةُ أَدْنُ اللَّهُمَّ اذْهَبْ عَنْهُ الشَّيْطَانُ“ اے شیبہ اے شیبہ۔ (اب آئے ہو تو خالی نہ جاؤ) میرے پاس آؤ۔ اے اللہ، اس سے شیطان کو دور کر دے۔ فرماتے ہیں شرم سے میری



آکھیں جھک گئیں ”فَرَفَعْتُ إِلَيْهِ بَصْرِي وَلَهُوَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ سَمْعِي وَبَصْرِي“ بس جونہی میں نے آنکھ اٹھا کر حضور کی طرف دیکھا تو میری انتقام کی آگ گلزار بن چکی تھی اور حضور مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز و محبوب تھے پھر مجھے فرمایا ”يَا شَيْبَةُ قَاتِلِ الْكُفَّارَ“ اے شیبہ ان کافروں سے لڑو۔ ”ثُمَّ تَنَاولَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَفًّا مِنَ التُّرَابِ فَرَمَى بِهِ وَجْوهَ الْقَوْمِ فَاصَابَ عُيُونَهُمْ“ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کی ایک مٹھی لی اور کفار کی طرف پھینکی کوئی کافر ایسا نہ رہا جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو۔

(تفسیر ابن کثیر ج. ۲، ۳۴۵، اسد الغابہ ج. ۳، ۴۰۳، سیرت ابن ہشام قسم الثانی، ۳۲۲، طبقات ابن سعد قسم اول ج. ۱۰۸، ۲۰)

### زخم ٹھیک کر دیا

یسیر بن رزام نامی شخص خیبر میں رہتا تھا اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مقابلہ کے لئے بنی غطفان کو جمع کرتا پھر رہا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت کے ساتھ روانہ کیا ان میں حضرت عبد اللہ بن انیس بھی تھے۔

جب یہ لوگ یسیر بن رزام کے پاس پہنچے تو اس سے گفت و شنید کی حتیٰ کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلنے پر رضامند کر لیا اس

نے کچھ یہودیوں کو اپنے ساتھ تیار کیا اور انہیں بھی ہمراہ لے کر صحابہ کرام کی جماعت کے ساتھ چل پڑا حضرت عبد اللہ بن انیس نے یسیر بن رزام کو گھوڑے پر اپنے پیچھے بٹھایا اور دوسرے صحابہ کرام نے بھی ایک ایک یہودی کو اپنے اپنے پیچھے گھوڑوں پر سوار کر لیا جب خیبر سے چھ میل دور قرقرہ نیا کے مقام پر پہنچے تو صحابہ کو گفتگو کے دوران محسوس ہوا کہ یسیر اور اس کے ساتھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلنے پر نادم ہیں اور واپس جانے کی فکر کر رہے ہیں تو حضرت عبد اللہ بن انیس نے گھوڑے پر چلتے ہوئے یسیر کو تلوار ماری اور اس کا پاؤں کاٹ دیا اس کے ہاتھ میں سوئی تھی جس سے اس نے حضرت عبد اللہ بن انیس کا سر زخمی کر دیا اور زخم بھی گہرا ہوا۔ دوسرے صحابہ نے اپنے اپنے ساتھ والے ایک ایک یہودی کو قتل کر دیا۔ حضرت عبد اللہ بن انیس حضور کی خدمت میں سر کے زخم کے ساتھ حاضر ہوئے تو ”تَفَلَّ عَلَيَّ جَرَحُهُ فَلَمْ يَقْحَ وَلَمْ يُؤْذِهِ“ آپ نے اپنا لعاب دہن زخم پر لگا دیا وہ زخم اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام قسم ثانی، ۱۱۸، المغازی ج. ۲، ۴۱۴، البدایہ والنہایہ ج. ۲، ۲۲۱، اس میں زخمی عبد اللہ بن رواحہ کا ہے طبقات ابن سعد ج. ۲، قسم اول، ۱۷)

### بادل آگیا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے راستہ میں حجر کے مقام پر تھے اور وہاں قافلہ آرام کے لئے ٹھہرا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ رات کو



## منافق کی خفیہ بات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کو جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کی اونٹنی گم ہو گئی تو آپ کے کچھ صحابی اس کی تلاش کو نکلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عمارہ بن حزم بھی تھے جو عقبی و بدری تھے جہاں وہ رہتے تھے ان کے ساتھ زید بن لصیت قیقاعی بھی رہتا تھا جو منافق تھا تو وہ زید نامی منافق سے کہنے لگا کہ کیا محمد کا یہ گمان نہیں کہ وہ نبی ہے اور وہ تمہیں آسمانوں کی خبریں دیتے ہیں حالانکہ ان کو معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمارہ سے فرمایا ایک منافق ہے جس نے میرے بارے میں یہ بات کہی ہے ”وَاللّٰهُ مَا اَعْلَمُ اِلَّا مَا اَعْلَمَنِی اللّٰهُ وَقَدْ حَبَسَتْهَا شَجَرَةٌ بِزَمَامِهَا فَاَنْطَلِقُوا حَتّٰی تَاْتُوْنِیْ بِهَا“ خدا کی قسم میں تو وہی بات جانتا ہوں جس کا مجھے خدا نے علم دیا اور اس نے مجھے بتا دیا ہے کہ میرا اونٹنی کہاں ہے میری اونٹنی اس وادی کی فلاں گھاٹی میں ہے اس کی رسی ایک درخت سے الجھ گئی ہے جاؤ اسے میرے پاس لے آؤ۔ صحابہ گئے اور اسے لے کر آ گئے حضرت عمارہ بن حزم اپنے مکان پر آئے اور ان کو معلوم ہو گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف وہ بات کرنے والا زید ہی ہے چنانچہ انہوں نے اسے اپنے مکان سے نکال دیا۔

(سیرت ابن ہشام قسم الثانی ۵۲۲، المغازی ج ۲، ۲۲۲، ۱۰۱، ۱۰۲، اسد الغابہ ج ۱، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳)

سخت تیز ہوا چلے گی کوئی شخص باہر اکیلا نہ جائے۔ اس کے باوجود رات کو ایک شخص تنہا کسی کام کو نکلا تو راستہ میں اس کے گلے میں ایسی سخت چوٹ آئی کہ اس کا حال قابل رحم ہو گیا اور دوسرا اپنے اونٹ کو ڈھونڈھنے اکیلا نکلا تو تیز ہوانے اسے اٹھا کر بنی طے کے پہاڑوں میں پہنچا دیا ”ثُمَّ دَعَا رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِلَّذِیْ اُصِیْبَ عَلَیْ مَذْہَبِہِ فُشِفِی“ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے جسے گلے میں سخت تکلیف پہنچی تھی دعا فرمائی تو وہ اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ اور جس دوسرے کو تیز و تند ہوانے بنی طے کے پہاڑوں میں پہنچا دیا تھا اسے بنی طے کے لوگوں نے اس وقت حضور کے پاس واپس بھجوا دیا جب آپ مدینہ منورہ پہنچ چکے تھے۔ جب لوگ صبح کو اٹھے تو پانی کی سخت کمی تھی سب نے مل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پانی نہ ہونے کی شکایت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق نے عرض کی یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی دعا نہیں خالی لوٹاتا۔ دعا فرمائیے آپ ﷺ نے جو نبی دعا فرمائی ”فَارْسَلَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ سَحَابَةً فَاَمْطَرَتْ حَتّٰی اَزْتَوٰی النَّاسُ وَاحْتَلَوْا حَاجَتَهُمْ مِنَ الْمَآءِ“ تو فوراً خدا تعالیٰ نے غیب سے ایک بادل بھیجا جو آکر خوب برساتی کہ لوگوں نے حسب ضرورت پانی پیا اور ضرورت کے لئے بھی جمع کر کے رکھ لیا۔

(سیرت ابن ہشام قسم الثانی ۵۲۲، صحیح البخاری ج ۲، ۱۴۷، صحیح مسلم ج ۲، ۱۵، ۱۰۰، ۱۰۱، البدایہ والنہایہ ج ۱، ۵، ۱۱، تفسیر ابن کثیر ج ۱، ۲۹۹، ۳۰۰)



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک کو جا رہے تھے کہ حضرت ابوذر کسی مجبوری سے پیچھے رہ گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پیچھے رہ جانے کا بتایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان میں خیر ہوگی تو وہ ہمیں آملیں گے اور اگر شر ہوگا تو خدا ان کے شر سے نجات دے۔ اسی طرح کچھ اور لوگ بھی پیچھے رہ گئے ان کے بارے میں جب عرض کی گئی تو یہی جواب ارشاد فرمایا چلتے چلتے ایک جگہ قیام کیا۔ کسی مسلمان نے دور سے دیکھا کہ اسی راستہ پر پیچھے سے کوئی شخص اپنا سامان اٹھائے اکیلا آ رہا ہے لیکن دور ہونے کی وجہ سے معلوم نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ کون ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی گئی کہ ایک تنہا شخص اپنا سامان سر پر رکھے آ رہا ہے لیکن پتہ نہیں کہ کون ہوگا۔ آپ نے فرمایا ”كُنْ أَبَاذَرَّ“ اے آنے والے تو ابوذر رہو جب اس حد تک قریب ہوا کہ پہچان میں آنے لگا تو لوگوں نے بغور دیکھا کہ وہ ابوذر تھے آپ نے فرمایا ”رَحِمَ اللَّهُ أَبَاذَرَّ يَمْشِي وَحْدَهُ وَيَمْوُتُ وَحْدَهُ“ وَيُبْعَثُ وَحْدَهُ“ کہ اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے اکیلے چلتے ہیں۔ اکیلے مریں گے اور اکیلے اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ربذہ کے مقام پر تنہا جا کر آباد ہوئے اور وہاں انتقال ہوا اور وہاں دفن

(سیرت ابن ہشام، قسم الثانی، ۵۴۴، المغازی، ج ۱، ۱۰۱، ۱۰۲، الاصابہ، ج ۲، ۱۵۶، البدایہ والنہایہ، ج ۲، ۲۰۶، ۲۰۷، اسد الغابہ، ج ۱، ۳۰۲، طبقات ابن سعد، ج ۲، قسم اول، ۱۰۴)

### پانی پھوٹ پڑا

تبوک کے راستہ میں پانی تھا جو ایک چٹان سے نکلتا تھا اور وہ اس قدر نکلتا کہ زیادہ سے زیادہ تین آدمیوں کو کافی ہوتا اس وادی کو جہاں یہ پانی تھا وادی مشق کہتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے جانے والوں سے فرمایا تھا کہ وہ اس سے پانی نہ نکالیں جب تک کہ ہم نہ پہنچ جائیں۔ منافقین کے کچھ لوگ پہلے ہی وہاں پہنچے تو آپ نے اوپر سے کھڑے ہو کر دیکھا کہ اس میں پانی بالکل نہیں ہے اور کسی نے نکال لیا ہے آپ نے پوچھا کہ ہم سے پہلے یہاں پہنچ کر کس نے پانی لے لیا ہے عرض کی گئی کہ فلاں فلاں نے یہ حرکت کی ہے آپ ان پر سخت برہم و ناراض ہوئے پھر آپ سواری سے اترے اور اس چٹان کے نیچے ہاتھ مبارک رکھا اور دعا فرمائی ”فَانْخَرَقِ الْمَاءُ مَا اَنْ لَّهُ“ حَسًّا كَحَسِّ الصَّوَاعِقِ فَشَرِبَ النَّاسُ وَاسْتَقْفُوا حَاجَتَهُمْ مِنْهُ“ تو وہاں سے پانی اس قدر زور سے پھوٹ پڑا اور اس قدر سختی سے برآمد ہو کر بہنے لگا کہ بادل کی گرج کی طرح اس کی گونج سنائی دیتی تھی۔ لوگوں نے پانی پیا اور اپنی ضرورت کے لئے محفوظ بھی کر لیا۔

(سیرت امام ابن ہشام، قسم الثانی، ۵۴۶، صحیح مسلم، ج ۱، ۱۵۲، المغازی للواقفی، ج ۱، ۱۰۲، ۱۰۳، تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ۴۳، البدایہ والنہایہ، ج ۲، ۱۸، ۱۹، ۱۰۰)



بنی سعد بن ندیم میں سے ایک شخص کہتے ہیں (بہ روایت محمود بن سید) کہ میں تبوک کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ کے ہمراہ چھ صحابہ بھی تھے اور ساتویں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے آکر سلام عرض کی۔ آپ نے فرمایا بیٹھو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! ”اشھدان لا الہ الا اللہ وانک رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)“ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اے بلال ہمیں کچھ کھلاؤ حضرت بلال نے چمڑے کا ایک دسترخوان بچھا دیا اور ایک برتن سے کھجور نکال کر دسترخوان پر ڈال دی جن میں گھی اور پنیر ملا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین سے فرمایا، لو کھاؤ ہم سب نے پیٹ بھر کر کھایا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی میں اکیلا اس قدر کھا لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کافر پیٹ کی ساتوں آنتیں کھانے سے بھر لیتا ہے اور مؤمن ایک آنت پر کرتا ہے۔ پھر میں دوسرے روز صبح کو اس نیت سے آیا کہ دیکھوں آج وہ تھوڑا کھانا سب کو کیسے پورا ہوتا ہے میرا مقصد اپنے یقین میں مزید اضافہ کرنا تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دس شخص اور بیٹھے ہیں۔ آپ نے حضرت بلال سے فرمایا۔ اے بلال کچھ لاؤ اور ہمیں کھلاؤ۔ حضرت بلال نے تھیلی سے

کھجوریں نکالنا شروع کیں۔ ایک ایک مٹھی نکال نکال کر ڈالتے چلے جاتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اُخْرِجْ وَلَا تَخَفْ مِنْ ذِي الْعَرْشِ اِفْتَارًا“ کہ ساری کھجوریں نکال کر ڈال دو اور عرش والے پروردگار سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔ حضرت بلال نے اپنی تھیلی لا کر ساری انڈیل دی اور ان کھجوروں کو دسترخوان پر پھیلا دیا میں نے اندازہ کیا کہ وہ کھجوریں دوسیر سے زیادہ نہ ہوں گی۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا پھر فرمایا ”كُلُوا بِاسْمِ اللّٰهِ“ کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ ہم سب نے مل کر کھایا، میں پہلے کھجوروں والا تھا (کھجوریں کھانے کا خوب عادی تھا) میں نے اس قدر پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں کہ اس کے بعد گنجائش نہ تھی وہ صحابی راوی فرماتے ہیں ”وَبَقِيَ تَمْرٌ عَلَى النَّطْعِ مِثْلُ مَا جَاءَ بِهِ بِلَالٌ كَانَ لَهُمْ نَأْكُلُ تَمْرَةً وَاحِدَةً“ کہ دسترخوان پر اتنی ہی کھجوریں باقی رہیں جتنی حضرت بلال لائے تھے ایسے معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے ان میں سے ایک کھجور بھی نہیں کھائی۔ حضرت بلال نے وہ کھجوریں واپس تھیلی میں ڈال دیں میں پھر تیسرے روز آیا اور وہ سارے دس کے دس ساتھی بھی آئے ایک آدھ آدمی زائد بھی ہوگا۔ حضور ﷺ نے حضرت بلال سے فرمایا وہ کھجوریں لاؤ اور ہمیں کھلاؤ۔ حضرت بلال بعینہ وہی تھیلی اور وہی کھجوریں اُٹھا لائے اور ان کو دسترخوان پر پھیلا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجوروں پر اپنا مبارک ہاتھ رکھا اور



فرمایا ”كُلُوا بِاسْمِ اللَّهِ“ کہ اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ پھر فرماتے ہیں کہ ہم سب نے پیٹ بھر کر کھجوریں کھائیں۔ لیکن کھجوریں اسی قدر پھر بچ رہیں۔ ”مِثْلُ الَّذِي صَبَّ نَفَعُ ذَلِكَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ“ جس قدر حضرت بلال نے ڈالی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ ہم نے تین دن تک اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(کتاب المغازی لامام الواقدی ج. ۱، ۱۹۸۳، صحیح مسلم ج. ۲، ۲۲۵، البدایہ و النہایہ ج. ۱، ۱۱۸، الاصابہ ج. ۲، ۵۴)

### بزرگوار بنی سعد میں پانی نے کیسے جوش مارا

امام واقدی و امام ابن سعد کی روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقام تبوک پر تشریف فرما تھے تو بنی سعد کے کچھ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور ہمارے اہل و عیال ہمارے پیچھے ہمارے ایک کنویں کے اوپر ہیں ہمارے ہاں ابھی تک اسلام کا غلبہ نہیں ہوا (ہمارے آس پاس مشرکین ہیں پانی نہ ہونے سے ہم مشرکین سے بے نیاز نہیں رہ سکتے کیونکہ ہمارے کنویں میں پانی نہیں ہے) آپ دعا فرمائیں کہ ہمارے کنویں میں اس قدر پانی ہو جائے کہ ہم مشرکوں سے بے نیاز ہو جائیں تو اس علاقہ میں ہم سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہ ہوگا۔ ہمارے دین کے مخالف ہمارا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کنکریاں

میرے پاس اٹھالاؤ (بنی سعد کے وہ شخص جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ گفتگو ہوئی کہتا ہے کہ) پھر میں نے تین کنکریاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیں آپ نے وہ کنکریاں اپنے مبارک ہاتھ میں لیں اور انہیں مبارک ہاتھوں میں ملا پھر فرمایا کہ یہ کنکریاں لے جاؤ اور بسم اللہ پڑھ کر یکے بعد دیگرے ایک ایک کنکری اپنے کنویں میں ڈالتے جاؤ۔ وہ کنکریاں لے کر واپس چلے گئے اور اسی طرح کیا جس طرح سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا کہتے ہیں ”فَجَاشَتْ بِالرَّوَاءِ“ کہ ان کنکریوں کے ڈالتے ہی کنویں کا پانی اس طرح جوش کے ساتھ اُبلا اور اتنا نکلا کہ ہم پانی کے معاملے میں کافروں سے بے نیاز ہو گئے۔ حتیٰ کہ آس پاس کے مشرکین سے ہمارا مقابلہ ہوا تو وہ وہاں سے بھاگ گئے اور وہاں اسلام کا غلبہ ہو گیا۔ ”فَمَا انْصَرَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى أَوْطَأُوا مِنْ حَوْلِهِمْ عَلَيْهِ وَدَانُوا بِالْإِسْلَامِ“ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے فارغ ہو کر واپس جاتے ہوئے قبیلہ بنی سعد والوں سے گذرے تو وہ وہاں اسلام کی دھاک بٹھا چکے تھے اور بہت سے لوگ اسلام کے قریب ہو کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔

(المغازی للواقدی ج. ۱، ۳۲، البدایہ والنہایہ ج. ۵، ۸۴، وج. ۱، ۱۰۱)

طبقات ابن سعد ج. ۱، قسم الثانی ج. ۳۳)



آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تبوک کے راستہ سے گزر رہے تھے تو منافقوں نے سازش کی کہ راستہ میں ایک گھاٹی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دیا جائے (معاذ اللہ) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس گھاٹی کے قریب پہنچے تو صحابہ کرام نے حضور کے ساتھ اسی گھاٹی پر چلنا چاہا۔ آپ کو خدا کے فضل و کرم سے منافقوں کی اس سازش کا پتہ چل گیا تو آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم لوگ گھاٹی پر چلنے کی بجائے وادی میں چلو کیونکہ وادی کا راستہ زیادہ مناسب اور زیادہ وسیع ہے لیکن خود اسی گھاٹی پر چلنے لگے۔ حضرت عمار سے فرمایا کہ تم میری اونٹنی کی مہار پکڑ کر لے چلو اور حذیفہ بن یمان سے فرمایا کہ تم پیچھے پیچھے میری اونٹنی کو ہانکتے آؤ۔ آپ اسی طرح اس گھاٹی پر چلتے رہے اچانک آپ کو محسوس ہوا کہ آگے کچھ لوگ (وہی منافقین) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محاصرہ کرتے آ رہے ہیں (رات کا اندھیرا تھا منافق اس اندھیرے میں اپنی سازش کو کامیاب بنانا چاہتے تھے) آپ ﷺ ناراض ہوئے اور سواری کو روک کر حضرت حذیفہ سے فرمایا کہ ان لوگوں کو جہاں سے آئیں ہیں ادھر واپس لوٹا دو۔ حضرت حذیفہ ان کے قریب آئے اور انہیں حضور ﷺ کے ناراض ہونے کا بھی پتہ چل گیا حضرت حذیفہ نے اپنی سوئی سے ان کی اونٹنی کو مار مار کر پیچھے کو دھکیلنا شروع کیا۔ اس سے منافق سمجھ گئے

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی سازش کا علم ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ جلدی سے اس گھاٹی سے نیچے اتر گئے اور جا کر دوسرے لوگوں میں شامل ہو گئے حضرت حذیفہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور آپ کی سواری کو لے کر چلے جب آپ منافقوں کی سازش کو نا کام بنا کر بخیر و خوبی اس گھاٹی سے گذر گئے اور لوگوں کو جہاں ٹھہرانا تھا وہاں ٹھہرایا تو حضرت حذیفہ سے پوچھا کہ اے حذیفہ تم ان لوگوں کو پہچانتے ہو جنہیں تم نے گھاٹی سے واپس لوٹایا؟ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ۔ اندھیرا تھا اور انہوں نے اپنے منہ چھپائے ہوئے تھے اس لئے میں انکو نہ پہچان سکا البتہ انکی سواریوں کو پہچان لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں کچھ سامان گر گیا (لیکن اندھیرے میں کیسے ڈھونڈا جائے) حضرت حمزہ بن عمرو سلمی کہتے ہیں ”فَنُورِلْنِي فِي أَصَابِعِي الْخَمْسِ فَأَضَاءَ حَتَّى كُنَّا نَجْمَعُ مَا سَقَطَ مِنَ السَّوْطِ وَالْخَيْلِ وَأَشْبَاهِهِمَا“ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے میری پانچوں انگلیاں روشن کر دیں جس سے ہم نے سامان کی چھوٹی سے چھوٹی گری ہوئی چیز بھی تلاش کر لی ”حَتَّى مَا بَقِيَ مِنَ الْمَتَاعِ شَيْئٍ إِلَّا جَمَعْنَاهُ“ یہاں تک کہ سوئی اور رسی ایسی کوئی چیز باقی نہ رہی سب کی سب چیزیں ہم نے جمع کر کے اٹھالیں۔

(المغازی للواقدي ج. ۳، ۱۰۳۳، تفسیر ابن کثیر ج. ۲، ۳۴۲، البدایہ والنہایہ ج. ۵، ۱۹، ج. ۲، ۲۴۸، الاصابہ ج. ۱، ۲۸۱)



عامر بن طفیل اپنی قوم میں نہایت ہی چالاک، عیار اور مکار انسان تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ایک شخص اربد نامی کو جو لبید بن ربیعہ مشہور شاعر کا بھائی تھا تیار کیا اور کہا کہ جب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میں اکیلا پاؤں گا تو آپ ﷺ کو میں باتوں میں لگاؤں گا اور تم پیچھے سے تلوار کا وار کر کے آپ کو قتل کر دینا ایک روز دونوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اکیلا بیٹھا ہوا دیکھ کر آگئے۔ اربد کے ہاتھ میں تلوار تھی اور عامر بن طفیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنا شروع کی آپ ﷺ عامر کی طرف متوجہ تھے اور اربد دوسری طرف تلوار لے کر آیا اور کھڑا ہو گیا۔ عامر سمجھتا تھا کہ وہ ابھی اپنا کام تمام کرے گا مگر اس نے کچھ نہ کیا۔ آخر عامر حضور کو دھمکی دے کر اربد کو ساتھ لئے واپس آ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دھمکی پر دعا کی ”اللَّهُمَّ اكْفِنِي عَامِرَ بْنَ طَفِيلٍ“ کہ یا اللہ میری طرف سے عامر سے تو آپ ہی نمٹ لے۔ ادھر سے عامر، اربد سے ناراض ہوا کہ کیسا اچھا موقع تھا جو ہاتھ سے نکل گیا تو نے محمد کو قتل کیوں نہ کیا؟ اربد نے جواب دیا کہ میں جو نبی تلوار مارنے کا ارادہ کرتا تھا خدا کی قسم محمد میری آنکھوں سے غائب ہو جاتے اور تم آگے آ جاتے ”أَفَا ضَرَبُكَ بِالسَّيْفِ“ کیا میں تجھے قتل کر دیتا۔ ادھر سے حضور کی دعا پوری ہوئی

کہ عامر کو طاعون کی بیماری ہوئی اور وہ اسی سے واصل جہنم ہو گیا۔

(سیرت ابن ہشام قسم ثانی، ۵۶، البدایہ والنہایہ، ج. ۵، ۵۷، اسد الغابہ، ج. ۱، ۲۶۱،

وج. ۳، ۸۴، تفسیر ابن کثیر، ج. ۲، ۵۰۱، طبقات ابن سعد، ج. ۱، قسم ثانی، ۵۱)

## حال و مستقبل کا علم

(تین عظیم پیشگوئیاں)

عدی بن حاتم طائی (حاتم طائی کے بیٹے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات کا جائزہ لینے کے لئے شام سے مدینہ منورہ حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے گھر لائے اور بیٹھنے کے لئے تکیہ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی انہوں نے عرض کی کہ اس پر آپ تشریف رکھیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اصرار فرمایا تو یہ اس تکیہ پر بیٹھ گئے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر تشریف رکھی۔ انہوں نے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ تو نہیں ہو سکتے کیونکہ بادشاہوں میں اس طرح کی تواضع (عاجزی) دیکھنے میں نہیں آتی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عدی تم عیسائیت اور صابیت کے درمیان کا اعتقاد نہیں رکھتے ہو؟ (اور واقعی ان کا یہی اعتقاد تھا) انہوں نے عرض کی بے شک آپ نے سچ فرمایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اے عدی بن حاتم! تم اپنی قوم سے غنیمتوں کا چوتھا حصہ بھول کر کے نہیں کھاتے ہو (اور یہ کھاتے تھے) کہنے لگے ہاں آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ حالانکہ تمہارے دین میں یہ جائز نہیں۔ کہنے لگے کہ



بے شک آپ ﷺ نے سچ فرمایا (عدی کہتے ہیں کہ یہ خفیہ باتیں تھیں جن کا حضور کو علم ہو گیا) ”وَعَرِفْتُ أَنَّهُ نَبِيُّ مُرْسَلٍ يَعْلَمُ مَا يُجْهَلُ“ کہ میں نے دل سے پہچان لیا کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہی ہیں جو غیب کی باتیں جانتے ہیں ”يُجْهَلُ“ کے معنی ہیں ”نامعلوم بات“ جسے کوئی نہ جانتا ہو یعنی غیب کی بات۔

پھر حضور نے مجھ سے فرمایا کہ اے عدی! (میں بتاؤں کہ اسلام کی طرف تمہاری رغبت ہے مگر تم اسلام کیوں قبول نہیں کر رہے)۔ لو سنو! تم اس لئے اسلام قبول نہیں کر رہے کہ تمہیں مسلمانوں میں مالی کمزوری نظر آتی ہے خدا کی قسم ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کے پاس دولت پانی کی طرح بہتی ہوگی حتیٰ کہ اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔

اور تم اسلام کو اس لئے قبول نہیں کر رہے ہو کہ تمہیں مسلمان تھوڑے اور ان کے دشمن کفار زیادہ تعداد میں نظر آتے ہیں خدا کی قسم ایک وقت آئے گا کہ چار دانگ عالم میں اسلام ہی کا چرچا ہوگا اور گرد و پیش سے لے کر اس قدر دور تک کے ممالک مسلمانوں کے زیر نگین ہوں گے کہ تم تصور بھی نہیں کر سکتے حتیٰ کہ عورتیں تنہا اونٹ پر سوار ہو کر بے خوف و خطر قادیسیہ سے چل کر اس گھر (مکہ) کی زیارت کو آئیں گی۔ اور تم اس خیال سے اسلام کو قبول نہیں کر رہے کہ تمہیں مسلمانوں میں بادشاہ نظر نہیں آتے بلکہ کافروں کے بادشاہ ہیں۔ خدا

کی قسم ایک وقت آئے گا کہ زمین بابل تک کے شاہی محلات مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہوں گے۔ حضرت عدی کہتے ہیں کہ میں یہ سن کر مسلمان ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو تین عظیم پیشگوئیاں مجھے دی تھیں ان میں سے دو کو میں نے دیکھ لیا ہے وہ میری زندگی میں پوری ہو چکی ہیں اور تیسری باقی ہے خدا کرے کہ میری زندگی میں ہی وہ بھی پوری ہو جائے میں نے دیکھا کہ بابل کے سفید شاہی محل (WHITE HOUSE) مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوئے اور میں نے یہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ عورت تنہا اپنے اونٹ پر سوار ہو کر بے خوف و خطر چلتی ہے اور (کئی دنوں کا سفر تنہا کر کے) بیت اللہ تک پہنچتی ہے ”وَأَيُّمُ اللَّهُ لَتَكُونَنَّ الثَّالِثَةُ لِيَفِيضَ الْمَالُ حَتَّى لَا يُوجَدَ مَنْ يَأْخُذُهُ“ اور خدا کی قسم یہ تیسری پیشین گوئی بھی پوری ہوگی کہ دولت (صدقہ، زکوٰۃ) پانی کی طرح بہے گی کوئی ایسا نہیں ملے گا جو اسے قبول کرنے پر تیار ہو۔

(سیرت ابن ہشام قسم ثانی، ۵۷۸، صحیح البخاری، ج. ۲، ۲۳۹، البدایہ والنہایہ، ج. ۵، ۱۲، ج. ۱۸۸، سنن البیہقی، ج. ۵، ۲۲۵، اصابہ، ج. ۲، ۲۲۱، ج. ۲۲۲، مسند الغابہ، ج. ۳، ۲۹۲، تفسیر ابن کثیر، ج. ۲، ۳۴۸، طبقات ابن سعد، ج. ۱، قسم ثانی، ۶۰)

### ثعلبہ دولت مند ہو گیا

حضرت ابو امامہ باہلی راوی ہیں کہ ثعلبہ بن حاطب انصاری نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دعا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دولت مند کر دے۔ آپ نے فرمایا اے



ثعلبہ تھوڑا مال جس کا تو شکر ادا کرے اس بہت سے مال سے بہتر ہے جس کا تم سے شکر ادا نہ ہو سکے۔ اس نے پھر دعا کی درخواست کی آپ نے جواب میں فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے ہو کہ تم اسی حال میں رہو جس حال میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنا پسند کیا ہے ”فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ شِئْتُ اَنْ تَسِيرَ الْجِبَالُ مَعِيَ ذَهَابًا وَفِضَّةً لَسَارَتْ“ اللہ کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں چاہتا تو پہاڑ سونے اور چاندی کے ہو کر میرے ساتھ چل پڑتے۔ ثعلبہ بولا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا۔ اگر آپ اللہ سے دعا کر دیں اور وہ مجھے دولت مند بنادے تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا آپ نے دعا فرمائی۔ ”اَللّٰهُمَّ ارْزُقْ ثَعْلَبَةَ مَالًا“ یا اللہ ثعلبہ کو دولت مند بنادے۔ ثعلبہ نے کچھ بکریاں لے لیں وہ بکریاں اتنی بڑھیں کہ اس کے لئے مدینہ میں رہنا مشکل ہو گیا تو وہ مدینہ کی ایک وادی میں جا کر آباد ہو گیا (جو شخص پنجگانہ نمازیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھتا تھا اب صرف) ظہر و عصر کی نمازیں جماعت سے پڑھتا تھا پھر اس کے مال میں اور ترقی ہوئی تو اس کے لئے وادی میں رہنا مشکل ہو گیا تو وہ اور وسیع ترین میدان (زیادہ کھلی جگہ) میں چلا گیا تو ظہر و عصر میں حاضری سے بھی رہ گیا اور جمعہ کے جمعہ آنے لگا۔ پھر مال اور بڑھا تو وہ اور ہی دور چلا گیا اور جمعہ کے جمعہ نماز میں آنے سے بھی رہ گیا۔ اب جمعہ کو آنے والے

سواروں سے مدینہ منورہ کے حالات پوچھتا۔ اس کی اس صورت حال پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت افسوس فرمایا۔ پھر زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم بھی نازل ہو گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے صاحب استطاعت لوگوں کے پاس روانہ کیا۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک لے کر ثعلبہ کے پاس تشریف لائے تو اس نے کہا یہ تو وہی ٹیکس ہے جو غیر مسلموں پر (جزیہ) ہے۔ مجھے کچھ خبر نہیں۔ جاؤ فلاں فلاں کے پاس جاؤ ان سے لے آؤ پھر میرے پاس آنا۔ میں کچھ سوچ لوں۔ وہ وہاں سے سلمیٰ کے پاس تشریف لے گئے سلمیٰ کے پاس اونٹ تھے تو اس نے عمدہ عمدہ اونٹ زکوٰۃ کے لئے جس قدر حق بنتا تھا اس سے بھی بڑھ کر پیش کر دیئے۔ (عالموں) زکوٰۃ وصول کرنے والے نمائندوں نے کہا کہ یہ تو حق واجب سے بڑھ کر ہے وہ کہنے لگا کہ کوئی بات نہیں میرا دل اسی سے خوش ہوگا۔ وہ وہاں سے دوسروں کے پاس گئے اور آخر میں پھر ثعلبہ کے پاس آئے تو اس نے پھر وہی بے ہودہ باتیں کیں۔ عامل واپس آگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ابھی کچھ کہہ نہ پائے تھے کہ آپ نے پہلے ہی فرما دیا ”وَيَحْكُ يَا ثَعْلَبَةُ“ اے ثعلبہ تجھ پر افسوس ہے! اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ”وَمِنْهُمْ مَنْ عَاهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلٍ لَّنَصَّدَّ قَنًا وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ“ (التوبة: ۷۵) کہ کچھ وہ



لوگ ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا کہ اگر اس نے ہمیں مال دیا تو ہم ضرور اس کی راہ میں دیں گے اور ضرور نیکوں میں سے ہوں گے۔ (لیکن انہوں نے وہ عہد پورا نہ کیا) ثعلبہ کے اقارب کو پتہ چلا تو انہوں نے اسے جا کر بتایا کہ تیرے بارے میں تو کلام الہی نازل ہو گیا ہے تو وہ صدقہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے فرمایا ”إِنَّ اللَّهَ مَنَعَنِي أَنْ أَقْبَلَ مِنْكَ صَدَقَتَكَ“ کہ اللہ نے مجھے تیرا صدقہ (زکوٰۃ) قبول کرنے سے منع کر دیا ہے تو وہ اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگا۔ آپ نے فرمایا ”هَذَا عَمَلُكَ قَدْ أَمَرْتُكَ فَلَمْ تُطِيعْنِي“ یہ تیرا عمل ہے حالانکہ میں نے تجھے شروع میں کہا تھا اور تو نے میری بات نہ مانی تھی۔ پھر وہ چلا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک واپس نہ آیا پھر حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت میں زکوٰۃ لے کر آیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ قبول نہیں کی تھی اس لئے ہم قبول کرنے سے معذور ہیں۔ پھر عمر فاروق کی خلافت میں لایا انہوں نے بھی قبول نہ کی پھر عثمان غنی کی خلافت میں لایا انہوں نے بھی قبول نہ کی ”لَمْ يَقْبَلْهَا رَسُولُ اللَّهِ وَلَا أَبُو بَكْرٍ وَلَا عُمَرُو أَنَا أَقْبَلُهَا مِنْكَ“ کہ نہ تو حضور ﷺ نے قبول کی نہ ابوبکر و عمر نے اور میں کیسے قبول کر لوں۔ آخر وہ خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے دوران فوت ہو گیا۔

(تفسیر ابن کثیر ج. ۲، ۳۴۲، الاصابہ ج. ۱، ۱۹۹، اسد الغابہ ج. ۱، ۲۳۷)

### ہادی و مہدی

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے جریر! ذی الخلصہ سے ہماری جان چھوڑاؤ۔ ذی الخلصہ: ایک مکان تھا جس میں ختم اور بخیلہ عبادت کرتے تھے اور اس کا نام کعبہ یمانیہ رکھا ہوا تھا۔ حضرت جریر قبیلہ حمص کے ڈیڑھ سو گھوڑ سوار لے گئے اور حضور سے عرض کی کہ ہم ذی الخلصہ کی طرف چلے ہیں مگر میں گھوڑے پر نہیں بیٹھ سکتا۔ حضور نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور آپ کی انگلیوں کا سینے پر نشان چھپا ہوا میں نے دیکھا اور ساتھ ہی فرمایا ”اللَّهُمَّ ثَبِّتْهُ“ واجعله هاديا مهديا“ کہ اے اللہ جریر کو ثابت قدم رکھ اور اسے راہبر اور ہدایت کا مرکز بنا تو حضرت جریر ان سواروں کے ہمراہ وہاں پہنچے اور ذی الخلصہ کے جعلی کعبہ کو توڑ پھوڑ کر آگ لگا دی جس سے جل کر وہ راکھ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خوشخبری بھیجی ”فَبَارَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى خَيْلِ أَحْمَسَ وَرَجَالِهَا خَمْسَ مَرَّاتٍ“ تو آپ نے پانچ مرتبہ حمص قبیلہ کے مردوں اور ان کے گھوڑوں کے بارے میں دعائے برکت فرمائی۔

(صحیح البخاری ج. ۴، ۹۱، ج. ۵، ۲۰۹، ج. ۸، ۲۹، ۹۱، و صحیح

مسلم ج. ۱۶، ۳۵، سنن البیہقی ج. ۹، ۱۷۴، البدایہ والنہایہ

ج. ۴، ۳۷۵، ج. ۵، ۷۸، اسد الغابہ ج. ۱، ۲۸۰، ج. ۲، ۲۴، طبقات ابن

سعد ج. ۱، قسم ثانی، ۷۸)



حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ ہماری ایک بکری تھی میں اس کا گھی ایک چمڑے کے برتن میں جمع کرتی چلی گئی جب وہ بھر گیا تو میں نے اسے ربیہ کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ آپ اسے سالن میں استعمال فرمائیں۔ ربیہ اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچی اور عرض کی کہ یہ گھی آپ کی خدمت میں ام سلیم نے بھیجا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر والوں سے فرمایا کہ یہ گھی نکال لو اور برتن خالی کر کے دے دو۔ چنانچہ برتن خالی کر کے واپس مجھے دے دیا گیا میں اسے لے کر واپس آ گئی۔ حضرت ام سلیم گھر میں نہ تھی میں نے اس برتن کو ایک کیل کے ساتھ ٹانگ دیا پس جب ام سلیم واپس آئیں تو دیکھتی ہیں کہ وہ برتن گھی سے اس قدر بھرا ہوا ہے کہ اس سے گھی نیچے ٹپک رہا ہے۔ ام سلیم مجھ سے کہنے لگیں کہ اے ربیہ میں نے تجھے نہیں کہا تھا کہ گھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے آس نے کہا کہ میں تو گھی دے کر بھی آ گئی اگر آپ کو یقین نہ ہو تو چلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیجئے۔ چنانچہ وہ مجھے ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ یا رسول اللہ میں نے اس لڑکی کے ہاتھ گھی سے بھرا ہوا ایک برتن بھیجا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں یہ گھی لائی تھی۔ حضرت ام

سلیم عرض کرتی ہیں یا رسول اللہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا وہ تو اسی طرح گھی سے پُر ہے اور اس سے گھی ٹپک رہا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یا ام سلیم اُنْعَجِبِينَ وَاِنَّ كَانَ اللّٰهُ اَطْعَمَكَ كَمَا اَطْعَمْتَ نَبِيَّہٗ كَلْبٰی وَاَطْعَمٰی“ کہ اے ام سلیم کیا تو اس بات پر تعجب کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے کھانے کی ایک چیز عطا فرمائی جس طرح وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلاتا ہے یعنی یہ کوئی تعجب کی بات نہیں اے ام سلیم وہ اللہ کا عطیہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے تیری اس خدمت سے خوش ہو کر تجھے بخشا ہے جو اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تونے کی ہے حضرت ام سلیم فرماتی ہیں کہ پھر میں گھر واپس آ گئی۔

(صحیح مسلم۔ ج۔ ۵۔ ۴۰۔ البدایہ والنہایہ۔ ج۔ ۱۔ ۱۰۳)

### دلوں کے بھید

حضرت وابصہ اسدی کہتے ہیں کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دل سے یہ نیت اور ارادہ کر کے حاضر ہوا کہ میں آپ سے ہر نیکی اور ہر برائی کے بارے میں سوال کروں گا۔ آپ کے آس پاس صحابہ کرام بیٹھے سوالات کر رہے تھے اور آپ انہیں جوابات دے رہے تھے میں ان کی گردنوں کو پھلانگتا ہوا آگے بڑھتا گیا۔ صحابہ نے مجھے روکنا چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب نہ جاؤ ہجوم سے کہیں آپ کو تکلیف نہ ہو۔ میں نے کہا نہیں، مجھے تو حضور صلی اللہ علیہ



وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ محبت ہے میں آپ کے پاس جاؤں گا۔ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ وابصہ کو مت روکو۔ میرے پاس آنے دو پھر مجھے دو یا تین مرتبہ فرمایا ”أَذُنْ يَا وَابِصَةُ“ اے وابصہ میرے قریب آ جاؤ۔ پس میں آپ کے قریب ہو گیا اور سامنے بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا کہ وابصہ! تمہیں میں خود ہی بتا دوں، یا پوچھو گے؟ میں نے عرض کی کہ اگر آپ میرے دل کی بات خود ہی بتا دیں تو مجھے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے آپ نے فرمایا ”جَنْتَ تَسْأَلُ عَنِ الْبَرِّ وَالْإِثْمِ“ کہ تم مجھ سے نیکی اور بدی کے بارے میں پوچھنا چاہتے ہو میں نے عرض کی کہ ہاں یا رسول اللہ! آپ نے اپنے ہاتھ مبارک کی انگلیوں کے پوروں کو اکٹھا کر کے میرے سینے پر آہستہ آہستہ پوروں کو مارا اور کٹھکایا ساتھ ہی فرمایا ”يَا وَابِصَةُ اسْتَفْتِ قَلْبَكَ وَاسْتَفْتِ نَفْسَكَ“ تین بار فرمایا یعنی اے وابصہ فتویٰ دل سے پوچھنا ”الْبَرُّ مَا اطْمَأْنَنْتُ إِلَيْهِ النَّفْسُ وَالْإِثْمُ مَا حَاكَ فِي النَّفْسِ وَتَرَدَّدَ فِي الصَّدْرِ وَإِنْ افْتَاكَ النَّاسُ وَافْتَوَكَ“ یعنی اے وابصہ! نیکی وہی ہے جس سے تیرا دل مطمئن ہو اور گناہ وہی ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور سینے میں چبھے۔ اگرچہ لوگ کہیں کہ یہ گناہ نہیں ہے دل کی بات اور دل کا فتویٰ ہی حجت ہوگا۔

(البدایہ والنہایہ ج ۲، ۱۸۱۔ بحوالہ مسند امام احمد بن حنبل ج

۲۹ حدیث نمبر ۱۸۰۰۱)

### غیب کی بات

صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک جنازہ میں شرکت کے لئے گئے۔ آپ جنازہ کے ساتھ قبرستان تک تشریف لے گئے اور قبر کھودنے والے سے فرماتے کہ قبر کو پاؤں کی طرف سے کھلا کرو۔ کبھی فرماتے کہ سر کی طرف سے کھلا کرو۔ جب واپس تشریف لا رہے تھے تو ایک عورت کا قاصد آ گیا اور عرض کی کہ حضور اس کے گھر تشریف لے چلیں اور کھانا کھائیں۔ آپ ﷺ تشریف لے گئے کھانا لایا گیا۔ آپ ﷺ نے کھانے پر ہاتھ رکھا اور لوگوں نے بھی کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے حاضرین نے دیکھا کہ آپ نے بوٹی منہ مبارک میں رکھی اور فرمایا کہ جس بکری کا یہ گوشت ہے اسے مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کیا گیا ہے (أَخَذْتُ بَغِيرَ إِذْنِ أَهْلِهَا) اس دعوت والی عورت نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میں نے بقیع کی طرف گوشت کے لئے کسی کو بھیجا تھا نہ ملا۔ پھر ہمارے پڑوسی کی ایک بکری کا مجھے خیال آیا میں نے اسے خریدنا چاہا لیکن بکری کا مالک گھر میں نہ تھا۔ اس کی بیوی نے وہ بکری کھول کر ہمارے پاس بھیج دی۔ ہم نے اس خیال سے اسے ذبح کر دیا کہ مالک کو راضی کر لیں گے اور قیمت دے دیں گے ”فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَطْعَمِيهِ الْأَسَارَى“ پس آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس بکری کا



گوشت ہم نہیں کھاتے اسے قیدیوں کو کھلا دو۔

(البدایہ والنہایہ ج. ۱. ۱۹۱. الاصابہ ج. ۲. ۲۳۹)

### قیامت کی یادگار

حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک بدترین دشمن اور موذی سفیان بن عیج بذلی نامی شخص کو قتل کر کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ! میں آپ کے گستاخ اور موذی دشمن سفیان کو قتل کر آیا ہوں ”قَالَ صَدَقْتَ“ آپ نے فرمایا کہ مجھے علم ہے تم نے سچ کہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنے گھر لے گئے اور ایک سوئی عطا فرمائی اور فرمایا کہ اے عبد اللہ بن انیس اس عصا (لاٹھی) کو اپنے پاس رکھو۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عصائے مبارک (سوئی شریف) لے کر لوگوں کے پاس آیا تو لوگ مجھ سے کہنے لگے کہ یہ لاٹھی کیسی ہے؟ میں نے کہا کہ یہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمائی ہے اور حکم فرمایا ہے کہ اسے اپنے پاس رکھو۔ لوگوں نے کہا کہ تم حضور ﷺ سے جا کر پوچھو کہ میں اسے کس لئے اپنے پاس رکھوں۔ میں نے حاضر ہو کر یہی عرض کی تو آپ نے ارشاد فرمایا ”آيَةُ بَيْنِي وَبَيْنَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ کہ میرے اور تیرے درمیان قیامت کے روز کی ایک نشانی ہے حضرت عبد اللہ بن انیس نے اس لاٹھی کو تلوار کے ساتھ ملا لیا اور مرتے دم تک اس عصائے مبارک کو اپنے پاس رکھا ”ثُمَّ أَمَرَ بِهَا

فَضُمَّتْ فِي كَفَنِهِ ثُمَّ دُفِنَا جَمِيعًا“ پھر آپ کے حکم سے اس عصائے مبارک کو اپنے کفن میں رکھ کر آپ کے ساتھ ہی دفن کر دیا گیا۔

(سیرت ابن ہشام قسم ثانی۔ ۲۹۹. البدایہ والنہایہ ج. ۳. ۱۳۰. المغازی للواقدي ج. ۲. ۵۳۲. سنن البیہقی ج. ۳. ۲۵۶. وج. ۹. ۳۸. طبقات ابن سعد ج. ۲. قسم اول. ۳۱)

### دعائے تمکین

ثمامہ بن اثال اسلام کا سخت دشمن تھا۔ اس کا کام مسلمانوں کو تنگ کرنا تھا ایک روز اس نے علاء نامی صحابی کو قتل کی دھمکی دی انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شکایت کی۔ آپ نے دعا کی۔ ”اللَّهُمَّ امْكِنِي مِنْ ثُمَامَةَ“ یا اللہ ثمامہ کو میرے تابع کر دے پھر آنحضرت ﷺ نے نجد کی طرف ایک لشکر بھیجا انہیں یہی ثمامہ بن اثال مل گیا تو وہ اسے گرفتار کر کے مدینہ منورہ لے آئے اور مسجد نبوی کے ایک ستون کے ساتھ اسے باندھ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ثمامہ سے فرمایا۔ بتاؤ اے ثمامہ! تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ ثمامہ نے عرض کی اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو ایک خونی کو قتل کر دیں گے (یعنی جس نے کئی ایک قتل کئے ہیں) اور اگر رہا کر دیں تو میں آپ کا شکر یہ ادا کروں گا۔ آپ نے یہ سنا اور چلے گئے پھر دوسرے روز اس سے گفتگو فرمائی تو پھر اس نے یہی جواب دیا اور



تیسری روز بھی یہی جواب دیا۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 ”اَطْلِقُوا ثَمَامَةَ“ کہ ثمامہ کو رہا کر دو۔ وہ رہا ہو کر مسجد نبوی کے  
 قریب ایک کھجور کے پاس گئے وہاں غسل کیا پھر مسجد میں داخل ہوتے  
 ہی کہا ”اَشْهَدَانِ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاشْهَدَانِ مُحَمَّدًا رَّسُولُ  
 اللّٰهِ!“ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی قسم روئے زمین پر آپ سے بڑھ  
 کر مجھے کوئی شخص ناپسند نہیں تھا ”اَصْبَحَ وَجْهَكَ احَبَّ الْوُجُوْهِ  
 اِلَيَّ“ لیکن اب آپ سے بڑھ کر مجھے کوئی محبوب نہیں ہے۔ خدا کی قسم  
 آپ کے دین سے بڑھ کر کوئی دین مجھے ناپسند نہ تھا۔ اب اس دین  
 سے بڑھ کر مجھے کوئی دین پسند نہیں آپ کے شہر سے بڑھ کر کوئی شہر مجھے  
 ناپسند نہ تھا ”فَاَصْبَحَ بِلَدِّكَ احَبَّ الْبِلَادِ اِلَيَّ“ لیکن اب آپ  
 کے شہر مدینہ سے بڑھ کر مجھے کوئی شہر پسند نہیں۔

(صحیح البخاری ج. ۲، ۱۵۵، صحیح مسلم ج. ۱، ۸۷، سنن  
 البیہقی ج. ۱، ۱۷۱، ج. ۲، ۴۲، ج. ۳، ۱۵۹، الاصابہ ج. ۱، ۲۰۲، ج. ۲، ۲۲۱،  
 البدایہ والنہایہ ج. ۵، ۴۹، اسد الغابہ ج. ۱، ۳۲۱، سنن  
 النسائی ج. ۱، ۱۱۰، ج. ۲، ۴۶، طبقات ابن سعد ج. ۵، ۲۰۱)

### غیب سے دفاع

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ہمراہ سفر  
 میں تھے کہ آپ صحابہ کرام کو ایک جگہ چھوڑ کر کچھ فاصلہ پر تشریف لے  
 گئے اور وہاں ایک درخت تھا اس کے سایہ میں لیٹ گئے وہاں سے  
 قریب ہی ایک قوم آباد تھی جو اسلام نہیں لائی تھی اس قوم کو پتہ چلا کہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخت کے سایہ میں تنہا آرام فرما رہے ہیں  
 تو انہوں نے اپنے میں سے سب سے بہادر اور نڈر شخص دشور بن  
 حارث کو جو پہلے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کرتا  
 پھر رہا تھا بلا کر کہا کہ آج سنہری موقع ہے محمد اکیلے ہیں انہیں تم بہ آسانی  
 قتل کر سکتے ہو وہ تلوار لے کر آیا اور اسے میان سے نکال کر حضور کے  
 اوپر ہوا میں لہراتے ہوئے کہا کہ بتاؤ اے محمد آج مجھ سے تمہیں کون  
 بچائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ بچائے گا یہ سنتے ہی اس کے  
 ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور وہ خود بھی پیٹھ کے بل جا گرا۔ آنحضرت صلی  
 اللہ علیہ وسلم نے اٹھ کر وہ تلوار اٹھالی اور اس سے فرمایا اب تو بتا کہ تجھے  
 مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ کہتا ہے کہ کوئی نہیں بچا سکتا پھر کہتا ہے ”اَنَا  
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ“ خدا کی قسم  
 اب میں آپ کے خلاف کوئی بات نہیں کروں گا۔ آپ نے اس کی تلوار  
 اسے واپس کر دی اور وہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا اس کی قوم دور سے یہ  
 منظر دیکھ رہی تھی۔ پوچھا کہ اے دشور تجھے کیا ہو گیا تھا وہ کہنے لگا کہ  
 میں نے انہیں قتل کرنے کی نیت سے جو نبی ہوا میں تلوار لہرائی میں نے  
 دیکھا کہ ”رَجُلٌ اَبْيَضٌ طَوِيْلٌ دَفَعَ فِیْ صَدْرِيْ فَوْقَعْتُ  
 لِظَهْرِيْ فَعَرِفْتُ اَنَّهُ مَلَكٌ“ ایک لمبا سفید رنگ والا شخص آگیا  
 اور اس نے میرے سینے میں ضرب سی ماری جس سے تلوار بھی ہاتھ سے  
 چھوٹ گئی اور میں خود بھی گر گیا اور میں سمجھ گیا کہ وہ فرشتہ (حضرت سیدنا



جبریل علیہ السلام) تھا لہذا میں ان پر ایمان لے آیا ہوں ”وَجْعَلَ  
يَدْعُو قَوْمَهُ إِلَى الْإِسْلَامِ“ اس کے بعد وہ اپنی قوم کو اسلام لانے  
کی دعوت دیا کرتے تھے۔

(المغازی للواقدي ج. ۱، ۱۹۵، اسد الغابہ ج. ۲، ۱۲۱، صحیح

البخاری ج. ۵، ۴۷، اور صحیح بخاری میں اس شخص کا نام غوث ہے، سیرت ابن ہشام قسم

ثانی، ۲، ۵، البدایہ والنہایہ ج. ۴، ۸۴، الاصابہ

ج. ۱، ۲۱۴، ج. ۳، ۱۸۸، وصحیح مسلم ج. ۲، ۱۲۹، ج. ۱۵، ۴۵، طبقات بن

سعد ج. ۲، قسم اول، ۲۴، سنن البیہقی ج. ۳، ۲۵۹، ج. ۲، ۳۲۲

ج. ۹، ۶۴، وفيہ اعرابی لم یسم اسمہ)

### کنکریوں کی تسبیح

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ  
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سات یا نو کنکریاں اپنے ہاتھ مبارک  
میں لیں تو وہ اللہ کی تسبیح پڑھنے لگیں اور ہم نے شہد کی مکھیوں کی  
جھنجھناہٹ کی طرح ان کی جھنجھناہٹ سنی میں آپ کے ساتھ بیٹھا تھا مگر  
مجھے چھوڑ کر پھر وہ کنکریاں حضرت ابو بکر کو دیں وہ کنکریاں ان کے ہاتھ  
میں تسبیح پڑھنے لگیں پھر آپ نے ان کے ہاتھ سے لے کر انہیں زمین پر  
رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ نے ان کنکریوں کو زمین سے اٹھا  
کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں دیا تو وہ پھر تسبیح پڑھنے لگیں پھر  
انہوں نے کنکریوں کو زمین پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں پھر آپ  
نے حضرت عثمان کے ہاتھ میں تھما دیا ”فَسَبَّحْنِ فِي كَفِّ

عُثْمَانَ نَحْنُ مَا سَبَّحْنِ فِي كَفِّ أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرُ“ تو وہ حضرت  
عثمان کے ہاتھ میں ویسے ہی تسبیح پڑھنے لگیں جیسے حضرت ابو بکر و عمر کے  
ہاتھ میں پڑھنے لگیں تھیں ”ثُمَّ أَخَذَهُنَّ فَوَضَعَهُنَّ فِي الْأَرْضِ  
فَخَرَسْنَ“ پھر آپ نے ان کے ہاتھ سے کنکریاں لے کر ان کو زمین  
پر رکھ دیا تو وہ خاموش ہو گئیں۔

(البدایہ والنہایہ ج. ۲، ۱۳۲، ۲۰۳، تفسیر ابن کثیر ج. ۳، ۴۲)

### ایک عجیب جادوگر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز حضرت جندب رضی  
اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ جندب کا کیا کہنا ہے کہ ایک وقت آئے  
گا کہ اس کی تلوار کی ایک ضرب حق و باطل، سچ اور جھوٹ میں فیصلہ کر  
دے گی۔ کچھ عرصہ بعد حضرت جندب کہیں جا رہے تھے کہ آپ نے  
دیکھا کہ ایک مجوسی جادوگر اپنے جادو سے لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اپنے  
سر پر اپنے ہاتھ سے ایک ضرب لگاتا ہے تو اس کا سر اس کے تن سے  
لوگوں کی نظروں میں جدا دکھائی دیتا ہے پھر وہ اس سر کو دور پھینک دیتا  
ہے اور اس کا تن بغیر سر کے بھاگ کر اس کے سر سے جاملتا ہے پھر وہ  
ٹھیک ہو جاتا ہے اور لوگ اس کے جادو سے عجیب کش مکش اور حیرت  
میں دکھائی دیتے ہیں۔ آپ گئے اور تلوار لے کر آئے اور ایک ہی  
ضرب سے اس جادوگر کا سر اڑا دیا اور لوگوں سے فرمایا ”قُولُوا لِدِّ  
فَلْيُخَيِّ نَفْسُهُ الْآنَ“ کہ اس سے کہو اب اپنے سر کو تن سے ما کر



اپنے آپ کو زندہ کر کے دکھا دے لیکن وہ ہمیشہ کے لئے ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ ولید جو اُس علاقے کا مقامی حاکم تھا اس نے حضرت جندب کو گرفتار کر کے نظر بند کر دیا 'فَكَتَبَ اِلَى عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ' فَكَتَبَ عُثْمَانُ اِلَى الْوَلِيدِ اَنْ يَخْلَ سَبِيلَهُ' اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ساری صورتحال لکھ بھیجی انہوں نے جواب میں ولید بن عقبہ کو لکھا کہ جندب کو رہا کر دو چنانچہ انہوں نے ان کو رہا کر دیا۔

(الاستيعاب قسم اول ۲۵۸، وسنن البيهقي ج ۱۳۶، ۸، وتفسير ابن

كثير ج ۱۳۳، الاصابه ج ۱، ۲۵۱، ۲۶۶، ۲۷۲، ۱۰۲، ۲، اسد

الغابه ج ۱، ۳۰۵، ۲، ۲۳۳)

### مقام سہیل بن عمرو

بدر کے موقع پر جب سہیل بن عمرو گرفتار ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے گئے یہ کفار کے فصیح و بلیغ خطیب تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف بڑی تقریریں کیا کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اجازت ہو تو اس کے دانت توڑ دوں اور اس کی زبان کو باہر نکال دوں تاکہ آئندہ وہاں جا کر آپ کے خلاف تقریریں نہ کر سکے آپ نے فرمایا اے عمر! نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ منتقم مزاج ہو میں ایسا نہیں کروں گا اور تمہیں پیشگوئی دیتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا کہ اس کے فصیح و بلیغ خطاب سے اسلام کے بگڑے ہوئے حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے دوسرے قیدیوں کے ساتھ ان کو بھی باعزت طور پر رہا کر دیا۔ ایک وقت آیا کہ یہ اسلام لے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد جو ارتداد کا فتنہ کھڑا ہوا اس وقت یہ مکہ معظمہ میں تھے۔ مکہ معظمہ میں کچھ ایسی لہر آئی کہ وہاں کے لوگوں نے اسلام سے پھر جانے (مرتد ہو جانے) کا فیصلہ کر لیا حتیٰ کہ مکہ کے گورنر حضرت عتاب بن اسید ژر کے مارے چھپ گئے اس نزاکت کا احساس کرتے ہوئے حضرت سہیل بن عمرو میدان میں آ گئے اور ایک جگہ عوام و خواص کو بلا کر ایک نہایت فصیح و بلیغ اور زوردار خطاب کیا جس میں اللہ کی حمد و ثناء کی اور فرمایا لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا ہے لیکن اسلام کی قوت کو کوئی طاقت نہیں روک سکتی ہم نے حالات پر کڑی نظر رکھی ہوئی ہے جس نے اسلام سے پھر جانے کی حماقت کی "ضَرَبْنَا عُقْبَهُ"، ہم اس کی گردن اڑا دیں گے۔ اس خطاب کا وہ اثر ہوا کہ لوگ سنبھل گئے اور اسلام سے پھر جانے کی بجائے اسلام پر جم گئے اور گورنر جو ژر کے مارے چھپ گئے تھے پھر ظاہر ہو گئے۔ حضرت عمر کو جب مدینہ میں ان کے خطاب کا پتہ چلا تو انہیں حضور ﷺ کی وہ پیشگوئی یاد آ گئی اور ان کی زبان سے بے ساختہ نکلا۔ "أَشْهَدُ أَنْ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)"۔

(اسد الغابه ج ۱، ۳۰۵، ۲، ۲۳۳، سیرت ابن ہشام قسم ثانی ۲۲۵،

البدایہ والنہایہ ج ۸، ۲۴۹، المغازی للواقدي ج ۱، ۱۰۷،

الاصابه ج ۳، ۱۳۰، اسد الغابه ج ۲، ۳۷۱، طبقات ابن سعد ج ۵، ۳۷۵)



حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں شہزادی سیدہ کوئین  
 حضرت فاطمہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم  
 کی خدمت میں تشریف لائیں آپ نے شہزادی سے راز کی گفتگو فرمائی  
 تو وہ رونے لگیں پھر دوبارہ بات فرمائی تو وہ خوش خوش نظر آرہی تھیں۔  
 بعد میں میں نے شہزادی سے پوچھا کہ کیا بات تھی فرماتے  
 لگیں ”مَا كُنْتُ لِأُفْشِيَ سِرَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ“ کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتی۔  
 وہ راز شہزادی کے دل میں ہی رہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا  
 وصال ہو گیا تب میں نے ایک روز وہی بات پوچھی تو شہزادی نے اس  
 راز سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 مجھے یہ فرمایا کہ حضرت جبریل ہر سال میرے ساتھ ایک بار قرآن کا دور  
 کرتے (یعنی سنتے اور سناتے تھے) لیکن اس بار دو مرتبہ دور کیا۔  
 میرے وصال کا وقت قریب آ گیا ہے اور میرے بعد میرے اہلیت  
 میں سے تم ہی سب سے پہلے مجھ سے آملو گی میں حضور کے وصال کے  
 تصور سے رو پڑی پھر آپ نے فرمایا اے فاطمہ ”أَمَّا تَرْضَيْنَ أَنْ  
 تَكُونِي سَيِّدَةَ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ أَوْ نِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ“ کیا تم  
 اس بات پر راضی نہیں ہو گی کہ تم تمام جنتیوں عورتوں یا مومنوں کی

عورتوں کی سردار ہو ”فَصَحَّحْتُ لِدَاكِ“ تو اس بات سے میں  
 خوش ہو گئی۔

(صحيح البخارى ج. ۲۳۸، ۴. وج. ۵. ۱۲. وج. ۶. ۱۳. وج. ۸. ۴۹. البدایہ  
 والنہایہ ج. ۶. ۲۱۱. طبقات ابن سعد ج. ۲. قسم الثانی. ۳۰)

### اونٹ کی شکایت

حضرت عبداللہ بن جعفر فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک باغ میں تشریف رکھتے تھے کہ ایک اونٹ  
 آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور رونے لگ گیا اس کی آنکھوں سے  
 آنسو بہنے لگے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر شفقت کا ہاتھ  
 پھیرا تو اسے اطمینان ہو گیا۔ پھر آپ نے پوچھا ”مَنْ صَاحِبُ  
 الْجَمَلِ“ کہ اونٹ کا مالک کون ہے؟ انصار کا ایک جوان آگیا اور اس  
 نے عرض کی ”هُوَ لِي يَا رَسُولَ اللَّهِ“ اے اللہ کے رسول یہ میرا اونٹ  
 ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا ”أَمَّا تَتَّقِي اللَّهَ فِي هَذِهِ الْبَهِيمَةِ الَّتِي  
 مَلَكَهَا اللَّهُ؟ إِنَّهُ شَكِيَ إِلَيَّ أَنَّكَ تُجِيعُهُ وَتُدَايِبُهُ“ کہ تم اس جانور  
 کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے  
 ہو اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے اور تھکا دیتے  
 ہو۔

(البدایہ والنہایہ ج. ۶. ۱۳۷. سنن البیہقی ج. ۸. ۱۳. اسد  
 الغابہ ج. ۳. ۱۲۴)



امام ابن اسحاق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ دشمن خدا ابو جہل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شدید بغض و عداوت رکھنے کے باوجود جب آپ کو دیکھتا تھا یا آپ کے سامنے آتا گھبرا جاتا اور اس پر اس قدر رعب چھا جاتا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مانے بغیر کوئی چارہ نظر نہ آتا۔ امام ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ مجھے عبد الملک بن عبد اللہ بن ابی سفیان ثقفی نے جو علوم تاریخ کے حافظ تھے بتایا کہ اراش نامی بستی کا ایک شخص اپنے کچھ اونٹ مکہ میں بیچنے کے لئے لایا تو ابو جہل نے اس سے ایک اونٹ خرید لیا لیکن اس کی قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا آخر اس بے چارے نے تنگ آ کر قریش کے ایک اجتماع میں پہنچ کر پکارا۔

کہ اے قریش کے گروہ! تم میں سے ایسا کون سا باہمت شخص ہے جو ابو جہل سے مجھے میرا حق دلوائے۔ میں ایک غریب مسافر ہوں۔ ابو جہل نے میرا حق دبا رکھا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس وقت مسجد حرام کے ایک کونے میں الگ تشریف رکھتے تھے۔

قریش باوجودیکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ابو جہل کی سخت عداوت کو جانتے تھے ازراہِ تمسخر و مذاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ تم اس شخص کی طرف جاؤ۔

تمہیں ابو جہل سے تمہارا حق دلا دے گا چنانچہ وہ اراشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں آکر عرض کرتا ہے۔

اے خدا کے بندے ابو الحکم بن ہشام نے میرا حق دبا رکھا ہے میں ایک غریب مسافر ہوں۔ میں نے ان لوگوں یعنی قریش سے فریاد کی ہے کہ تم میں سے کون میرا حق دلوائے گا انہوں نے آپ کی طرف اشارہ کیا ہے اے خدا کے بندے خدا تعالیٰ آپ پر مہربان ہو میرا حق دلائیے۔

آپ نے فرمایا چل میں تیرے ساتھ ابو جہل کے پاس چلتا ہوں چنانچہ آپ اس کے ہمراہ ہو گئے۔ جب قریش نے یہ دیکھا تو ایک شخص کو چپکے سے پیچھے لگا دیا کہ جاؤ دیکھ کر آؤ محمد اس شخص کا حق ابو جہل سے کیسے دلاتے ہیں یا اس سے کیا کہتے ہیں۔ جو بھی ہو ہمیں بتانا۔

آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابو جہل کے دروازے پر تشریف لائے اور دروازہ کھٹکایا۔ اندر سے ابو جہل نے کہا۔ دروازہ پر کون ہے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا محمد ہوں باہر آؤ۔ ابو جہل باہر آ گیا۔ آپ کے سامنے آتے ہی ابو جہل گھبرا گیا۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ آپ نے فرمایا اس مسافر کا حق اسے ادا کر دو۔ ابو جہل کہتا ہے ابھی ادا کرتا ہوں۔ آپ یہاں ٹھہریں میں آتا ہوں وہ گھر جا کر جو رقم مسافر کو دینا تھی اٹھالایا اور اسے ادا کر دی۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور اراشی سے فرمایا جاؤ اب



اپنا کام کرو۔ وہ قریش کے اجتماع میں پہنچا اور کہنے لگا خدا تعالیٰ اس شخص (محمد) کو جزائے خیر دے۔ خدا کی قسم انہوں نے میرا حق مجھے دلا دیا ہے۔ ادھر سے وہ شخص بھی واپس آ گیا جسے قریش نے بھیجا تھا اس نے سارا ماجرا اے چشم دید بتلادیا۔ تھوڑی دیر ہوئی ابو جہل آ گیا۔ قریش نے اس سے کہا افسوس کی بات ہے اے ابو جہل تجھے کیا ہوا خدا کی قسم ہم نے کبھی بھی تجھے اس طرح سے محمد ﷺ کی اطاعت کرتے نہیں دیکھا جس طرح تو نے آج ان کی اطاعت کی۔ ابو جہل بولا۔ یا واقعی افسوس کرنے کی بات ہے دراصل یوں ہوا کہ جو نبی محمد ﷺ نے میرے دروازے پر دستک دی اور میں نے ان کی آواز سنی مجھ پر سخت رعب چھا گیا۔ میں جو نبی ان کے پاس گیا میں نے دیکھا کہ ان کے سر کے اوپر (ہوا میں) ایک طاقت وراونٹ ہے اس کا سر گردن اور اس کے دانت اس قدر خوفناک تھے کہ میں نے کبھی ایسا غضبناک اور خوفناک اونٹ نہیں دیکھا وہ اونٹ منہ پھاڑے کھڑا تھا ”وَاللّٰهُ لَوْ اَبَيْتُ لَا كَلَيْتُ“ خدا کی قسم اگر میں نے ان کے کہنے پر اس مسافر کو اس کا حق نہ دیا ہوتا تو وہ مجھے ہڑپ کئے بغیر نہ رہتا۔

(سیرت ابن ہشام . القسم الاول . ص ۳۸۹ . البدایہ

والنہایہ ج ۳ . ص ۲۵)

فوائد

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے نبی ہیں کہ

بدترین اور نہایت متکبر و مغرور انسان بھی آپ کے حضور گردن جھکانے پر مجبور ہو جاتے تھے۔

۔ جس کے آگے کچھی گردنیں جھک گئیں

اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام

رکانہ پہلوان سے گشتی

رکانہ بن عبد یزید بن ہاشم قریش کا زبردست اور طاقتور پہلوان تھا مکہ کی ایک وادی (دو پہاڑوں کے درمیان کے راستہ) میں ایک روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی ملاقات ہو گئی آپ نے فرمایا اے رکانہ! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے اور جس بات کی تمہیں دعوت دیتا ہوں اسے قبول کیوں نہیں کرتے؟ رکانہ نے کہا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جس بات کی آپ دعوت دیتے ہیں وہ حق ہے تو میں اسے قبول کر لوں گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں تم جیسے عظیم طاقتور مانے ہوئے پہلوان کو گشتی میں پچھاڑ کر رکھ دوں تو تم اس بات کو تسلیم کر لو گے کہ جو میں کہتا ہوں وہ حق ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں ضرور۔ آپ نے فرمایا کہ لو تیار ہو جاؤ اور دیکھو میں تمہیں کیسے پچھاڑتا ہوں چنانچہ رکانہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں زور آزمائی شروع ہو گئی۔ رکانہ نے اپنی ساری قوت صرف کر دی مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھاڑنے میں ناکام رہا لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی گرفت میں



### سبق

اس واقعہ سے ہمیں کئی ایک سبق حاصل ہوئے ایک یہ حق کے اظہار و غلبہ کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا چاہیے دوسرے یہ کہ جاہلوں اور ان پڑھوں کے سامنے منطقی و فلسفیانہ دلائل رکھنے کی بجائے نہایت ہی عام فہم اور سادہ طریقہ سے مسائل بیان کئے جائیں تیسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری و باطنی قوتوں کا حامل بنایا چوتھے یہ کہ آپ ﷺ کی شان رسالت و منصب نبوت کی تمام مخلوق معترف ہے اور آپ ﷺ کی مطیع و فرمانبردار ہے جیسا کہ درخت کا آپ کے حضور ﷺ حاضر ہونے کے واقعہ سے واضح ہے جیسا کہ امام بوصیری نے کہا!

”جَاءَتْ لِدَعْوَتِهِ الْأَشْجَارُ سَاجِدَةً“

”تَمَشَى إِلَيْهِ عَلَى سَاقٍ بِلَا قَدَمٍ“

(ترجمہ) کہ آپ کے فرمان پر درخت پاؤں نہ رکھنے کے باوجود اپنے تنے کے بل حاضر ہوئے تھے۔

### ہرنی کی ضمانت

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ تشریف رکھتے تھے کہ آواز آئی یا رسول اللہ! آپ نے

لیا تو ایک لمحہ میں اسے پچھاڑ کر رکھ دیا اور وہ زمین پر بے بس پڑا رہ گیا۔ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے چھوڑ نہ دیا وہ اٹھ نہ سکا۔ رکانہ نے کہا اے محمد دوبارہ کشتی کرتے ہیں چنانچہ دوبارہ بھی حضور نے اسے پچھاڑ دیا رکانہ بولا ”يَا مُحَمَّدُ وَاللَّهِ اَنْ هَذَا لِلْعَجَبِ اَتَصْرَعُنِي؟“ یعنی اے محمد قسم بخدا یہ از حد تعجب کی بات ہے کہ آپ مجھے پچھاڑ کر رکھ دیتے ہیں آپ نے فرمایا اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ عجیب بات کر کے دکھلا دوں بشرطیکہ تم اسے دیکھنے کے بعد خدا تعالیٰ سے ڈرو اور میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اس نے کہا وہ کون سی عجیب بات ہے؟ آپ نے فرمایا کہ میں اس درخت کو جسے تم دیکھ رہے ہو تمہارے سامنے بلاتا ہوں وہ فوراً میرے پاس حاضر ہوگا۔ اس نے کہا بلائیے۔ آپ نے اس درخت کو بلایا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا حاضر خدمت ہو گیا۔ اور آپ کے حضور آ کر کھڑا ہو گیا پھر آپ نے اس درخت کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر واپس چلا جا اس حکم کو سنتے ہی وہ اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد رکانہ اپنی برادری میں گیا اور کہنے لگا اے بنی عبد مناف تم اپنے ساتھی محمد ﷺ کا زمین بھر کے جادو گروں سے مقابلہ کرا کر دیکھ لو ”فَوَاللَّهِ مَا رَأَيْتُ؟ اَسَحَرَمْنَهُ قَطُّ“ یعنی خدا کی قسم اس سے بڑھ کر میں نے کوئی جادو گر نہیں دیکھا پھر اس نے وہ سارا ماجرا سنایا جو اسے پیش آیا تھا۔



فرمایا کہ میں نے توجہ کی تو کوئی نظر نہ آیا۔ میں کچھ تھوڑی دور چلا کہ پھر آواز آئی یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے ادھر ادھر دیکھا تو پھر بھی کوئی نظر نہ آیا۔ پھر آواز آتی چلی گئی یا رسول اللہ! یا رسول اللہ! میں اس آواز کی طرف چلتا گیا تو آگے ایک ہرنی کو دیکھا جو مجھے آواز دے رہی تھی وہ ہرنی ایک رسی میں بندھی بیٹھی تھی اور ساتھ ہی ایک اعرابی (دیہاتی) کپڑا اوڑھے دھوپ میں سویا ہوا تھا۔ ہرنی نے مجھ سے عرض کی یا رسول اللہ! اس اعرابی نے مجھے شکار کر کے پکڑ لیا ہے اور اس پہاڑ میں میرے دو بچے ہیں جو دودھ کے لئے بھوکے ہوں گے اگر حضور مجھے چھوڑ دیں تو میں انہیں دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی اور آپ مجھے پھر دوبارہ باندھ دینا۔ آپ نے فرمایا واقعی تو واپس آجائے گی اس نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ضرور آؤں گی اگر نہ آؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ اسی طرح عذاب دے جس طرح ناجائز ٹیکس لینے والوں کو دے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول دیا وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپ اسے پھر سے باندھ ہی رہے تھے کہ وہ اعرابی بیدار ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر عرض کرنے لگا کہ یا رسول اللہ! کیا آپ کو اس کی ضرورت ہے آپ نے فرمایا ہاں اسنے عرض کی کہ میں نے اسے شکار کر کے پکڑا ہے۔ آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں یہ اب آپ کی ہوگئی، میں نے اسے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ ”فَاطْلَقْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَتْ تَعْدُوْ فِي الصَّحْرَاءِ فَرَحًا وَهِيَ تَضْرِبُ بِرِجْلَيْهَا فِي الْأَرْضِ وَتَقُوْلُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ إِنَّكَ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللَّهِ“ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کھول دیا۔ وہ خوش ہو کر زمین پر دوڑتی اور کودتی ہوئی یہ کہتی چلی جا رہی تھی کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ حضرت محمد اللہ کے رسول ہیں۔

(البدایہ والنہایہ ج ۶ ص ۱۴۷)

### امیہ بن خلف کا قتل

صحیح بخاری و دیگر میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنگ بدر سے پہلے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ عمرہ کرنے کے لئے مکہ معظمہ پہنچے اور امیہ بن خلف کے ہاں جا ٹھہرے اور امیہ بھی شام کو جاتا تو مدینہ منورہ سے گذرتے ہوئے حضرت سعد بن معاذ کے ہاں ٹھہرا کرتا۔

امیہ نے حضرت سعد بن معاذ سے کہا کہ آپ ابھی عمرہ نہ کریں بلکہ اس وقت کا انتظار کریں جب دوپہر ہوگی اور لوگ کچھ آرام و غفلت میں ہوں گے حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں چلا گیا اور کعبہ معظمہ کا طواف کرنے لگا حضرت سعد کی طواف کرتے ہوئے ابو جہل سے ملاقات ہوگئی۔ ابو جہل حضرت سعد کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا کہ یہ کون ہے جو کعبہ کا طواف کر رہا ہے۔ (اس کا یہ سوال محض تجاہل عارفانہ



اور طنز کے طور پر تھا) حضرت سعد نے خود ہی جواب دیا کہ ”اَنَا سَعْدُ  
بَن مَعَاذٍ“ میں سعد بن معاذ ہوں۔ کیا کہتا ہے؟ ابو جہل نے کہا کہ تم  
محمد ﷺ اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دے کر یہاں طواف کرنے آتے  
ہو۔ آپ نے جواب دیا کہ ہاں ہم یہ کریں گے۔ دونوں میں تلخ کلامی  
ہو گئی۔ اُمیہ کہنے لگا کہ اے سعد ابو الحکم (یعنی ابو جہل) کے سامنے اونچا  
نہ بولو یہ اس وادی (مکہ) کے سردار ہیں۔ آپ نے ابو جہل سے فرمایا  
کہ خدا کی قسم اگر تم نے مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکا تو میں تمہارا  
شام کا راستہ روک دوں گا۔

اُمیہ برابر کہتا چلا جا رہا تھا کہ اے سعد ابو الحکم کے سامنے اس  
طرح نہ بولو حضرت سعد کے مزاج میں کچھ تیزی تھی۔ آپ نے اُمیہ کو  
ڈانٹ کر فرمایا کہ جانے دے میرے ساتھ نہ بول، میں نے حضرت محمد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ تجھے قتل  
فرمائیں گے؟ اُمیہ کہنے لگا کہ مجھے قتل کریں گے؟ حضرت سعد نے فرمایا  
کہ ہاں تجھے۔ اُمیہ بولا ”وَاللّٰهُ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ اِذَا حَدَّثَ“  
کہ خدا کی قسم محمد جب بات کرتے ہیں تو ان کی بات سچی ہوتی ہے وہ  
جھوٹ نہیں بولتے اس کے بعد وہ اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ  
تجھے معلوم نہیں کہ میرے یثرب والے بھائی سعد نے کیا کہا؟ وہ بولی کیا  
کہا؟ کہنے لگا کہ وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے محمد ﷺ سے سنا ہے کہ وہ مجھے  
قتل کریں گے وہ بولی ”فَوَاللّٰهُ مَا يَكْذِبُ مُحَمَّدٌ“ کہ خدا کی قسم

محمد جھوٹ نہیں بولتے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب  
کفار مکہ جنگ بدر کو نکلے اور سب کو نکلنے کی آواز پڑی تو امیہ کی بیوی نے  
امیہ سے کہا کہ تجھے یاد نہیں کہ تیرے یثرب (مدینے) والے بھائی  
(سعد) نے کیا کہا تھا۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں کہ امیہ نے ارادہ  
کیا کہ وہ جنگ بدر میں شریک نہ ہوگا لیکن ابو جہل نے اسے کہا کہ  
”اِنَّكَ مِنْ اَشْرَافِ الْوَادِي فَسِرْ يَوْمًا اَوْ يَوْمَيْنِ فَسَارَ مَعَهُمْ  
فَقَتَلَهُ اللّٰهُ“ تم مکہ کے سرداروں میں سے ہو زیادہ نہیں تو کم از کم  
ایک دو دن کے لئے ہی چلے چلو چنانچہ وہ چل پڑا اور حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی پیش گوئی کے مطابق خدا تعالیٰ نے اسے قتل و ہلاک کر دیا۔

(صحيح البخارى-ج-۲۲۹، ۲۰۹-ج-۹۱، المغازى للواقدي-ج-۱، ۳۵، البدایہ  
والنہایہ-ج-۲، ۱۸۵-ج-۲۵۸، ۳)

### سبق

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئندہ کے حالات  
جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر چیز کا علم غیب عطا فرمایا ہے اور یہ  
کہ آپ کی زبان سے نکلی ہوئی بات ہو کر رہتی ہے۔

تیرے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی  
دن کو کہا کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

### چہرے پر زخم کا نشان

امام واقدی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ



رضی اللہ عنہ جنہیں شہسوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے فرماتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ملے اور میری طرف نظر کرم فرمائی اور ارشاد فرمایا ”اَللّٰهُمَّ بَارِكْ فِيْ شَعْرِهِ وَبَشْرِهِ وَقَالَ اَفْلَحَ وَجْهَكَ“ اے اللہ اس کے بالوں اور چہرے کی تازگی میں برکت فرما اور یہ کہ اے ابو قتادہ! تیرا چہرہ انور کا مران ہو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا چہرہ انور کامیاب ہو۔ آپ نے فرمایا کہ کیا تو نے ”مُسْعِدُهُ“ (نامی کافر) کو قتل کر ڈالا۔ میں نے عرض کی ہاں۔ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا یہ تیرے چہرے پر کس چیز کا نشان ہے؟ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ایک تیر کا نشان ہے جو میرے چہرے پر لگا تھا آپ نے فرمایا ”اُذُنُ“ میرے قریب آ جاؤ۔ میں آپ کے قریب ہو گیا ”فَبَصَقَ عَلَيْهِ فَمَا ضَرَبَ عَلٰی قَطْ وَلَا قَاحَ“ تو آپ ﷺ نے میرے زخم کے نشان پر اپنا لعاب دہن لگا دیا جس سے نہ تو مجھے کبھی درد ہوا اور نہ اس زخم میں کوئی ورم اور سوج آئی بلکہ میرا چہرہ صاف و بے داغ ہو گیا۔

(الاستيعاب القسم الرابع. ۱۴۳۲. المغازی. ج. ۲. ۵۴۵. ۲)

(الاصابه. ج. ۳. ۱۵۷. ۱۵۸)

سبق

یعنی خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا سے ”اَفْلَحَ وَجْهَكَ“ کہ اللہ تیرا چہرہ کامیاب رکھے آپ ﷺ کی اس دعا نے

مجھے ہمیشہ ہر تکلیف اور پریشانی محفوظ رکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر عنایت سے مشکلیں حل ہوتی ہیں کہ آپ کے معجزہ لعاب دہن سے بہت سے امراض درست ہوئے اور بہت سی بلائیں دفع ہوئیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو ”دافع البلاء والوباء“ ہیں۔ اس کے ثبوت کے لئے اس قسم کی بہت سی احادیث ہیں پھر جس طرح آپ کے لطف و کرم سے ظاہری زخم ٹھیک ہوتے ہیں یوں ہی آپ ﷺ کے فیضان و احسان سے دلوں کے زخم اور باطن کے داغ بھی صاف ہوتے ہیں۔

(الاستيعاب القسم الرابع. ۱۴۳۲. المغازی. ج. ۲. ۵۴۵. ۲)

(الاصابه. ج. ۳. ۱۵۷. ۱۵۸)

تو جو چاہے تو ابھی میل میرے دل کے دھلیں  
کہ خدا دل نہیں کرتا کبھی میلا تیرا

بکری کی بکلی

صحیح بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبد الرحمن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سو تیس آدمی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا تم میں سے کسی کے پاس کچھ کھانا ہے؟ تو ایک شخص کے پاس کچھ چا سیر بھرا آٹا نکلا تو اسے گوندھا گیا اس کے بعد ایک لمبے قد اور بکھرے بالوں والا مشرک اپنی بکریوں کو ہانکتا ہوا آیا آپ نے اسے فرمایا کہ (ہمیں بکری چاہیے)



ہدیہ کے طور پر دے دو گے یا بیچو گے؟ اس نے کہا، نہیں، میں تو بیچوں گا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ایک بکری خریدی پھر اسے ذبح کیا گیا آپ نے اس کی کلیجی بھوننے کا حکم دیا (جسے بھونا گیا) ”وَأَيُّمُ اللَّهِ مَا فِي الْفُلَاثِينَ وَالْمِائَةِ إِلَّا قَدْ حَزَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَهُ، حُزَّةٌ مِنْ سَوَادِ بَطْنِهَا إِنْ كَانَ شَاهِدًا أَعْطَاهَا إِيَّاهُ وَإِنْ كَانَ غَائِبًا خَبَأَ لَهُ، فَجَعَلَ مِنْهَا قِصْعَتَيْنِ فَأَكَلُوا أَجْمَعُونَ وَشَبِعْنَا فَفَضَلَتْ الْقِصْعَتَانِ فَحَمَلْنَا هُ عَلَى الْبُعَيْرِ“ یعنی خدا کی قسم ایک سوتیں آدمیوں میں سے کوئی شخص ایسا نہ تھا جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کلیجی کی بوٹیاں نہ دی ہوں اگر وہ موجود تھا تو اس کو دے دیں اگر موجود نہ تھا تو اس کے لئے رکھ چھوڑیں پھر آپ نے اس سے دو پیالے بھرے تو سب لوگوں نے کھایا اور ہم سب کے سب خوب سیر ہو گئے پھر بھی وہ دونوں پیالے اسی طرح بچ رہے تو ہم نے بقیہ کو اونٹ پر رکھ لیا۔

(صحيح البخارى ج. ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷،



اس مسئلہ کو بھی وضاحت کے ساتھ بیان فرما دیا ہے (فجزاہم اللہ تعالیٰ عنا احسن الجزاء) چنانچہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے نو (۹) کتابیں تحریر کی ہیں جن کا نام رسائل تسعد رکھا گیا ہے ان میں چھ کتابیں صرف جان دو عالم ﷺ کے والدین کریمین کے ناجی (جنتی) ہونے کے متعلق ہیں۔ (فجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء و جعل الجنة مثواہ) ان میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل قاہرہ سے اور متعدد وجوہ سے ثابت کیا ہے کہ سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین جنتی ہیں ایک وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کے اکرام و اعزاز کے لئے آپ ﷺ کے والدین کریمین کو ان کے وصال کے بعد زندہ فرمایا اور وہ دونوں حضرات تفصیلاً اللہ (ﷻ) و رسول (ﷺ) پر ایمان لائے جس طرح کہ حدیث پاک میں ہے ”عَنْ غُرُوۃِ ابْنِ الزُّبَیْرِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ رَبُّهُ اَنْ يُحْيِيَ اَبُوۡیْهِ فَاَحْيَاهُمَا لَهُ فَاَمَّا بِهِ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا“ (زرقانی علی المواہب ۱ ص ۱۶۸ حجة اللہ علی العلمین ص ۴۱۲)

حضرت عروہ بن زبیر، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ نے اپنے رب کریم سے دعا کی یا اللہ میرے والدین کو زندہ کر تو رب ذو الجلال نے اپنے حبیب ﷺ کی دعا کو قبول فرمایا دونوں کو زندہ کیا اور وہ دونوں (والدین کریمین) اپنے لخت جگر رحمت للعالمین پر ایمان لائے اور پھر اپنی اپنی آرامگاہوں میں

آرام فرما ہو گئے۔

اس حدیث پاک کے متعلق بڑے بڑے جلیل القدر آئمہ حدیث نے فقہاء کرام اور علماء اخصین نے اپنے اپنے تاثرات بیان کیے ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

یہ حدیث پاک ان کی پہلی مروی حدیثوں کے لئے ناسخ ہے جو حدیثیں منکرین بیان کرتے ہیں کیونکہ یہ حدیث پاک بعد کی ہے اور بعد والی حدیثیں پہلی مخالف حدیثوں کے لئے ناسخ ہوا کرتی ہیں۔ اس بات کو آسان لفظوں میں یوں سمجھیے کہ پہلے رحمت کائنات ﷺ کے والدین کریمین کے متعلق کوئی بات واضح اور ثابت نہ تھی کہ ان کا کیا حال ہے کیونکہ جب ان دونوں مکرم ہستیوں کا وصال ہوا تھا اس وقت امت کے والی ﷺ نے ابھی اعلان نبوت نہیں کیا تھا کیونکہ جب والد ماجد حضرت سیدنا عبد اللہ کا وصال ہوا تو آپ ابھی شکم مادر میں تھے اور جب والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ کا وصال ہوا اس وقت آپ ﷺ کی عمر شریف تقریباً پانچ چھ سال کی تھی اور نبوت و رسالت کا اعلان عمر شریف کے چالیس سال ہونے پر کیا اور ان کے وصال کے وقت کسی بھی نبی کی نبوت ظاہر نہ تھی تو کوئی دلیل موجود نہ تھی کہ سرور کونین ﷺ کے والدین کریمین کا کیا حال ہے اور اس وقت مختلف روایات (منفی و مثبت) چل رہی تھیں مثلاً یہ کہ وہ زمانہ فترت تھا اور اہل فترت کی بخشش کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ انہوں نے شرک اور بت پرستی نہ کی ہو۔ اور یہ امر مسلم



ہے کہ حبیب خدا ﷺ کے والدین کریمین اہل فترت سے تھے اور یقیناً انہوں نے کبھی بھی بت پرستی نہیں کی تھی اور یہ بات ان دونوں کے جنتی ہونے کے لئے کافی تھی، لیکن اللہ رب العلمین نے اپنے حبیب رحمت کائنات ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لئے آپ کے والدین کریمین (ماں، باپ) کو دوبارہ زندہ کیا اور دونوں حضرات نے تفصیلاً اور صراحتاً ایمان قبول کیا کلمہ پڑھا اور پھر اپنی اپنی آرام گاہوں میں آرام فرما ہو گئے۔ یہ حدیث پاک جس میں دوبارہ زندہ ہو کر ایمان قبول کرنے کا ذکر ہے پہلی سب مخالف مفہوم کی احادیث کے لئے ناسخ ثابت ہوئی پہلی حدیثیں منسوخ ہو گئیں اور اب کسی ایمان والے کو اس بات میں شک نہ رہا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین جنتی نہیں ہیں۔

### آئمہ حدیث اور علماء اعلام کے تاثرات

قال الزرقانی فی شرح المواہب بعد ذکر احیاء  
 ١٦٩) (حجة الله على العلمین ص ۴۱۲) یعنی امام عبدالباقی زرقانی نے مواہب لدنیہ کی شرح میں فرمایا کہ یہ حدیث پاک جس میں شاہ کونین

کے والدین کریمین کے وصال کے بعد زندہ ہونے اور تفصیلاً ایمان قبول کرنے کا ذکر ہے اس حدیث پاک کو آئمہ حدیث نے اس حدیث پاک سے پہلے کی مخالف مفہوم کی احادیث مبارکہ کے لئے ناسخ قرار دیا ہے (پہلی حدیثیں منسوخ ہو گئیں اور صراحتاً فرمایا کہ یہ حدیث پاک بعد کی ہے لہذا کوئی تعارض (ٹکراؤ) نہ رہا)۔

### علامہ حقی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

وفی الاشباہ والنظائر "من مات علی الکفر ابیح لعنه الا  
 والدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لثبوت ان اللہ احیا ہما لہ  
 حتی آمنّا" کذا فی مناقب الکر دری.

(تفسیر روح البیان ص ۲۱۴ جلد ۱)

یعنی کتاب الاشباہ والنظائر میں ہے کہ جس کسی کو کفر پر موت آجائے اس کو لعنت کرنا جائز ہے لیکن رسول اکرم ﷺ کے والدین کریمین پر (ہرگز) لعنت جائز نہیں ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سرکار کے والدین کو دوبارہ زندہ کیا اور وہ اللہ و رسول پر ایمان لائے جیسے کہ مناقب کر دری میں ہے۔

### علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

قال الشہاب ابن حجر فی مولدہ وفی شرح  
 الہمزیۃ ان الحدیث غیر ضعیف بل صححہ غیر واحد  
 من الحفاظ. (حجة الله على العلمین ص ۴۱۲)



امام شہاب الدین ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا شرح ہمز یہ میں ہے کہ یہ حدیث پاک ضعیف نہیں ہے بلکہ اس حدیث پاک کو بہت سارے حفاظ حدیث نے صحیح کہا ہے۔

امام تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد گرامی

قال تلمسانی روى اسلام امه صلى الله عليه وسلم بسند صحيح وكذا روى اسلام ابيه عليه الصلوة والسلام وكلاهما بعد الموت تشريفاً له صلى الله عليه وسلم . (حجة الله على العالين ص ۴۱۳)

علامہ تلمسانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا دوبارہ زندہ ہو کر اسلام قبول کرنا اور یونہی سرکار ﷺ کے والد ماجد کا اسلام قبول کرنا صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں کو ان کے وصال کے بعد اپنے حبیب ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لئے زندہ کیا تھا۔

علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا عقلاً ممتنع ہے نہ ہی شرعاً۔ کیونکہ قرآن مجید میں بنی اسرائیل کے مقتول کا زندہ ہونا اور اپنے قاتل کی خبر دینا مذکور ہے عیسیٰ ملیہ السلام مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اسی طرح ہمارے نبی اکرم ﷺ

کے دستِ اقدس پر اللہ تعالیٰ نے متعدد مردے زندہ فرمائے ہیں۔ پس جب یہ ثابت ہے تو نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کے دوبارہ زندہ ہو کر ایمان قبول کرنے میں کون سی چیز مانع ہے (روح البیان ج ۱ ص ۲۱۷)

ایک محب نبی کا قول مبارک

قال بعضهم:

ایقنت ان ابا النبی و امہ

احیاهما الرب الکریم الباری

حتى له شهد ا بصدق رسالة

سلم فتلك كرامة المختار

هذا الحديث و من يقول بضعفه

فهو الضعيف عن الحقيقة عاری

(ترجمہ) بیشک نبی رحمت ﷺ کے والد ماجد اور والدہ ماجدہ ان دونوں کو ان کے رب کریم نے زندہ کیا، حتیٰ کہ دونوں نے رسول اللہ ﷺ کے سچے ہونے کی گواہی دی۔

اے عزیز! اس بات کو مان لے کہ یہ مختار کی کرامت ہے (عزت افزائی کے لئے ہے) اور دوبارہ زندہ ہو کر ایمان قبول کرنا یہ حدیث پاک سے ثابت ہے اور جو کوئی اس حدیث پاک کو ضعیف کہے وہ خود ضعیف ہے (اس کا ایمان ضعیف ہے) ایسا شخص حقیقت سے



عاری ہے۔

### حُب رسول علامہ نبہانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد مبارک

اس بات میں شک و شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم ﷺ کے اعزاز و اکرام کے لئے آپ کے والدین کو زندہ فرمایا اور وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پر ایمان لائے۔ اس امر کی (زندہ ہو کر ایمان لانے کی) حدیث پاک کو بہت سارے اماموں اور حفاظ حدیث نے اپنایا ہے مثلاً۔

- ۱۔ حافظ الحدیث ابو بکر خطیب بغدادی ۲۔ حافظ الحدیث ابو القاسم ابن عساکر ۳۔ حافظ الحدیث ابو حفص بن شاہین ۴۔ حافظ الحدیث ابو القاسم سہیلی ۵۔ امام قرطبی ۶۔ حافظ الحدیث محب الدین طبری ۷۔ علامہ ناصر الدین بن منیر ۸۔ حافظ الحدیث فتح الدین بن سید الناس۔

### امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی طرف سے بہتر سے بہتر جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے کئی کتابیں اس موضوع پر لکھی ہیں اور دلائل قاہرہ سے نبی کریم ﷺ کے والدین کریمین کا جنتی ہونا ثابت کیا ہے اور جن لوگوں نے اپنی ضد تعصب اور جمود کی وجہ سے اس کے خلاف باتیں کی ہیں ان کی خوب خبر لی ہے۔

### اہل جمود کا واقعہ

سید شریف مصری رحمہ اللہ علیہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک عالم دین کو اس مسئلہ میں تردد تھا کہ رحمت کائنات ﷺ کے والدین جنتی ہیں یا نہیں (اس کا جمود ٹوٹتا نہیں تھا) اسی تردد میں مطالعہ کرتے کرتے چراغ پر جھک گئے اور بدن جل گیا، صبح ہوئی تو ایک فوجی لشکر آیا اور دعوت کی درخواست کی کہ میرے ہاں آپ کی دعوت ہے۔ گھوڑے پر سوار ہو کر دعوت کھانے جا رہے تھے کہ ایک سبزی فروش اپنی دکان کے سامنے ترازو اور باٹ لیے بیٹھا تھا اس نے اٹھ کر گھوڑے کی لگام پکڑ کر شعر پڑھنا شروع کر دیا۔

آمنتما بر رسول اللہ معجزة

وانتما فی الان فی فردوس جنات

اے ہمارے نبی ﷺ کے والدین کریمین! تم دونوں اپنے لخت جگر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر ایمان لائے معجزے کے طور پر اور تم دونوں اب جنت فردوس میں جاگزین ہو۔

۲۔ وقال ان نجاۃ والدین غدۃ

حقا بتحقیق سادات و اثبات

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بے شک سرکار کے والدین کا جنتی ہونا حق ہو گیا بڑے بڑے محققین اور اکابر اور ثقہ علماء کی تحقیق سے۔



۳۔ و ذاک معتقد حقا و مستندی

مد عما با حدیث و آیات

یہ میرا پختہ اور حق عقیدہ ہے جو کہ احادیث مبارکہ اور آیات قرآنیہ سے موید ہے۔

۴۔ والمصطفیٰ مع بر والدین له

اعلیٰ المناصب فی کل مقامات

مصطفیٰ کریم ﷺ اپنے نیکو کار والدین کے ساتھ بڑے اونچے اونچے مقامات اور منصبوں پر ہیں۔

زبان پاک سے دعا فرمائی تو دیوانہ بچہ تندرست ہو گیا۔

ایک عورت اپنے بچے کو دربار نبوت میں لے کر حاضر ہوئی اور عرض کی یا رسول اللہ! میرے اس بچے کو بیماری ہے اور یہ کہ ایسے ایسے کرتا ہے یا رسول اللہ! دعا کر دیں کہ اللہ تعالیٰ اسے موت دیدے یہ سن کر حبیب خدا سید انبیاء ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ میں اس کے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسے شفا دے اور یہ جوان ہو کر مرد صالح بنے پھر یہ اللہ کی راہ میں جنگ کرے اور شہید ہو کر جنت میں پہنچ جائے۔

قَدْ عَالَهُ فَشَفَاهُ اللَّهُ وَ شَبَّ وَ كَانَ رَجُلًا صَالِحًا فَقَاتَلَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقُتِلَ قَالَ الْبَهِيقِيُّ هَذَا الْحَدِيثُ مُرْسَلٌ جَيِّدٌ (حجة اللہ علی اللعالمین ص ۲۲۹، خصائص کبریٰ ۲، ص ۷۰)

یعنی جب اس بچے کے لئے رحمت دو عالم ﷺ نے دعا فرمائی تو

وہ تندرست ہو گیا اور وہ جوان ہو کر بڑا نیک مرد ثابت ہوا پھر وہ جنگ میں شریک ہو کر کافروں سے لڑا حتیٰ کہ وہ شہید ہو کر جنت میں پہنچ گیا۔ امام بیہقی نے کہا کہ یہ حدیث مرسل ہے اور عمدہ ہے۔

صَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيمِ وَ عَلَى آلِهِ وَ اصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ۔

زبان مبارک سے دعا کی تو مولیٰ علی شیر خدا سے سردی، گرمی بھاگ گئی

سیدنا مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو سردی لگی وہ دربار رسالت میں حاضر ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے سردی لگ رہی ہے سرکار کی زبان حق ترجمان سے یہ دعا نکلے اَللّٰهُمَّ اكْخِفْهُ الْحَرَّ وَ الْبُرْدَ۔ یا اللہ میرے علی سے گرمی سردی دور کر دے، اس دعا کے بعد، مولے علی حیدر کرار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نہ مجھے سردی لگتی نہ مجھے گرمی بلکہ جب موسم سرد آتا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ باریک کپڑے پہن لیتے اور جب موسم گرم آتا تو مولے کپڑے پہن لیتے (گویا کہ یہ اظہار تھا اس بات کا کہ دیکھو لوگو! میرے آقا کی شان محبوبی)۔

نوٹ: مانگی تھی ایک چیز انعام میں دو چیزیں مل گئیں۔

(سیرت حلبیہ ج ۲، ص ۱۶۰، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۱۲۵، دلائل النبوت ج ۲، ص ۲۶۳)



## صحابی کا نام سفینہ رکھنے سے وہ سات اونٹوں کا بوجھ اٹھا لیتے۔

حضرت سفینہ صحابی رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے پوچھا آپ کا نام کیا ہے؟ فرمایا میرا نام میرے آقا ﷺ نے سفینہ رکھا ہے پوچھا کیوں تو بتایا کہ حضور ﷺ ایک جگہ پر تشریف لے گئے اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم بھی ساتھ تھے ان کے وزن ان پر بوجھ تھے تو مجھے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا چادر بچھاؤں میں نے بچھا دی تو سب نے اپنا سامان اس میں رکھ دیا اور اٹھا کر میرے اوپر رکھ دیا اور آپ ﷺ نے مجھے فرمایا اس کو اٹھا کیونکہ تو سفینہ ہے (کشتی ہے) بس اس دن سے میں ایک یا دو تین چار پانچ چھ سات اونٹوں کا سامان اٹھا لوں تو مجھے کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔ (حجة اللہ علی العلمین ص ۴۲۶)

منہ مبارک ﷺ کا لقمہ کھانے سے زبان دراز عورت با حیا اور  
نیک ہو گئی

سیدنا ابوامامہ صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک عورت جو کہ بڑی زبان دراز تھی لوگوں کو گالی گلوچ بہت کیا کرتی تھی ایک دن وہ نبی اکرم ﷺ کے پاس سے گزری اور حضور ﷺ شریعتاً فرما رہے تھے اس عورت نے شریعتاً طلب کیا حضور ﷺ نے عطا فرمایا تو وہ کہنے لگی جو لقمہ آپ ﷺ کے منہ مبارک میں ہے وہ عنایت کریں، سرکار ﷺ نے عطا

کر دیا اس نے وہ کھا لیا تو وہ عورت حیا دار بن گئی اور آخر تک کبھی کسی کو برا بھلا نہ کہا۔

(زرقانی علی الموابہ ج ۴ ص ۹۷۔ حجة اللہ علی العلمین ص ۴۲۶  
شفاء شریف ج ۱ ص ۲۱۴)

## گاہ کی گواہی

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک محفل میں شاہ کونین ﷺ جلوہ فرماتے اچانک ایک دیہاتی آیا وہ گاہ شکار کر کے لایا تھا اس نے لوگوں سے پوچھا یہ کون ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ہیں یہ سن کر اس نے کہا کہ مجھے لات و غڑی کی قسم (دو بتوں کے نام ہیں) میں ہرگز ایمان نہ لاؤں گا جب تک یہ گاہ گواہی نہ اور اس نے وہ گاہ (جانور کا نام ہے) حضور ﷺ کے آگے ڈال دی تو شاہ کونین نے فرمایا اے گاہ تو وہ گاہ بولی لبیک و سعیدیک یا زین من وافی القیامۃ۔ یعنی حاضر ہوں یا رسول اللہ ﷺ اے وہ ذات جو محشر والوں کی زینت ہے سرکار ﷺ نے فرمایا اے گاہ! تو کس کی عبادت کرتی ہے اس نے صاف صاف زبان سے کہا میں اس کی عبادت کرتی ہوں کہ جس کا عرش آسمانوں پر ہے اور جس کی حکومت زمینوں پر اور جس کی رحمت بہشتوں میں ہے اور جس کا عذاب دوزخ میں ہے زان بعد سرکار ﷺ نے پوچھا میں کون ہوں اس نے کہا آپ ﷺ رب العلمین کے سچے رسول ہیں آپ ﷺ خاتم النبیین



ہیں آپ ﷺ وہ ہیں کہ جس نے آپ ﷺ کو سچا مان لیا وہ کامیاب ہوا اور جس نے آپ ﷺ کو جھٹلایا وہ نامراد ہوا یہ دیکھ کر وہ دیہاتی ایمان لے آیا۔

(دلائل النبوة ابو نعیم ج ۲ ص ۳۷۷ مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۹۵ خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۶۵ بہجة المحافل ج ۲ ص ۲۲۲ مختصر تاریخ دمشق ابن عساکر ج ۲ ص ۱۳۵)

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی دیکھ لیا کہ کون کہاں دفن ہوگا

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن نبی رحمت ﷺ در دولت سے باہر تشریف لائے اور مسجد میں داخل ہوئے حالت یہ تھی کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ دائیں جانب اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بائیں جانب تھے سید العلمین ﷺ نے دونوں حضرات کے ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں پکڑے ہوئے تھے اور جب مسجد داخل ہوئے تو فرمایا ہٰکذا تُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ہم قیامت کے دن یوں ہی اٹھیں گے (جامع ترمذی شریف ج ۲ ص ۲۳۰ مشکوٰۃ شریف ص ۵۱۰)

خدائے ذوالجلال جلّ جلالہ نے جان دو عالم ﷺ کے کندھوں کے درمیان دست قدرت رکھا تو سارا جہان روشن ہو گیا اور رحمت کائنات ﷺ نے ہر چیز کو جان لیا۔

سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دن فجر کی

نماز کے لئے ہم انتظار میں تھے کہ رسول اللہ تشریف لائیں اور نماز پڑھائیں مگر دیر ہوتی گئی حتیٰ کہ قریب تھا کہ سورج نکل آئے اچانک رحمت کائنات جلدی جلدی تشریف لائے اور نماز کے لئے اقامت (تنبیر) کہی گئی شاہ کونین ﷺ نے ہلکی سی نماز پڑھائی سلام پھیر کر رحمت کائنات نے اعلان فرمایا سارے نمازی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے رہیں، پھر سرکار انبیاء ﷺ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں رات کو اٹھا تھا اور میں نے وضوء کر کے نماز تہجد پڑھی، جتنی میرے رب کریم نے مجھے توفیق عطا کی پھر مجھے اونگھ آگئی اور میں سو گیا، اور میں نے خواب میں اپنے رب کریم کا بڑی اچھی صورت (بے کیف) دیدار کیا، پھر میرے پروردگار نے فرمایا اے محمد ﷺ میں نے کہا لبیک (یا اللہ میں حاضر ہوں) رب کریم نے فرمایا اے میرے حبیب یہ بتاؤ کہ ملاء الاعلیٰ والے کس بات میں آپس میں بحث کرتے ہیں؟ میں نے عرض کیا لا ادری میں اپنے آپ نہیں جانتا اور تین مرتبہ یہی سوال ہوا۔ ازاں بعد میرے رب ذوالجلال نے اپنا دست قدرت میرے کندھوں کے درمیان رکھ دیا حتیٰ کہ میں نے اپنے کندھوں کے درمیان ٹھنڈک محسوس کی فت جلتی لئی کُلّ شیء وعرفت۔ یعنی ہر چیز مجھ پر روشن وعیاں ہو گئی اور میں نے ہر چیز کو پہچان لیا۔ پھر میرے رب تعالیٰ نے فرمایا اے حبیب! اب بتاؤ کہ ملاء الاعلیٰ کس بات میں بحث کرتے ہیں، پھر میرے رحمان و رحیم مولیٰ نے پوچھا وہ کون کون سے



کام ہیں جو گناہوں کو مٹانے والے ہیں میں نے عرض کیا وہ یہ ہیں مسجدوں کو چل کر جماعت کے لئے جانا اور نمازوں کے بعد مسجدوں میں بیٹھنا اور تکلیف دہ اوقات میں پورا وضو کرنا، پھر میرے رب کریم نے پوچھا اور کون سے عمل ہیں جن کے متعلق ملاء الاعلیٰ بحث کرتے ہیں، میں نے عرض کیا ان اعمال کے متعلق بحث کرتے ہیں جن سے درجے بلند ہوتے ہیں، رب کریم نے فرمایا وہ کون سے عمل ہیں میں نے عرض کیا وہ عمل یہ ہیں بھوکوں کو کھانا کھلانا اور نرم کلام کرنا اور رات کو اٹھ کر نماز پڑھنا جب لوگ سو رہے ہوں، پھر رب کائنات نے فرمایا اے حبیب! مجھ سے دعا کر میں نے عرض کیا یا اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں (اچھے عملوں) کے کرنے کی اور بُرے عملوں سے بچنے کی اور مسکینوں کے ساتھ محبت کرنے کی توفیق مانگتا اور تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور جب تو کسی قوم کو آزمائش (فتنہ) میں ڈالنے کا ارادہ فرمائے تو مجھے فتنہ میں مبتلا ہونے سے پہلے ہی موت دیدے اور یا اللہ! میں تجھ سے تیری محبت اور ہر اس بندے کی محبت مانگتا ہوں جو تیری محبت کے قریب کر دے۔

یہ بیان کر کے شاہ کونین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ خواب حق ہے اسے یاد کرو اور دوسروں کو اس کی تعلیم دو۔ (اس حدیث کو احمد (۲۴۳/۵) اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے، ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اور آپ نے اس حدیث کے متعلق امام محمد بن اسماعیل بخاری سے پوچھا تو

انہوں نے فرمایا یہ حدیث صحیح ہے (ترمذی رقم الحدیث ۳۲۳۵، شرح السنہ ۵۱۴ مشکوٰۃ شریف ص ۷۲) اور دوسری حدیث پاک میں جس کے راوی سیدنا عبدالرحمن بن عائش رضی اللہ عنہ ہیں کہ جب رب ذوالجلال نے میرے کندھوں کے درمیان دست قدرت رکھا فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ . یعنی دست قدرت کے فیض سے مجھے ہر چیز کا علم ہو گیا۔

(دارمی ج ۲ ص ۱۴۰۔ تفسیر در منثور ج ۳ ص ۲۴۔ مشکوٰۃ شریف ص ۷۰) فائدہ:- لفظ ماعوم پر دلالت کرتا ہے یعنی زمین و آسمان میں کوئی ایسی چیز نہیں جس کا مجھے علم نہ دیا گیا ہو بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز کا مجھے علم عطا ہوا۔

### حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی بکری زندہ ہو گئی

حضرت کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت حاضر ہوئے اور آکر سلام عرض کیا تو حضور ﷺ نے ان کے سلام کا جواب دیا اس وقت آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کی رنگت بدلی ہوئی سی تھی۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ آپ کے چہرہ مبارک کی رنگت بھوک کی وجہ سے بدلی ہوئی ہے، میں اپنے گھر آیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ افسوس! ضرور میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کی رنگت بدلی ہوئی سی ہے اور مجھے گمان ہے کہ ایسا بھوک کی وجہ سے ہے۔ پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے فرمایا کہ گھر میں کوئی چیز کھانے پکانے کی ہے، تو ان کی



بیوی نے کہا کہ اللہ کی قسم گھر میں بکری اور تھوڑے سے آٹے کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی سے کہا کہ کیا میں بکری کو ذبح نہ کر دوں اور تو آٹا گوندھ کر روٹیاں پکا لے پھر ہم یہ چیزیں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ فرمانبردار بیوی نے آٹا گوندھ کر روٹیاں پکا دیں جب روٹیاں اور سالن پک کر تیار ہو گئے تو میں نے ایک بڑے سے برتن میں شید بنایا اور اس میں بکری کا گوشت ڈال دیا پھر جا کر میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا تو حضور نے فرمایا کہ اے جابر! یہ کیا ہے تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور سلام عرض کیا تھا اور آپ کا چہرہ مبارک متغیر تھا تو میں نے یہ سمجھا کہ یہ رنگت میں تبدیلی بھوک کی وجہ سے ہے تو میں اپنے گھر گیا اور بکری ذبح کی اور کھانا لے کر آپ کی خدمت میں آ گیا ہوں تو آقا ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ جاؤ اور اپنی قوم کے لوگوں کو بلاؤ تو میں لوگوں کے پاس آیا اور عرب کے قبائل کو جمع کرتا رہا پھر ان کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آ گیا پھر میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ سارے انصار آ گئے ہیں تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کہ لوگوں کو چھوٹے چھوٹے گروہوں میں میرے پاس بھیجو۔ تو میں لوگوں کو چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں آپ ﷺ کے پاس بھیجتا رہا اور وہ لوگ خوب سیر ہو کر (پیٹ بھر کر) واپس آتے رہے اور کھانا ویسے کا دیا ہی رہا۔ حضور ﷺ سارے صحابہ کو فرماتے کہ کھانا کھاتے جاؤ لیکن گوشت میں سے ہڈیوں کو نہ توڑنا پھر آقا ﷺ نے ہڈیوں کو جمع فرمایا اور بڑے سے برتن میں درمیان میں اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور کچھ کلام پڑھا جو میں نہ سن سکا بس آپ ﷺ کے مبارک ہونٹوں کو

ہلتے ہوئے دیکھتا رہا کہ اچانک بکری اپنے کانوں کو جھاڑتی ہوئی کھڑی ہو گئی پھر حضور ﷺ نے مجھے فرمایا کہ اپنی بکری کو پکڑ لو اور ساتھ ہی یہ دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تیرے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں بکری کو لے کر چل پڑا اور بکری مجھ سے کان چمڑواتی تھی جب میں گھر آیا تو میری بیوی نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ تو میں نے کہا اللہ کی قسم یہ ہماری وہی بکری ہے جس کو ہم نے رسول اللہ ﷺ کے لئے ذبح کیا تھا آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو اللہ نے اس کو زندہ کر دیا تو حضرت جابر کی بیوی نے تین بار کہا کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

(دلائل النبوة: ابی نعیم اصبہانی ص ۵۴۲)

### درخت کی اطاعت

حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری مشہور صحابی ہیں آپ حضور ﷺ کے سچے وفادار تھے انہوں نے حضور ﷺ کا یہ معجزہ بیان کیا کہ ہم حضور کے ساتھ سفر میں تھے حتیٰ کہ ہم ایک وادی میں اترے جو وسیع و عریض تھی وہاں پر حضور ﷺ قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے لوٹے میں پانی لے کر چلا تو حضور ﷺ نے وہاں پر نظر دوڑائی کہ کسی جگہ پر پردہ ہوتا کہ وہ قضائے حاجت کر لیں تو جب حضور ﷺ کو ایسی کوئی جگہ نظر نہ آئی تو آپ ﷺ وادی کے کنارے لگے دو درختوں کے پاس گئے اور ایک درخت کی کچھ شاخوں کو پکڑ لیا اور فرمایا اللہ کے حکم سے میری تابعداری کرو تو وہ درخت ٹہنیوں سمیت آپ ﷺ کے ساتھ چل پڑا جیسے مہار والا اونٹ چلتا ہے کہ



جس کو اس کا مالک چلا رہا ہو حتیٰ کہ آپ ﷺ دوسرے درخت کے پاس گئے اور اس کی بھی کچھ ٹہنیوں کو پکڑ کر فرمایا کہ اللہ کے حکم سے میری پیروی کرو تو وہ درخت بھی ٹیکل ڈلے ہوئے اونٹ کی طرح چلنے لگا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے ایک جگہ پر ساری ٹہنیاں آپس میں ملا دیں اور فرمایا کہ مجھ پر اکٹھی ہو جاؤ تو اللہ کے حکم سے وہ ٹہنیاں آپس میں مل گئیں اور قضاء حاجت کے لئے پردہ کا انتظام ہو گیا۔ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں اس عجیب واقعہ سے خوفزدہ ہو گیا اور اس جگہ سے دور جا کر کھڑا ہو گیا اور اپنے دل میں باتیں کرنے لگا تو مجھے اپنے پاس کسی کی موجودگی کا احساس ہوا میں نے اوپر نظر اٹھا کر دیکھا تو حضور ﷺ کھڑے تھے اور وہ دونوں درخت جدا جدا اپنی اپنی جگہ پر کھڑے تھے۔

(الجامع الصحيح للمسلم، کتاب الذہد رقم الحدیث ۸۵۱۸)

فائدہ: اس معجزہ سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کے تابع فرمان شجر و حجر اور جمادات اور جمیع مخلوق ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آقا ﷺ قضاء حاجت کے لئے کھلی جگہوں میں بھی انتہائی پردہ کا اہتمام فرماتے تھے۔

### بوڑھی عورت کا بیٹا زندہ ہو گیا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم انصار میں سے ایک آدمی کے پاس آئے وہ بیمار تھا ابھی ہم وہاں سے بٹے نہیں تھے کہ وہ شخص فوت ہو گیا ہم نے اس پر کپڑا ڈال دیا اس شخص کی ماں بہت بوڑھی تھی وہ اس کے سرھانے کھڑی تھی ہم نے اسے کہا کہ اس مصیبت پر صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے

ثواب کی امید رکھو۔ تو بوڑھی عورت نے کہا کہ کیا میرا بیٹا فوت ہو گیا؟ ہم نے کہا کہ ہاں تو اس نے پھر پوچھا کہ کیا تم ٹھیک بات کہہ رہے ہو ہم نے کہا جی! ہم بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں تو اس بوڑھی عورت نے دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے اور یوں دعا مانگی، کہ یا اللہ تو جانتا ہے کہ میں تیری رضا کے لئے مسلمان ہوئی ہوں اور تیرے نبی کے لئے ہجرت کر کے آئی ہوں اس امید پر کہ تو میری مدد فرمائے گا ہر مشکل اور مصیبت میں اور اس دن کی مصیبت مجھ سے اٹھائی نہیں جاتی پھر اس نے اپنے بیٹے کے چہرہ سے کپڑا ہٹا دیا۔ حضرت انس بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ ہم وہاں سے واپس نہیں لوٹے حتیٰ کہ ہم نے اس شخص کے ساتھ کھانا کھایا۔

(دلائل النبوة لابی نعیم اصبہانی ص ۵۴۴)

یہ اس عورت کی کرامت تھی اور اللہ کے اولیاء کی کرامت حق ہے چونکہ ولی کو کرامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اور ان کے وسیلے سے اور ان کی مخلصانہ اطاعت سے حاصل ہوتی ہے لہذا اور پردہ وہ کرامت صاحب کرامت کے نبی ﷺ ہی کا معجزہ ہوتا ہے۔

اس میں اس حدیث کی طرف تلمیح ہے جس کو ابو یعلیٰ نے مسند ابی یعلیٰ میں رقم الحدیث: ۶۲۶۶، ص ۹، ج ۱۶ اور طبرانی نے المعجم الاوسط ج ۳، رقم الحدیث ۲۹۱۶ میں اور ابن عساکر نے بروایت حضرت ابو ہریرہؓ کے بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اپنی بیٹی کی شادی کرنی ہے آپ بھی میری مدد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس مال تو



نہیں ہے کہ تم کو دے دوں ہاں! ایک بڑے منہ والی شیشی اور درخت کی ایک لکڑی لے کر آؤ۔ اس شخص نے ارشاد عالی کی تعمیل کی۔ آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ کی کلائیوں کا پسینہ پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالا یہاں تک کہ شیشی بھر گئی۔ تب فرمایا کہ اس کو لے جاؤ اور اپنی بیٹی سے کہنا کہ اس لکڑی کو شیشی میں ڈال کر اس پسینہ کو خوشبو کی جگہ استعمال کرے۔ اس لڑکی نے ایسا ہی کیا۔ تو وہ جس وقت خوشبو لگایا کرتی تھی تو اس کی مہک تمام اہل مدینہ کو محسوس ہوتی تھی۔ اسی واسطے سے اس شخص کا گھر بیت المطیین کے نام سے مشہور گیا۔ اسی قسم کی ایک حدیث امام مسلم نے بروایت حضرت انسؓ اور ابو نعیم نے بطریق محمد بن سیرین نے بیان کی ہے۔

حضور ﷺ کے چبائے ہوئے گوشت کے کھانے سے صحابیات کے منہ ہمیشہ خوشبودار رہے۔

جسکو امام طبرانی نے بروایت عمیرہ بنت مسعود بیان کیا ہے کہ وہ اور ان کی پانچ بہنیں بغرض بیعت سرور دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ آپ اس وقت گوشت کے ٹکڑے تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ٹکڑا چبا کر مجھ کو بھی دیا اور میری بہنوں کو بھی اس کا یہ اثر ہوا کہ وقت وفات تک ہم میں سے کسی کے منہ سے بو نہ آئی۔

(معجم کبیر للطبرانی رقم الحدیث ۸۵۲، ج ۲، ص ۲۴۱)

یہ واقعہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو دارمی اور ابو یعلیٰ اور طبرانی اور ہزار اور ابن حبان اور بیہقی نے اور ابو نعیم نے بسند صحیح بروایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بیان کیا ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر میں تھے کہ ایک اعرابی سامنے سے آیا جب قریب آیا تو اس سے آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ گھر کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم تم کو ایک اچھی چیز بتلاتے ہیں اس نے عرض کیا کہ وہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم کلمہ پڑھ لو، اس نے کہا کہ خدا کی وحدانیت اور آپ ﷺ کی رسالت کی کیا دلیل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی درخت جو سامنے کھڑا ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے اس درخت کو بلایا وہ درخت جنگل کے کنارے پر تھا۔ فوراً زمین پر تیزی کے ساتھ دوڑتا ہوا آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے تین مرتبہ شہادت طلب کی۔ ہر مرتبہ اس نے یہی کہا کہ وہی صحیح ہے جو آپ ﷺ فرماتے ہیں۔ یہ کہہ کر وہ درخت جس جگہ پہلے کھڑا ہوا تھا وہیں جا کر کھڑا ہو گیا۔ اعرابی یہ دیکھ اپنی قوم کے پاس گیا اور عرض کی کہ اگر میرے خاندان کے لوگ میری بات مانیں گے تب تو میں ان کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں گا اور اگر انہوں نے میری بات نہ مانی تو میں تنہا آپ ﷺ کی خدمت میں چلا آؤں گا اور آپ ہی کی خدمت میں زندگی بسر کروں گا۔

(دلائل النبوة ج ۶، ص ۱۲، رقم الحدیث ۵۲۳۱، ج ۵، ص ۲۵۸، طبرانی)

(ص ۴۳۱، ج ۱۲، مستند دارمی ج ۱، ص ۱۰)



## حضور ﷺ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہیں

یہ واقعہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو بھیقی اور ابو نعیم نے بروایت حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے بیان کیا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ قضاء حاجت کیلئے دور تشریف لے جاتے ایک روز آپ ﷺ تشریف لے گئے تو میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا آپ ایک درخت کے نیچے جا بیٹھے اور دونوں موزے اتار ڈالے اس کے بعد ایک پہن لیا اتنے میں ایک اڑنے والا جانور آیا اور دوسرا موزا لے کر اڑ گیا اور آسمان میں اس موزے کو اوپر نیچے کرتار ہا یکا یک اس میں سے ایک کالا سانپ جو کہ کچلی اتار چکا تھا نکل پڑا۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے جو اس نے مجھ پر کیا اور یہ اس حدیث سے ماخوذ ہے جس کو ابو نعیم نے بروایت ابی امامہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے موزے منگوائے۔ ایک پہنا اور دوسرے کو بھی ابھی پہننے نہ پائے تھے کہ ایک کو آیا اور اس کو اٹھا کر لے گیا اور اوپر سے پھینک دیا۔ اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ موزے اس وقت تک نہ پہنے جب تک کہ ان کو جھاڑ نہ لے۔

(دلائل النبوة ج ۲ ص ۷۱، ترمذی شریف رقم الحدیث ۲۱۸۱ ص ۵۰۱)

## بھیڑیا نے حضور ﷺ کی آمد کی چرواہے کو خبر دی

یہ واقعہ اس حدیث شریف سے ماخوذ ہے جس کو مسند احمد بن

جنبل ج ۳ ص ۸۴، ابن سعد بزار، حاکم بھیقی (حاکم اور بھیقی نے اس روایت کو صحیح بھی فرمایا ہے) ابو نعیم نے باسناد متعددہ بروایت حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ کسی سنگلاخ زمین میں ایک چرواہا اپنی بکریوں کا ریوڑ چرواہا تھا۔ یکا یک ایک بھیڑیا اس ریوڑ میں سے ایک بکری کو لے جانے لگا۔ چرواہے نے بکری چھوڑالی۔ بھیڑیا مایوس ہو کر اپنی دم کے سہارے سے بیٹھ کر کہنے لگا کہ تجھ کو اللہ تعالیٰ کا کچھ بھی خوف نہیں کہ مجھ سے میرا وہ رزق چھین لیا جو رازق مطلق نے مجھ کو عطا فرمایا تھا۔ چرواہا بولا کہ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ بھیڑیا انسانوں کی سی باتیں کرتا ہے، بھیڑیا بولا کہ میں تجھ کو اس سے زیادہ عجیب بات بتاتا ہوں۔ اللہ کے آخری رسول دو سنگلاخ زمینوں کے درمیان مبعوث ہوئے ہیں اور وہ لوگوں کو اخبار گزشتہ اور حالات ماضیہ بتاتے ہیں۔ چرواہے نے ریوڑ تو گھر پہنچایا اور مدینہ میں پہنچ کر حضور ﷺ سے سارا واقعہ نقل کیا، آپ ﷺ نے فرمایا بیشک بھیڑیا سچ کہتا تھا سچ کہتا تھا۔ سن لو کہ یہ علامات قیامت میں سے ہے کہ درندے کلام کریں گے۔ میں اس ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک درندے انسان سے بات چیت نہ کرنے لگیں۔ اور انسان سے اس کی جوتی کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا اوپر والا کنارہ بات نہ کرنے لگے اور جب تک کہ اس کی ران ان واقعات کو بیان نہ کرنے



لگے جو اس کے گھر والوں سے اس کے پیچھے ہوئے ہیں۔ اسی قسم کی حدیث امام بخاری نے تاریخ الکبیر اور بیہقی اور ابونعیم نے بروایت ربہان بن اوس اور بروایت حضرت انس اور احمد اور ابونعیم نے بسند صحیح بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کی ہے۔

### حضور ﷺ نے خلافت عباسیہ کی سو سال سے بھی پہلے خبر دی

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مجھے میری والدہ ام الفضل نے بتایا کہ میں حضور ﷺ کے قریب گزری تو آپ ﷺ نے مجھے فرمایا تو بیٹے کے حمل سے ہے جب تیرے بیٹا پیدا ہو تو اسے میرے پاس لانا۔ حضرت ام الفضل فرماتی ہیں کہ جب میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو میں اسے لے کر حضور ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اس کے دائیں کان میں اذان دی اور بائیں کان میں اقامت (تکبیر) پڑھی پھر آپ ﷺ نے نومولود کے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اس کا نام عبد اللہ رکھا اور مجھے فرمایا کہ خلفاء کے باپ کو لے جا۔ تو میں نے جا کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم رسول اللہ ﷺ) کو بتایا تو انھوں نے اچھا لباس پہنا اور حضور ﷺ کے پاس آئے تو جب حضور ﷺ نے ان کو دیکھا تو کھڑے ہو گئے اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا تو حضرت عباس نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے ام الفضل کو کیا خبر دی ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ خبر میں تجھ کو بھی دے رہا ہوں یہ

بچہ ابو الخلفاء ہے حتیٰ کہ سفاح بھی اس میں سے ہوگا اور امام مہدی (علیہ السلام) بھی اس میں سے ہوں گے حتیٰ کہ ان میں سے وہ شخص بھی ہوگا جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ نماز پڑھے گا۔

(دلائل النبوة لابی نعیم اصبہانی ج ۲ ص ۲۸۲)

فائدہ:- حضور ﷺ نے خلافت عباسیہ کی خبر ایک سو سال سے بھی پہلے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اور اپنی چچی حضرت ام الفضل کو دی اور خلافت عباسیہ بعد میں ۱۳۲ھ میں قائم ہوئی اور اس کے بانی کا نام ابو العباس عبد اللہ بن محمد تھا اور وہ سفاح کے لقب سے مشہور تھا اور خلافت عباسیہ کم از کم ایک ہزار سال تک قائم رہی۔

### حضور ﷺ کے لعاب مبارک سے صحابی کا حافظہ مضبوط ہو گیا

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے شکایت کی کہ میرا حافظہ کمزور ہے مجھے قرآن مجید یاد نہیں رہتا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ شیطان ہے جس کو خنزب کہا جاتا ہے اے عثمان! میرے قریب آؤ۔ پھر حضور ﷺ نے میرے منہ میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور اپنا ہاتھ مبارک میرے سینہ پر رکھا تو میں نے ہاتھ مبارک کی ٹھنڈک اپنے دونوں کندھوں میں محسوس کی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے شیطان! عثمان کے سینہ سے نکل جا۔ حضرت عثمان بن ابی العاص فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے جو کچھ بھی سنا مجھے ہمیشہ

یاد رہا۔ (دلائل النبوة للامام اصبہانی ص ۲۰۰)



**حضور ﷺ کے پھونک مارنے سے اندھا آدمی ٹھیک ہو گیا**

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بنی سلمان بن سعد کے ایک آدمی نے اپنی والدہ کے حوالہ سے بیان کیا کہ ان کے خالوصیب بن فدیہ نے اس خاتون کو بتایا کہ اس کا والد اسے لے کر آقا ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس کی آنکھیں بالکل سفید ہو گئیں تھیں اور ان سے کچھ بھی نظر نہیں آتا تھا تو حضور ﷺ نے اُس سے ناپینا ہونے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ میں اونٹ چرا رہا تھا تو میرا پاؤں مادہ سانپ کے انڈوں پر پڑ گیا جس کی وجہ سے میری آنکھوں کی بینائی چلی گئی تو حضور پر نور صلی اللہ علی وسلم نے میری آنکھوں میں پھونک ماری تو میں دیکھنے لگا (بالکل ٹھیک ہو گیا) راوی فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو اسی (۸۰) سال کی عمر میں دیکھا اور وہ سوئی میں دھاگہ ڈال لیتے تھے حالانکہ ان کی آنکھیں بالکل سفید تھیں۔

(دلائل النبوة للإمام اصباحانی ص ۲۰۱)

**حضور ﷺ کے غلام کی شیر نے حفاظت و مدد کی**

محمد بن المنکدر حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں ایک بار کشتی میں سوار ہوا اور جب سمندر میں کافی دور تک اندر چلا گیا تو کشتی کا ایک پشتہ ٹوٹ گیا اور میں ایک ٹیلہ پر جا گرا وہاں پر ایک شیر تھا تو میں نے شیر سے کہا اے جنگل کے بادشاہ! میں سفینہ ہوں اور حضور ﷺ کا غلام ہوں تو اس نے اپنے سر کو جھکا

لیا اور مجھے اپنے پہلو سے یا اپنے کندھے سے ساحل کی طرف دھکیلنے لگا یہاں تک کہ وہ شیر مجھے ساحل تک لے آیا اور جب میں ساحل پر آ گیا تو وہ آواز نکالنے لگا جس سے میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے الوداع کہہ رہا ہے۔

(دلائل النبوة لابن نعیم اصباحانی ص ۵۱۱)

فائدہ:- اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے کائنات کی ہر چیز پر حکومت عطا فرمائی ہے اور کائنات کی ہر چیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچانتی ہے حتیٰ کہ اگر آپ کے غلام صحابہ کرام آپ ﷺ کا نام درندوں پر بھی پیش کریں تو وہ بھی آپ کے نام مبارک کا احترام کرتے ہیں۔

وہ زبان جس کو سب کن کی کنجی کہیں

اسکی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

**حضرات حسنین کریمین علیہم السلام کو بچپن میں روشنی گھر تک چھوڑنے لگی**

امام ابو نعیم اصباحانی م ۳۳۰ھ اپنی کتاب دلائل النبوت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ ہم نے عشاء کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی تو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسین رضی اللہ عنہ جو کہ ایام بچپن میں تھے، جب حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے تو جب حضور ﷺ سجدہ میں تشریف لے جاتے تو دونوں نواسے آپ ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے، جب



حضور ﷺ اپنا سر مبارک سجدہ سے اوپر کو اٹھاتے تو دونوں شہزادوں کو انتہائی نرمی سے نیچے اتار دیتے لیکن جب حضور ﷺ دوسری بار سجدہ میں جاتے تو دونوں شہزادے دوبارہ حضور ﷺ کی پشت مبارک پر چڑھ جاتے جب حضور ﷺ نے نماز مکمل فرمائی تو دونوں شہزادوں کو الگ الگ بٹھا دیا تو میں (ابو ہریرہ) نے عرض کی یا رسول اللہ! میں ان بچوں کو ان کی ماں (سیدہ فاطمہ الزہراءؑ) کے پاس نہ چھوڑ آؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں۔ پھر ایک روشنی سی چمکی تو حضور ﷺ نے دونوں نواسوں کو فرمایا کہ اپنی ماں کے پاس چلے جاؤ تو وہ بچے اس روشنی میں چلتے رہے حتیٰ کہ اپنے گھر میں داخل ہو گئے۔ اس حدیث کو امام حاکم نے مستدرک میں اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت فرمایا ہے۔

(دلائل النبوة ص ۴۹۲) (المستدرک للحاکم ج ۳ رقم الحدیث ۴۸۴)

ص ۴۷۷) (الکامل فی الضعفاء لابن عدی ۲: رقم الحدیث

۲۱۰۱ دار الفکر بیروت)

حضور ﷺ کی قبر انور سے اذان کی آواز آتی رہی

حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اے ابو حازم! تو نے مجھے واقعہ ۷۰ کی راتوں میں دیکھا کہ میں مسجد رسول اللہ (مسجد نبوی) میں اکیلا تھا اور کوئی بھی وہاں نہیں تھا لیکن جب نماز کا وقت ہوتا تو میں حضور کی قبر مبارک سے اذان کی آواز سنتا پھر میں آگے آجاتا (قبر مبارک کے پاس) تو میں تکبیر پڑھ لیتا اور اہل شام (یزید کے سپاہی)

گروہ درگروہ مسجد میں آتے اور کہتے اس مجنون کو دیکھو۔

(دلائل النبوة لا بی نعیم اصباحی ص ۴۹۲)

فائدہ۔ اس معجزہ شریف میں حضور ﷺ کی قبر انور سے اذان کی آواز کا آنا اس بات کا ثبوت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنی اپنی قبور میں زندہ ہیں جیسا کہ واقعہ معراج میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر مبارک میں کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور ایک حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں۔ واقعہ ۷۰ھ میں پیش آیا اس کی وجہ یہ بنی کہ اموی خلیفہ یزید کی بیعت مدینہ شریف والوں نے توڑ دی اور اسے خلیفۃ المسلمین ماننے سے انکار کر دیا۔

الصلوة والسلام علیک یا نبی اللہ

الصلوة والسلام علیک یا حبیب اللہ

الصلوة والسلام علیک یا نور اللہ

الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوة والسلام علیک یا خاتم النبیین



## تعارف مصنف

پیر طریقت ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب تو ایسی شخصیت ہیں۔ جو کہ کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ لیکن میری سوچ میں جناب کی زندگی سے متعلق کچھ اہم معلومات موجود ہیں جن پر روشنی ڈالنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اکثر و بیشتر عام انسان کے دل میں یہ خیال آتا ہے کہ اس بین الاقوامی شہرت یافتہ شخصیت کی بنیادی تعلیم کون سی خوش نصیب درسگاہ میں ہوئی کہ جس نے ایسے عظیم انسان تخلیق کئے۔ ہر انسان کی سب سے پہلی درسگاہ اُس کی ماں کی گود ہی ہوتی ہے۔ جتنی وہ گود مقدس و مکرم ہوگی اتنی ہی اُس کی اولاد کی تربیت اعلیٰ ہوگی آپ آج کسی بھی تاریخ کا مطالعہ کریں تو یقیناً آپ کی نظر سے بڑی بڑی شخصیات کے تذکرے ضرور گذرتے ہوں گے۔ وہاں ان شخصیات کی تربیت کی پہلی بنیادی چیز اور عظیم درسگاہ ”ماں کی گود“ کے ہی ثمرات ملتے ہیں جو کہ ایک عام انسان کو عظیم انسان بنانے میں مدد و معاون ثابت ہوتے ہیں۔ حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری دامت برکاتہم العالیہ کی شخصیت میں اُس پہلی درسگاہ کی تربیت کے ہی اثرات ہیں کہ آپ بہترین عالم دین باعمل، بہترین مفتی، بہترین مدرس، بہترین محقق و مصنف، بہترین شیخ الطریقت و شیخ الشفیر اور بہترین شیخ الحدیث ہیں آپ کی طبع شریف میں انتہائی نرمی، حلم بردباری برداشت اور انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے آپ سابق صوبائی وزیر برائے مذہبی امور و اوقاف پنجاب اور بانی و مہتمم جامعہ رضویہ (غرسٹ) سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن لاہور ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف اور قرآن مجید کے مترجم بھی ہیں اب جناب

## ماخذ و مراجع

### مطبوع

- ۱- تفسیر القرآن العظیم - ابن کثیر
- ۲- صحیح البخاری - للإمام البخاری
- ۳- سیر النبوی صلی اللہ علیہ وسلم - لابن شام
- ۴- شرح مسلم مع شرح نووی
- ۵- المسند للإمام احمد بن حنبل شرح احمد محمد شاہ
- ۶- السنن الکبریٰ للبیہقی
- ۷- سنن النسائی مع شرح السیوطی
- ۸- المغازی للعقادی
- ۹- البدایہ والنہایہ لابن کثیر
- ۱۰- الاستیعاب لابن عبد البر
- ۱۱- الاصابۃ لابن حجر عسقلانی
- ۱۲- اسد الغابہ لابن اثیر
- مطبوع احیاء المکتب العربیہ مصر ۱۹۵۲ء
- مطبوع محمد علی صبح القاہرہ
- ابو الفضل ابراہیم بالمشارکہ القاہرہ ۱۹۵۳ء
- مطبوع مصر ۱۹۵۳ء
- مطبوع دار المعارف بمصر ۱۹۵۴ء
- الطبعة الاولیٰ حیدرآباد دکن ۱۳۳۲ھ
- المطبعة المصریہ بالازہر ۱۹۳۰ء
- مطبوع جامعہ اسکندریہ ۱۹۴۶ء
- المطبعة السلفیہ بمصر ۱۹۳۲ء
- مطبوع نفیثہ مصر
- مطبوع مصطفیٰ محمد بمصر ۱۹۳۸ء
- مطبعة وہبیہ بمصر ۱۳۲۱ھ



حضرت صاحب کی بنیادی تعلیم کے متعلق تفصیلی معلومات پیش کرتا ہوں تاکہ قارئین کو علم ہو جائے کہ آپ نے تعلیم و تربیت اور روحانی تربیت کہاں سے حاصل کی۔

ولادت:- آپ کے آباؤ اجداد سادات و شرفاء بخارا سے ہیں جو حضرت سید جلال الدین بخاری علیہ الرحمۃ کے ہمراہ بخاری سے کشمیر آئے پھر اوج شریف ضلع بہاولپور آکر آباد ہوئے۔ آپ کی ولادت موضع کچی لعل نزد اوج شریف تحصیل علی بابہ ضلع مظفر گڑھ میں بروز جمعرات مورخہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء کو خدا بخش علیہ الرحمۃ کے گھر میں ہوئی۔ آپ کے دادا بزرگوار محمد موسیٰ علیہ الرحمۃ اور پردادا محمد جوہر علیہ الرحمۃ تھے۔

ابتدائی تعلیم:- آپ نے سب سے پہلے ناظرہ قرآن مجید اپنے پڑوسی بزرگ عالم مولانا غلام نبی خورشیدی علیہ الرحمۃ سے عرصہ تین چار ماہ میں پڑھ کر مکمل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ابتدائی تعلیم گورنمنٹ پرائمری سکول موضع بن والا میں حاصل کی اور مڈل تک کی تعلیم کے لئے موضع لکس کے گورنمنٹ سکول میں داخلہ لیا وہاں سے مڈل کا امتحان انتہائی اعلیٰ پوزیشن میں پاس کیا بعد ازاں دیگر دینی تعلیم کے لئے مخدوم حسن محمود بن غلام میراں شاہ کے گاؤں جمال الدین والی علاقہ صادق آباد ضلع رحیم یار خان میں استاذ العلماء والفقہاء حضرت علامہ حکیم غلام رسول علیہ الرحمۃ سے اکتساب فیض کیا اور ان سے آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتب کے ساتھ شرح تہذیب قطبی کے اوائل شرح وقایہ اولین، اصول الشاشی، نور الانوار اور علم طب کی میزان طب، طب اکبر و موجز وغیرہ پڑھیں۔

1958ء میں ذریعہ غازی خان میں استاذ العلماء علامہ مولانا غلام

جہانیاں صاحب سے نور الانوار، شرح جامی، مولانا عبدالغفور صاحب سے قطبی، میر قطبی، ملا جلال، حمد اللہ شرح وقایہ اخیرین، میبذی التصریح، اقلیدس، مشکوٰۃ شریف،

جلالین ہدایہ اولین، حسامی، مقامات حریری، حماسہ، متنبی، تصوف، لوائح جامی، لوا مع جامی اور مشنوی شریف پڑھیں۔

1961ء ملتان میں غزالی زماں رازی دوراں حضرت علامہ سید احمد سعید

کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے مدرسہ انوار العلوم میں داخلہ لیا۔ استاذ العلماء جناب مولانا عبدالکریم سے تفصیلات احمدیہ پڑھی اور حضرت مفتی امید علی خاں صاحب سے توضیح و تلویح، مسلم الثبوت و ہدایہ اخیرین پڑھیں۔

پھر مفتی اعظم حضرت مفتی سید مسعود علی قادری سے جلالین و علم میراث پڑھا اور فتویٰ نویسی سیکھی۔ آخر میں حضرت علامہ قبلہ کاظمی شاہ صاحب سے مناظرہ رشیدیہ، شرح عقائد، خیالی اور دورہ حدیث شریف پڑھ کر سند فراغت علم حاصل کی۔

عملی زندگی کا آغاز:- علوم و فنون اور فتویٰ نویسی کے علم سے فراغت کے بعد قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نظر عنایت و التفات نے بطور نائب مفتی آپ ہی کا انتخاب فرمایا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہی حکومت پاکستان نے قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کو بہاولپور یونیورسٹی میں بطور پروفیسر حدیث مقرر فرمایا تو قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے جن قابل ترین تلامذہ کو بہاولپور ساتھ لے جانے کے لئے منتخب فرمایا ان میں آپ بھی شامل تھے۔ حضرت قبلہ مفتی صاحب نے بہاولپور یونیورسٹی سے

1965-1966ء میں ایم اے اسلامک لاء یعنی تخصص فی الفقہ والقانون

الاسلامی کی سند حاصل کی اور حضرت قبلہ کاظمی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کے فرمان پر اپنی مادر علمی مدرسہ انوار العلوم واپس آکر استاذ الحدیث، مفتی و صدر شعبہ افتاء کے فرائض سنبھالے۔ 1977ء میں حضرت علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کی خواہش پر قبلہ مفتی صاحب جامعہ نظامیہ اندرون لوہاری گیٹ لاہور شیخ الحدیث و شیخ الادب



العربی مقرر ہوئے اسی دوران صدر انجمن تہذیب الاسلام مین مارکیٹ گلبرگ آپ کو جامعہ مسجد غوثیہ گلبرگ لے آئے۔ جہاں عرصہ 12 سال تک جامع مسجد غوثیہ کے خطیب رہے اور یہاں جامعہ غوثیہ کے نام سے مدرسہ قائم کیا اور 1990ء تک اسی درسگاہ کے ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث رہے اور انتہائی خوش اسلوبی محنت خلوص اور لگن سے کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہم کنار ہوئے۔ بعد ازاں جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر نقشبندی قادری نے ماڈل ٹاؤن سوسائٹی سے چار کنال کا رقبہ حاصل کر کے قبلہ مفتی صاحب کے سپرد کیا اور ان کے پُر خلوص تعاون کے ساتھ آپ نے ماڈل ٹاؤن سنٹرل کمرشل مارکیٹ میں اپنی ذاتی دینی درسگاہ کا آغاز فرمایا جو کہ تقریباً عرصہ 17 سال سے انتہائی کامیابی کے ساتھ اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہیں۔ جامعہ رضویہ ٹرسٹ سنٹرل کمرشل مارکیٹ ماڈل ٹاؤن میں درج ذیل شعبہ جات کی انتہائی کامیابی کے ساتھ سرپرستی فرما رہے ہیں۔ یہ جامعہ رضویہ ایک ٹرسٹ کے زیر اہتمام چل رہا ہے جس کے سینئر ٹرینی حضرت قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب آپ کے بڑے بیٹے ڈاکٹر احمد سعید قادری ڈپٹی مینجنگ ٹرینی اور جناب پروفیسر ظہیر الدین احمد بابر سیکرٹری جنرل ہیں حضرت قبلہ مفتی صاحب کے دوسرے صاحبزادے جناب علامہ محمد وحید قادری جامعہ کے ناظم اعلیٰ، تعلیمات و مالیات ہیں۔ شعبہ جات: شعبہ تحفیظ القرآن، شعبہ تجوید و قراءت، شعبہ درس نظامی، شعبہ کمپیوٹر لیب، شعبہ تخصص فی الفقہ و الحدیث و القانون الاسلامی اور شعبہ نشر و اشاعت شامل ہیں حضرت قبلہ مفتی ڈاکٹر غلام سرور قادری کی جتنی بھی تصانیف ہوگی ان کی اشاعت کے لیے مستقلاً عمدہ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور کے نام سے ادارہ معرض وجود میں لایا گیا ہے جس کے زیر اہتمام آپ کی تمام تصانیف اشاعت

ہوگی اور وہی ادارہ آپ کی تمام مطبوعات کے حقوق کا تحفظ کرے گا۔ آپ کی تصانیف تقریباً 55 کے قریب ہیں جن میں خاص اہمیت کا حامل ترجمہ قرآن مجید، عمدۃ البیان فی ترجمۃ القرآن ہے جو کہ اس صدی کا ایک عظیم الشان تجدیدی کارنامہ ہے جلد چھپ کر منظر عام پر آ رہا ہے۔ انشاء اللہ ایمان افروز اور تحقیقی شاہکار و تصانیف خود مطالعہ کریں اور عزیز واقارب میں تحفہ پیش کریں یہ آپ کی سعادت ہو گی اور اس سے خیر و برکت کا وافر حصہ نصیب میں آئے گا انشاء اللہ۔

## آپ کی تصانیف درج ذیل ہیں!

- (1)۔ درود و سلام و شان خیر الانام ﷺ
- (2)۔ رد و امکان کذب باری تعالیٰ
- (3)۔ مقام علم و علماء
- (4)۔ شرح "الفضل الموهبہ"
- (5)۔ خلافت اسلامیہ اور مغربی جمہوریت
- (6)۔ معجزہ شق القمر
- (7)۔ قاضی اور سربراہ مملکت
- (8)۔ بیعت کی اہمیت و ضرورت
- (9)۔ مسئلہ ایصال ثواب
- (10)۔ مسئلہ تصویر (تصویر کا جواز)
- (11)۔ ندائے یا محمد یا رسول اللہ ﷺ
- (12)۔ نماز سے متعلق تین اہم مسئلے
- (13)۔ پروفیسر طاہر القادری کا علمی و تحقیقی جائزہ
- (14)۔ تفسیر اعوذ باللہ من الشیطن
- (15)۔ شہید غصہ میں دی گئی طلاق کا شرعی حکم
- (16)۔ تفسیر بسم اللہ الرحمن الرحیم
- (17)۔ مسئلہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان
- (18)۔ اسلام میں ٹیکسوں کی شرعی حیثیت
- (19)۔ سورۃ یونس مع اردو ترجمہ و تفسیر
- (20)۔ حج اور قربانی
- (21)۔ عید اسلام
- (22)۔ نجات الوالدین الکرمین



- (23) - معرفت خداوندی  
(24) - پردہ کی شرعی حیثیت  
(25) - سورہ ملک مع ترجمہ و تفسیر  
(26) - ذکر و وسیلہ  
(27) - الشاہ احمد رضا بریلوی  
(28) - عالم برزخ  
(29) - مسئلہ علم غیب و وسیلہ  
(30) - الوطائف القادر یہ  
(31) - قرآن کیسے جمع ہوا؟  
(32) - فضائل اہل بیت  
(33) - مجموعہ حیات اولیاء  
(34) - عمدۃ البیان فی ترجمہ القرآن  
(35) - شرح جامی کا اردو ترجمہ  
(36) - حالات امام بخاری علیہ الرحمۃ  
(37) - مسئلہ رفع یدین  
(38) - جہاد اسلامی (اردو - انگلش)  
(39) - معجزات مصطفیٰ ﷺ  
(40) - مسائل و فضائل زکوٰۃ و صدقات (اردو - انگلش)  
(41) - افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
(42) - اسلام کا قانون شہادت  
(43) - معاشیات نظام مصطفیٰ ﷺ  
(44) - لباس مسنون  
(45) - الیکشن یا سلیکشن  
(46) - علماء اور حکمرانوں کے درمیان تعلق کی اہمیت  
(47) - اسلام میں داڑھی کی شرعی حیثیت  
(48) - تحفہ مکئیہ  
(49) - تہتر اسلامی فرقے اور ان کی تاریخ و عقائد (50) - تین اہم مسئلے (حی علی الفلاح پر کھڑا ہونا  
(51) - تحفہ مومن  
(52) - شہید غصہ کی طلاق  
(53) - قیام تعظیم  
(54) - تنزیہ الغفار عن تکذیب الاشرار  
(55) - شہادت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
(رد امکان کذب)

ان درج بالا کتب کے علاوہ حضرت کا ماہانہ مجلہ ماہنامہ البر لاہور کے نام سے عرصہ ۷۱ سال مکمل اور اٹھارویں سال کا آغاز ہو چکا ہے جو کہ امت مسلمہ کے لئے بالخصوص شائع ہو رہا ہے انتہائی اہم موضوعات پر مضامین، تبصرے اور حالات حاضرہ پر اداریے اور لوگوں کے برنس کی تشہیر اس کے حسن و قدر میں اضافے کا باعث ہو رہی ہے آج ہی اخبار ہا کر یا بک اسٹالز سے نام لے کر ماہنامہ البر لاہور طلب فرمائیں تاکہ آپ اپنے گھریلو ماحول کو دینی، روحانی اور اصلاحی پہلو میں خود کفیل بنائیں۔ یوں تو آپ کی ہر کتاب علم کا ایک خزانہ ہے مگر وہ کتابیں جو آپ نے کسی کے جواب میں ”علمی و تحقیقی جائزہ“ کے نام سے لکھیں یا کسی کی علمی و تحقیقی اغلاط کی نشاندہی میں لکھیں خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں مثلاً ”درد و سلام شان خیر الانام“ جناب جسٹس تقی عثمانی دیوبندی عالم کے جواب میں لکھی گئی اور ”ڈاکٹر غلام مرتضیٰ ملک کی کتاب توحید اور وجود باری تعالیٰ کا علمی و تحقیقی جائزہ“ بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے آپ کی کتب ایک بحر بے کراں ہیں دینی روحانی اصلاحی علم حق کے متلاشی ان کتب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔ ۱۹۹۸ء میں آپ نے علم نحو کی مشہور کتاب الکافیہ کی عربی شرح الوافیہ پر چار جلدوں پر مشتمل عربی میں تحقیق و تخریج لکھی الکافیہ جو کہ پورے عالم اسلام کے دینی مدارس میں پڑھائی جاتی ہے۔ اس کی عربی زبان میں شرح فرما کر پنجاب یونیورسٹی سے پی۔ ایچ۔ ڈی (دکتورہ) کی ڈگری حاصل کی



نیز طبیبہ کالج لاہور میں چار سالہ طب کا کورس کر کے گورنمنٹ سے طبیب کی ڈگری بھی حاصل کی۔

علمی و دینی ذوق :- آپ کے علمی و دینی ذوق کا یہ حال ہے کہ اپنی آبائی زمینیں اور مکانات جو آپ کے ورثے میں آئی تھیں سب بیچ کر مدرسہ اور لائبریری پر خرچ کر دیا اور سارا دن لائبریری میں بیٹھ کر مطالعہ اور تدریس میں مصروف رہتے ہیں اور اپنے صاحبزادوں کو بھی اسی لائن پر چلایا آپ کے بڑے صاحبزادے احمد سعید قادری ہو میوڈاکٹر اور بہترین عالم ہیں جامعہ کے وائس چانسلر اور درس نظامی پڑھاتے ہیں اور دوسرے صاحبزادے علامہ محمد وحید قادری درس نظامی کے فاضل اور یونیورسٹی سے ایم۔ اے ہیں وہ بھی جامعہ کے استاذ و ناظم اعلیٰ و تعلیمات ہیں اور تیسرے صاحبزادے علامہ محمود سعید قادری درس نظامی سے فارغ و انٹرنیشنل یونیورسٹی اسلام آباد سے ایل ایل بی لاء اینڈ شریعہ ہیں چوتھے بیٹے محمد حماد قادری نے ایف۔ اے کے بعد درس نظامی شروع کیا جو درس نظامی کے دوسرے ہمال میں زیر تعلیم ہیں اور پانچویں سب سے چھوٹے بیٹے محمد باذل قادری قرآن پاک حفظ کر رہے ہیں۔

تفصیل غیر ملکی تبلیغی دورے، مناظرے :- قبلہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مصنف کتب کثیرہ، دینی خدمات کے جذبے سے اکثر تبلیغی دورے فرماتے رہتے ہیں۔ صدر جنرل ضیاء الحق شہید کے زمانہ میں آپ نے چین کا انتہائی کامیاب سرکاری دورہ کیا۔ جنوبی افریقہ کے مسلمانوں کی درخواست پر آپ جنوبی افریقہ کے

کئی دورے کر چکے ہیں بلکہ ۱۹۸۶ء میں جنوبی افریقہ کے دورے کے دوران (شہر کیپ ٹاؤن) مرزائیوں کے ساتھ تین دن تک مناظرہ ہوتا رہا آخر میں مرزائی لیڈر سلیمان ابراہیم لا جواب ہو کر مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گیا اور اس نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح کے کئی مناظروں میں حضرت کاظمی علیہ الرحمۃ نے آپ کو بھیجا تو ان کی دعا سے ہمیشہ آپ کامیاب و فتیاب رہے۔

(لیڈی سمتھ) میں دیوبندی مولانا عبدالرزاق سے علماء دیوبند کی گستاخانہ عبارات پر مناظرہ ہوا جس پر انہوں نے اقرار کیا کہ واقعی یہ عبارات گستاخانہ و کفریہ ہیں اس مناظرہ کی بھی کیسٹ موجود ہے آپ برطانیہ کا بھی چار دفعہ تبلیغی دورہ کر چکے ہیں ایک موقع پر آپ سلطان باہوٹرسٹ یو۔ کے ٹھہرے ہوئے تھے کہ مرزا طاہر احمد نے (جنگ) لندن میں ختم نبوت کے حوالے سے ایک بیان دیا جس پر گرفت کرتے ہوئے حضرت مفتی صاحب نے اسے بھی مناظرہ کا چیلنج کیا جو کہ برطانیہ (جنگ) اخبار کی شبہ سُرخ سے یہ خبر شائع ہوئی جس پر مرزا طاہر احمد نے مناظرہ کرنے اور گفتگو کرنے سے انکار کر دیا اسی طرح آپ متحدہ عرب امارات کئی مرتبہ تبلیغی دورے فرما چکے ہیں۔ یورپین ممالک جرمنی، ہالینڈ، انگلینڈ، ساؤتھ افریقہ اور متحدہ عرب امارات کے بھی دورے کر چکے ہیں ان ممالک کے علاوہ تقریباً اکثر ممالک میں آپ کے کثیر تعداد میں مریدین ہیں علاوہ ازیں پاکستان میں بھی ارادتمندوں کا ایک وسیع حلقہ موجود ہے چونکہ کویت میں حلقہ ارادت ہے وہاں ایک مرتبہ تشریف لے گئے تو دورہ کویت کے دوران کویت کے سابق وزیر برائے مذہبی امور شیخ



طریقت علامہ سید یوسف ہاشم الرفاعی جو دین اسلام اور خصوصاً مسلک اہل سنت کی مثالی خدمات سرانجام دے رہے ہیں ان کی موجودگی میں قبلہ مفتی صاحب نے عربی میں خطاب فرمایا اور اعلیٰ حضرت کے کچھ نعتیہ کلام حدائق بخشش کا بھی عربی میں ترجمہ کر کے اس کی تشریح فرمائی۔ جس پر قبلہ رفاعی صاحب بے حد متاثر ہوئے اور فرمایا کہ اعلیٰ حضرت کے نعتیہ کلام حدائق بخشش کا عربی ترجمہ فرمادیں۔ جو کہ مسلک حق اہل سنت کی بہت بڑی خدمت ہوگی اور اہل عرب اس سے خوب استفادہ کر سکیں گے آپ نے پاکستان میں بھی کئی مناظرے کئے جبکہ چچہ وطنی میں ایک مشہور عیسائی پادری سعید مسیح سے دن دن مناظرہ کیا آخر میں وہ بھی آپ کے علمی دلائل کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گیا اور توبہ کر کے مشرف باسلام ہو گیا جو عیسائی پادری تائب ہوا اس کا نام احمد سعید رکھا گیا آج کل وہ کراچی میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے خدمات سرانجام دے رہا ہے علاوہ ازیں موضع کیر میں دربار شریف حضرت پناہ سے ملحقہ مسجد میں ایک قابض دیوبندی خطیب نے مناظرے کا چیلنج کیا جب حضرت مفتی صاحب علماء اہل سنت کی معیت میں وہاں پہنچے تو مذکورہ مولوی صاحب میدان سے بھاگ گئے۔ آخر میں ۱۲ بزرگوں کے اسماء گرامی جن سے آپ کو خلافت ملی ہے۔

## شریعت و طریقت کی سندیں و خلافتیں

- ۱۔ حضرت قبلہ سید احمد سعید کاظمی ملتانی رحمۃ اللہ علیہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ و قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ کی خلافت۔
- ۲۔ استاذ العلماء و شیخ طریقت حضرت غلام جہانیاں علیہ الرحمہ (ڈیروی) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ چشتیہ معینیہ، فریدیہ کی خلافت۔
- ۳۔ مفتی اعظم ہند شاہ مصطفیٰ رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ نوریہ کی خلافت۔
- ۴۔ شاہ ابوالحسن زید فاروقی دہلوی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کی سند کے ساتھ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مظہریہ مجددیہ کی خلافت۔
- ۵۔ مفتی عرب و عجم قطب مدینہ منورہ ضیاء الامۃ حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ کی و سلسلہ اشرفیہ کچھوچھو شریف و سلسلہ نبہانیہ کی اور حضرت قطب مدینہ کو حضرت سیدنا علی حسین اشرفی کچھوچھو شریف علیہ الرحمہ اور امام یوسف بن اسماعیل نبہانی علیہ الرحمہ سے براہ راست خلافت حاصل تھی۔
- ۶۔ استاذ العلماء فقیہ امت حضرت مفتی محمد اعجاز ولی خاں علیہ الرحمہ (لاہوری) سے علوم شریعت کے ساتھ سلسلہ عالیہ قادریہ و حنفیہ (شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ) کی خلافت۔
- ۷۔ حضرت سیدنا طاب علاؤ الدین بغدادی علیہ الرحمہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت۔



۸۔ شیخ الاسلام حضرت امام محمد بن زکریا مدنی انصاری (مدینہ منورہ) سے علوم شریعت کے ساتھ چاروں سلسلوں کی خلافت۔

۹۔ شیخ الاسلام حضرت امام سید محمد بن سید علوی مالکی مکی (مکہ مکرمہ) سے چاروں سلسلوں کے علاوہ جملہ بلاد عرب و عجم کے مشائخ کبار کے جملہ سلاسل شریفہ کی اجازت و خلافت۔

۱۰۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ (فیصل آبادی) سے خلافت۔

۱۱۔ حضرت مفتی اعظم پاکستان سیدی ابو برکات سید احمد الوری رحمۃ اللہ علیہ لاہور سے خلافت۔

۱۲۔ سلطان الفقراء و الصوفیہ حضرت غلام رسول ریاض آبادی (ملتان) خلیفہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ سے خلافت۔ یہ تھیں آپ سے متعلق معلوماتی گزارشات جو کہ ضبط تحریر میں لائی گئی ہیں۔

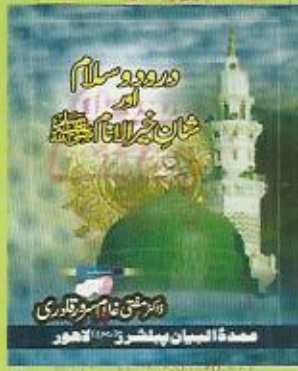
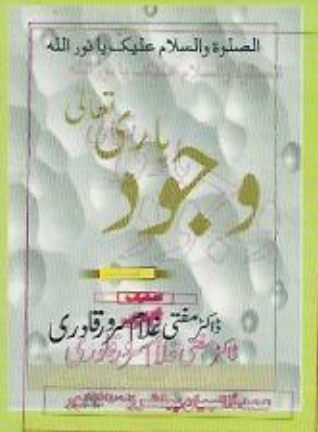
اللہ رب العزت ایسے پاکان امت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق ارزانی فرمائے امین

دعا گو

مہینجر عمدۃ البیان پبلشرز (رجسٹرڈ) لاہور



# شیخ القرآن ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری کی دیگر تصانیف



Distribute by SAW Publisher

0300-4826678  
0321-4059491

